كتاب المسلم - أردو

دینی تعلیمات

جمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالزلفي
هاتف: ٤٢٣٤٤٦٦ ٠١٦ - فاكس: ٤٢٣٤٤٧٧ ٠١٦
٢٦٧
جمعية الدعوة بالزلفي

دینی تعلیمات

كتاب المسلم- أردو

جمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات في الزلفي
Tel: 966 164234466 - Fax: 966 164234477

كتاب المسلم

أعده وترجمه إلى اللغة الأردية

جمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالزلفي

الطبعة الثالثة: ١٤٤٢/٩هـ

ح المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالزلفي

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالزلفي

المنهج التعليمي للأسرة والمجتمع - الزلفي 1435هـ

ردمك: ٥-٥٩-٨٠١٣-٦٠٣-٩٧٨

(النص: اللغة الأردية)

١- الثقافة الإسلامية 2- الإسلام والمجتمع أ- العنوان

ديوى ٢١٤ ٩٥٢/ ١٤٣٥هـ

رقم الإيداع: ٩٥٢/ ١٤٣٥هـ

ردمك: ٥-٥٩-٨٠١٣-٦٠٣-٩٧٨

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاندان اور معاشرے کے لیے ’’دینی تعلیمات‘‘

الحمد للّٰہ ربّ العالمین ، نحمدہ ونستعینہ ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیّئات اعمالنا ، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ، واشھد ان لا الٰــہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وانّ محمّدا عبدہ ورسولہ ، امّا بعد :

اسلامی شریعت نے درمیانی راہ مقرر کی ہے۔ چنانچہ اس نے ایسی تعلیمات مقرر کی ہیں جو فرد‘ خاندان اور معاشرے کے کردار کو مستحکم کریں اور اُسے سیدھا راستہ دکھائیں‘ حق کو واضح کریں‘ اور سیدھے منہج پر چلائیں۔ اسلامی تعلیمات ایسے لفظی افکار نہیں ہیں کہ بس عقل بحث کر کے خوش ہوتی رہے‘ اور نہ ہی ایسا کلام ہے جس کی تلاوت سے لوگ لذت حاصل کرتے رہیں اور عملاً اس کی راہنمائی کو نہ سمجھ سکیں اور نہ ہی اس کے معانی کو پاسکیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اللہ کی شریعت اس لیے آئی ہے کہ انسان کی ذاتی زندگی کے فیصلے کرے‘ خاندان اور معاشرے کے اسلوب زندگی کو منظّم کرے‘ اور اس لیے آئی ہے کہ انسانی زندگی کو روشن کردے اور اسے اندھیروں سے نکال کر روشنی تک لے آئے۔ نتیجتاً اُن کی زندگی خوشگوار ہو جائے‘ رب بھی راضی رہے اور خود بھی خوش ہو جائیں اور دوسرے بھی خوش رہیں۔

چونکہ انسانی زندگی کا سفر موت کیساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے' لہٰذا نفع بخش کاموں میں یہ زندگی صرف ہونی چاہیے اور ایسے کاموں میں خرچ ہونی چاہیے جس کا فائدہ اُسے قیامت کے روز ملے۔ چونکہ انسان کی سعادت اور خوش قسمتی اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے دینی معاملات میں بصیرت حاصل کرے' اپنے دُنیوی معاملات کو بھی کھلی آنکھ سے دیکھے' اپنے مستقبل کو خود سنوارے' اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرے' یعنی اپنے رب کی عبادت بجالائے' دنیا کی ترقی میں اپنا حق ادا کرے' لوگوں کی راہنمائی کی کوشش کرے' نیز اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنائے' ہر چھوٹی بڑی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے خالق و مالک سے رابطہ مضبوط رکھے۔

اس لیے ''الزلفی'' شہر میں واقع مرکز دعوت و ارشاد کی شاخ نے اس آسان نصاب تعلیم کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا' تاکہ یہ نصاب مددگار بن جائے طالبان حق کے لیے جو سیدھی راہ کی تلاش میں ہیں' یا راہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں' یا مزید فائدے کے طلبگار رہیں۔ امید کرتے ہیں کہ وہ خاندان جو دینی احکام سیکھنے کے خواہش مند ہیں یا دلیل شرعی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ سب سے عظیم مقصد جس میں انسان اپنا وقت خرچ کرسکتا ہے وہ شرعی علم کی تلاش ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس

کا مرتبہ عظیم ہے' اس کی بڑی شان ہے۔ اور علم شرعی کا حصول بہت بڑی نیکی ہے اور عظیم ترین کاموں میں سے ایک کام ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے علم اور اہل علم کی شان کو بلند کیا ہے' ان کے مقام کو بیان کیا ہے' ان کے درجات کو بلند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (المجادلة)

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجات بلند کردے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو خوب واقف ہے۔''

جس طرح چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے اسی طرح عالم عابد پر فضیلت رکھتا ہے اور علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء اپنی میراث میں درہم و دینار چھوڑ کر نہیں جاتے وہ علم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ چنانچہ جس نے علم لے لیا اس نے بڑا نصیب پا لیا اور جس آدمی کو اللہ تعالیٰ بھلائی دینا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہماری اس محنت کو قبول کر لے' اس کے فائدے کو عام کر دے۔ اُس کی ذات سننے والی اور قبول کرنے والی ہے۔

وصلی اللّٰہ وسلم وبارک علیٰ نبیّنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین.

اصولِ عقیدہ

انواعِ توحید:

توحید : جوکام اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کاموں میں اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننا' اور تمام انواعِ عبادت اُسی کے لیے کرنا۔ یہی وہ عظیم ترین کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' فرمایا:

﴿ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ (الاخلاص ۱).

''کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تنہا ہے۔'' نیز فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ﴾ (الذارت ۵۶)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں''۔ اور فرمایا:

﴿ وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔا ﴾ (النساء ۳۶).

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔''

توحید کی تین قسمیں ھیں:

(۱) توحید ربوبیت

(۲) توحید الوہیت

(۳) توحید اسماء وصفات۔

(۱) توحید ربوبیت:

اس جہاں کو بنانے اور چلانے میں اللہ تعالیٰ کو تنہا و یکتا ماننا ہے' اور یہ کہ وہی ذات رزق دینے والی ہے' زندگی عطا کرنے والی ہے' موت دینے والی ہے' اور اسی ذات کے لیے زمین وآسمان کی ملکیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ (فاطر۳)

''کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی پہنچائے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' پس تم کہاں الٹے جاتے ہو''۔ اور فرمایا:

﴿ تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

''بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے' اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' [الملك ۱]

اور عالم وجود کی ہر چیز پر اس کی بادشاہت ہے اور اس میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔

اور جہاں تک انتظام چلانے میں اللہ تعالیٰ کو یکتا وتنہا ماننے کا تعلق ہے تو وہ تنہا ہی ساری مخلوق کا انتظام چلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

''یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں والا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے''۔ (الاعراف ۵۴)

چند لوگوں کے علاوہ توحید کی اس قسم کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا اور وہ بھی بظاہر انہوں نے انکار ضرور کیا ہے مگر ان کے دل اندر سے اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ﴾

''انہوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے' صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر۔'' (النمل: ١٤)

صرف توحید ربوبیت کا اقرار' اقرار کرنے والے کے لئے نفع بخش نہیں ہوتا' کیونکہ مشرکین کو محض توحید ربوبیت کے اقرار نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان سے متعلق بیان دیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (العنکبوت ٦١)

''اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ۔ پھر وہ کدھر الٹے جا رہے ہیں!''

(۲) توحید الوہیت:

عبادت کی تمام اقسام میں صرف ایک اللہ تعالیٰ کو تنہا و یکتا مانا جائے اور انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرے اور نہ ہی قربت

حاصل کرنے کی کوشش کرے۔توحید کی یہ نوع تمام اقسام سے زیادہ اہم اور عظیم ہے۔صرف اسی کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذارت ٥٦)

''میں نے جنات اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں''۔

یہی وہ توحید ہے جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا' اور اسی مقصد کے لیے کتابیں نازل فرمائیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبياء ٢٥)

''آپ سے پہلے جو بھی رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں' پس تم سب میری ہی عبادت کرو''۔

یہی وہ توحید ہے کہ جب رسولوں نے مشرکوں کو دعوت دی تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔(ان کے قول کو) اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔فرمایا:

﴿ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (الاعراف ٧٠)

''انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں!''

چنانچہ کسی بھی قسم کی عبادت غیر اللہ کے لیے جائز نہیں ہے' نہ کسی قریبی فرشتے کے لیے' نہ ہی کسی نبی مبعوث کے لیے' اور نہ ہی کسی نیک ولی کے لیے' اور نہ ہی کسی دوسری مخلوق کے لیے' کیونکہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہے۔

(۳) توحید اسماء وصفات:

جو نام اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے رکھے ہیں اور جو صفات اس نے اپنے لیے بیان کی ہیں یا جو نام اور صفات اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہیں ان سب پر ایمان لانا۔ اور یہ نام وصفات اسی طرح ثابت کی جائیں گی جو اللہ جل جلالہ کے مقام ومرتبہ کے شایان شان ہوں' نہ تو اس میں تحریف (تبدیلی) ہوگی اور نہ ہی تعطیل (بے معنی) ہوگی، نہ اس کی کیفیت وشکل مقرر کی جائے گی اور نہ مثال دی جائے گی۔ اسے مجاز کے بجائے حقیقی معنی پر محمول کیا جائے گا۔ اور ہر اس چیز کی نفی کی جائے گی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کی ہے یا اللہ کے رسول ﷺ نے جس چیز کی نفی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کی ہے۔ اور جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نفی یا اثبات کی وضاحت نہیں آئی وہاں ہم بھی خاموش رہیں گے' نہ اثبات کی کوشش کریں گے اور نہ ہی انکار کریں گے۔

اسماء حسنی کی مثالیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو 'الحی' 'القیوم' سے موسوم کیا

ہے۔ چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ 'الحی' اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ اس نام میں جو صفت پائی جاتی ہے اس پر ایمان لائیں۔ یعنی وہ ایسی حیات کاملہ ہے جس سے پہلے نہ عدم پایا گیا ہو اور نہ کبھی اسے فنا آ سکتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ''السمیع'' سے موصوف کیا ہے۔ چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ اس بات پر ایمان لائیں کہ ''السمیع'' اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اور یہ کہ سماعت (سننا) اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے' اور وہ فی الواقع سنتا بھی ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ کی مثالیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (المائدة: ٦٤)

''اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے دو ہاتھ ثابت کیے ہیں جو خوب خرچ کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ہم پر واجب ہے کہ ہم ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں جو کہ عطا اور نعمتوں کے ساتھ کشادہ ہیں' اور یہ بھی ہم پر فرض ہے کہ نہ تو دل میں ہم ان ہاتھوں کا تصور بنائیں اور نہ ہی زبان سے

بولیں کہ وہ ہاتھ اس طرح کے ہیں اور نہ ہی مخلوق کے ہاتھوں کے ساتھ ان کی تشبیہ دیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ (الشوریٰ ۱۱)

''اُس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

توحید کی اس قسم کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہر اُس چیز کو ثابت کریں جس کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے یا اس کے رسول ﷺ نے ثابت کیا ہے، اور ہر اُس چیز کی نفی کریں جس کی اللہ اور اس کے رسول نے نفی کی ہے۔ اور تمام اسماء وصفات میں یہی اصول چلے گا۔ نہ تو معنی بدلا جائے، نہ مثال دی جائے، نہ کیفیت وشکل بیان ہو، اور نہ ہی معنی کا انکار ہو۔ اور جس اسم وصفت میں اثبات یا نفی ثابت نہیں وہاں اس لفظ میں توقف کیا جائے گا، اس کے مفہوم ومعنی کی تفصیل طلب کی جائے گی۔ اگر اس لفظ کا مفہوم و مدعا ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے تو قبول کر لیا جائے گا ورنہ چھوڑ دیا جائے گا۔

کلمہ توحید: لا الٰہ الا اللہ کا معنی:

''لا الٰہ الا اللہ'' دین کی بنیاد ہے، دین اسلام میں اس کا عظیم مقام ہے، چنانچہ یہی اسلام کے ارکان میں سب سے پہلا رکن ہے، اور ایمان کی شاخوں میں سب سے اعلیٰ شاخ ہے۔ اعمال صالحہ کی قبولیت اس کلمے کے اقرار، اس

کے معنی کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے پر منحصر ہے۔

اس کلمہ کا صحیح معنی جسے اختیار کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ: ''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں''۔ اس لیے یہ معنی اختیار کرنا واضح غلطی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں' یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ایجاد کرنے پر قادر نہیں' یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حقیقی موجود نہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ معنی لیے جائیں تو توحید ربوبیت کا مفہوم تو آ جائے گا اور توحید عبادت کا مفہوم ختم ہو جائے گا' جبکہ اس کلمے کا اصل معنی توحید عبادت ہی ہے۔

کلمہ توحید کے ارکان

اس کلمے کے دو رکن ہیں:

(۱) نفی: 'لا الٰہ' کلمہ نفی ہے' جو کہ کلیتاً ہر چیز کے لائق عبادت ہونے کی نفی کر رہا ہے۔

(۲) اثبات: 'الا اللہ' کلمہ اثبات ہے' جو کہ صرف ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ کی معبودیت کو ثابت کر رہا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ تو کسی کی عبادت کی جائے گی اور نہ ہی عبادت کی کوئی شکل کسی دوسرے کے لیے کی جائے گی۔ لہٰذا جس کسی نے اس کلمہ کا اقرار کیا اس کے معنی کو جانتے ہوئے، اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے یعنی کہ شرک کی نفی کی اور توحید کا اثبات کیا' اس کے تقاضوں پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کیا وہ سچا مسلمان ہے' اور جس نے اعتقاد

کے بغیر عمل کیا وہ منافق ہے' اور جس کسی نے اس کے خلاف کوئی شرکیہ عمل کیا وہ مشرک و کافر ہے خواہ زبان سے کلمہ توحید کا وِرد کرتا رہے۔

کلمہ توحید کی فضیلت

کلمہ توحید کے بہت زیادہ فضائل وفوائد ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) جو توحید پرست گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جانے کا سزاوار بنا ہے یہ کلمہ توحید اس کے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے میں مانع ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ)) [البخاری ٤٤ و مسلم١٩٣]

''جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ آگ سے بالآخر نکل آئے گا خواہ اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر ایمان ہو۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ آگ سے بالآخر نکل آئے گا خواہ اس کے دل میں گندم کے دانے جتنا ایمان ہو۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ بالآخر آگ سے نکل آئے گا خواہ اس کے دل میں ذرے کے برابر ایمان ہو''۔

(۲) جنات اور انسانوں کو توحید کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاريات ٥٦)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف

میری عبادت کریں‘‘۔

اس آیت میں ’’یَعۡبُدُوۡن‘کا معنی ’’یُوَحِّدُون‘‘ ہے۔یعنی میری توحید بیان کریں۔

(۳) یہی وہ کلمہ ہے جس کے لیے رسولوں کو بھیجا گیا اور اسی کے لیے کتابیں نازل کی گئیں ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ﴾ (الانبیاء ۲۵)

’’آپ سے پہلے جو بھی رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو‘‘۔

(۴) تمام رسولوں کی دعوت اسی کلمہ توحید سے شروع ہوتی تھی ۔رسولوں کی پہلی دعوت یہی کلمہ ہے، چنانچہ تمام رسولوں نے اپنی قوم کو [سب سے پہلے] یہی بات کہی:

﴿یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ط﴾ (الاعراف: ۵۹)

’’اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں‘‘۔

کلمہ توحید کی شروط

’’لا الہ الا اللہ‘‘ کی سات شرطیں ہیں ۔اس کا اقرار اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک یہ ساری کی ساری شرطیں پوری نہ کی جائیں، اور ان میں سے کوئی ایک شرط بھی کم نہ ہو۔

(۱) علم حاصل کرنا: یہ علم نفی و اثبات دونوں پہلوؤں کا ہو' اور اس کی وجہ سے جو عمل کرنا لازم آتا ہے اس کا بھی علم ہو۔ جب بندے کو یہ علم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا معبود برحق ہے اور اس ذات کے علاوہ دوسروں کی عبادت باطل ہے' تب کہیں گے کہ اسے کلمہ کے معنی کا صحیح صحیح پتا چلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ (محمد:۱۹)

''چنانچہ تم خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں''۔

اسی بات کو حضرت عثمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ انَّهُ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [مسلم ۲۶]

''جو آدمی یہ جانتے ہوئے مرا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں وہ جنت میں پہنچ گیا''۔

(۲) یقین رکھنا: اس کا معنی یہ ہے کہ کلمہ توحید کے الفاظ زبان سے اس طرح ادا کرے کہ اس کا دل یقین و اطمینان سے بھرا ہوا ہو' انس و جن کے شیطانوں کی طرف سے بھیجے گئے شکوک و شبہات کا گزر تک نہ ہو' بلکہ اس کے معنی و مراد پر پختہ یقین رکھتے ہوئے اس کلمے کو ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا ﴾

''مؤمن تو وہ ہیں جو اللہ پر' اس کے رسول پر پکا ایمان لائیں' پھر شک و شبہ میں نہ پڑیں''۔ (الحجرات:۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَشْهَدُ أَنْ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [مسلم ٢٧]

''میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے، اور یہ کہ میں اللہ کا (سچا) رسول ہوں، جو بندہ ان دونوں باتوں (توحید و رسالت کی گواہی) میں ذرا بھی شک نہ کرتے ہوئے اللہ سے ملے گا، وہ جنت میں داخل ہوجائے گا''۔

(۳) تسلیم و رضا: یعنی کلمہ توحید کے تقاضے کو دل و زبان سے قبول کرے' خبروں کی تصدیق کرے اور جو بات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہو اس پر ایمان لائے' ہر بات کو مانے اور ان میں سے کسی کا بھی انکار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

''رسول ایمان لایا اُس چیز پر جو اُس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مؤمن بھی ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر' اُس کے فرشتوں پر' اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے' اُس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ

ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں، اے ہمارے رب، اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔'' (البقرہ ۲۸۵)

اس کلمہ کے انکار اور عدمِ قبول میں وہ آدمی داخل ہو جاتا ہے جو بعض احکام شریعت اور حدود پر اعتراض کرتا ہے، یا ان کو رد کرتا ہے، جیسے بعض لوگ چوری اور زنا کی سزا پر اعتراض کرتے ہیں، یا ایک سے زیادہ بیویوں کے رکھنے اور وراثت کے اصولوں پر اعتراض کرتے ہیں، وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط﴾ (الاحزاب:۳۶)

''اور دیکھو کسی مؤمن مرد عورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ آ جانے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا''۔

(۴) انقیاد: اس کا مفہوم مکمل سپردگی ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' جن باتوں پر دلالت کرتا ہے اپنے آپ کو اس کے تابع فرمان کر دینا ہے۔ قبول اور انقیاد میں فرق یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی ومفہوم کی صحت کا زبان سے اقرار کرنا قبول ہے، البتہ انقیاد یہ ہے کہ عمل سے تابع فرمان ہو جانا۔ جب کسی کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کا معنی معلوم ہو گیا اور دل کے یقین کے ساتھ تسلیم بھی کر لیا لیکن عملاً اس کی اطاعت نہ کی، اس کے سامنے جھکا نہیں، مکمل سپردگی بھی نہ پائی گئی، جو کچھ معلوم ہوا تھا اس کے مطابق عمل بھی نہیں کیا، تو ان تمام صورتوں میں اس نے انقیاد کی شرط پوری نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ﴾ (الزمر:٥٤)
''تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کا حکم مان لو''۔

نیز فرمایا:

﴿ فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی' یہ مومن نہیں ہو سکتے' جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں' آپ کو حاکم نہ مان لیں' پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں' ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں''۔[النساء٦٥]۔

(٥) سچائی: یہ کہ آدمی اپنے ایمان میں سچا ہو' اپنے عقیدے میں سچا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یٰٓـاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' اور سچے لوگوں کے ساتھی بنے رہو۔'' (التوبہ ١١٩)

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَھِدَ أَنْ لَا اِلَّا اللّٰہُ صَادِقًا بِھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ))

''جس نے سچے دل کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دی وہ جنت میں داخل ہو گیا''۔ [مسند احمد:٤٠٢/٤۔ صحیح الجامع الصغیر، ح: ٣٥۔]

چنانچہ اگر اُس نے زبان سے تو (کلمہ) شہادت کہا اور اس کے مفہوم کو اپنے دل سے جھٹلاتا رہا' یہ طرزِ عمل اس کی نجات کا سبب نہیں ہوگا' بلکہ وہ منافقوں میں شمار کیا جائے گا۔

اور جو رویہ اس سچائی کی نفی کر دیتا ہے وہ یہ کہ انسان رسول اکرم ﷺ کے ذریعے آئی ہوئی ہدایت کو کلیۃً جھٹلا دے یا اُس کے کسی حصے کا انکار کر دے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اور تصدیق کا حکم دیا ہے اور اسے اپنی اطاعت کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ﴾ (النور: ٥٤)

''اعلان کر دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (اکرم ﷺ) کی اطاعت کرو''۔

(٦) اخلاص: اس کا معنی یہ ہے کہ انسان نیک نیتی کے ساتھ اپنے کام کو ہر قسم کے شرک کی ملاوٹ سے محفوظ رکھے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ تمام اقوال وافعال کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرے اور اُس کی رضا کا طلبگار ہو' اس میں نہ تو کسی قسم کی ریاکاری ہو' نہ شہرت کی طلب ہو' نہ دنیوی فائدہ مقصود ہو' نہ ذاتی غرض ہو' نہ ہی ظاہری یا چھپی کوئی خواہش ہو اور نہ ہی یہ کام کسی انسان کی محبت میں کر رہا ہو' یا ایسے مذہب و جماعت کی خاطر کر رہا ہو جو اللہ تعالیٰ کے دین سے دور ہو' بلکہ اُس کی دعوت وتبلیغ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی نجات ہو'

اس کے دل میں کسی انسان کا خیال نہ ہو جس سے وہ بدلے یا شکریے کا طلبگار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط ﴾ (الزمر:۳)

''سن لو خالص تابعداری اللہ ہی کے لیے ہے''۔ اور فرمایا:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (البيّنة:٥)

''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں' اُسی کے لیے دین کو خالص رکھیں''۔

بخاری و مسلم میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَاِنَّ اللّٰهَ قَدحَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ)) [صحيح البخاری ٤١٥ وصحيح مسلم ٣٣]

''جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ پر حرام کر دیا ہے''۔

(۷) محبت: اس عظیم کلمہ توحید سے محبت کی جائے' اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جو اس کے معنی اور تقاضے میں شامل ہے۔ چنانچہ اللہ اور رسول سے محبت کی جائے اور ان دونوں کی محبت کو ہر چیز کی محبت سے مقدم رکھا جائے اور محبت کی شرائط اور لوازم کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ چنانچہ آدمی اللہ سے محبت کرتا ہے' ایسی محبت جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر اور امید و بیم کو شامل ہوتی ہے' اور ہر اُس جگہ

سے بھی محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، جیسے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور عمومی طور پر مسجدیں، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب زمانوں سے بھی محبت کرتا ہے، جیسے رمضان المبارک اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن وغیرہ، ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، جیسے انبیاء، رسول، فرشتے، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ، اور اللہ کے ہاں محبوب عمل سے بھی محبت کرتا ہے، جیسے نماز، زکاۃ، روزہ، حج، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب قول سے بھی محبت کرتا ہے، جیسے ذکر اور تلاوت قرآن مجید ہے۔ اور محبت الٰہی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اپنی ذاتی محبتوں، خواہشوں اور پسندیدہ کاموں پر اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں کو غالب رکھے۔ اسی محبت کا حصہ یہ بھی ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرے وہ بھی اسے ناپسند کرے، چنانچہ کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسند کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے، تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی، وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے''۔(المائدة: ٥٤)

محمد رسول اللہ ﷺ کا معنی

کلمہ طیبہ کے اس جزو کا معنی ہے کہ آپ ﷺ کو ظاہراً و باطناً اللہ کا بندہ اور تمام انسانوں کی طرف اُس کا رسول مانا جائے اور اس کو ماننے کے جو تقاضے ہیں ان پر عمل کیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ بتائیں اس کی تصدیق کی جائے، آپ کے حکم کی اطاعت کی جائے، جس چیز سے روکیں اور ڈانٹیں اس سے باز آیا جائے، اور اللہ کی عبادت اس طرح کی جائے جو آپ ﷺ نے متعین کی ہے۔

آپ ﷺ کے بارے میں شہادت دینے کے دو بنیادی رکن ہیں: (۱) آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں (۲) آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ان دونوں رکنوں کو ماننے کے نتیجے میں آپ ﷺ کے بارے میں افراط و تفریط(۱) ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ان دو صفات میں سب سے زیادہ کامل ہیں۔ ''عبد'' کے معنی وہ بندہ جو عبادت گزار ہو، یعنی آپ (ﷺ) بشر ہیں، جس طرح دوسری مخلوق پیدا ہوئی ہے آپ بھی پیدا ہوئے ہیں، جو عوارض دوسرے انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں وہی آپ ﷺ کو بھی لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ (الکھف: ۱۱۰)

''اے نبی! کہہ دو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا''۔ مزید فرمایا:

---

(۱) افراط کے معنی ہیں کسی کو اس کے صحیح اور جائز مقام سے بڑھا کر ماننا اور تفریط کے معنی ہیں کہ اس کے صحیح اور جائز مقام میں کمی کوتاہی کرنا۔

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ﴾

''تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اوراس میں کوئی ٹیڑھ کجی نہ رکھی''۔(الکھف: ۱)

'رسول' ماننے کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو دعوت الی اللہ کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ان دونوں صفات؛ اقرارِ عبودیت واقرارِ رسالت کی شہادت کا لازمی نتیجہ ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں افراط وتفریط ختم ہو جاتی ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے بہت سارے لوگ آپ کے بارے میں افراط اور غلو سے کام لیتے ہیں' یہاں تک کہ آپ کو عبودیت و بندگی کے مقام سے اٹھا کر اللہ کے علاوہ آپ کی عبادت کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپ سے مدد مانگنے لگے اور ایسی ایسی دعائیں کرنے لگے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی پورا کرسکتا ہے' جیسے کہ ان کی حاجات پوری کرنا یا ان کی مشکلات ختم کرنا۔

دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا ہے یا آپ کی تابعداری میں کوتاہی کی یا آپ کے حقیقی مقام سے آپ کو کم درجے پر لانے کی کوشش کی۔نتیجتاً دوسرے لوگوں کی باتوں کو آپ ﷺ کے حکم پر ترجیح دی' آپ ﷺ کی سنت سے زیادتی کی اور اس سے منہ موڑا اور صریحاً آپ ﷺ کو چھوڑ کر دوسروں کے احکام کو قبول کرلیا۔

ارکانِ ایمان

ایمان: ایمان نام ہے قول وعمل کا' جونیکی کرنے سے بڑھتا ہے اور گناہوں اور غلطیوں سے کم ہوتا ہے۔ ایمان دل و زبان سے کہنے' دل' زبان اور اعضائے جسم سے کام کرنے پر مشتمل ہے۔ چنانچہ دل کا قول اعتقاد رکھنا اور اس کی تصدیق کرنا ہے' زبان کا قول اس کا اقرار کرنا ہے۔ دل کا کام تسلیم' اخلاص' تابعداری' محبت اور نیک کام کے لیے ارادہ کرنا ہے۔ اعضائے جسم کا کام واجبات وفرائض کی ادائیگی اور ممنوعہ کاموں سے رک جانا ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے کچھ ارکان ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱) اللہ پر ایمان' (۲) فرشتوں پر ایمان' (۳) کتابوں پر ایمان' (۴) رسولوں پر ایمان' (۵) آخرت پر ایمان' (۶) اچھی بری تقدیر پر ایمان۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

''رسول ایمان لایا اُس چیز پر جو اُس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر' اُس کے فرشتوں پر' اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اُس کے

رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں، اے ہمارے رب، اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔'' (البقرة:٢٨٥)

اور جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((الايمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ)) [صحیح مسلم۸]

''ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر، اور یہ کہ تم ایمان لاؤ اچھی بری تقدیر پر۔''

صحیح عقیدہ کے یہ چھ بنیادی اصول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا، اور یہی عقیدہ دے کر اپنے رسول محمد ﷺ کو بھیجا، انہیں ارکانِ ایمان کہا جاتا ہے۔

اول: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ربوبیت میں، الوہیت میں اور اسماء وصفات میں تنہا و یکتا مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان میں درج ذیل باتوں پر ایمان لانا داخل ہے:

(ا) اس بات پر ایمان لانا کہ وہی ذات حقیقی معبود ہے‘ وہی عبادت کا حقدار ہے دوسرا کوئی نہیں‘ اس لیے کہ اس نے بندوں کو پیدا کیا ہے‘ اُن کے ساتھ مہربانی کرتا ہے‘ انہیں رزق پہنچا رہا ہے‘ لوگوں کے چھپے اور ظاہر کو جانتا ہے‘ تابعدار کو بدلہ دینے اور نافرمان کو سزا دینے پر قادر ہے۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ تمام اقسام کی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کی جائیں‘ عاجزی‘ رغبت اور خوف کے ساتھ ہو‘ کامل ترین محبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور اس کی عظمت کے سامنے بچھ جائے۔ اسی عظیم اصول کو بیان کرنے کے لیے قرآن کریم کا اکثر حصہ نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ، اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط﴾

’’پس آپ اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ آگاہ رہو کہ اُسی کے لیے دین خالص ہے۔‘‘ (الزمر: ۲،۳)

نیز فرمایا:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ (بنی اسرائیل:۲۳)

’’تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم سب صرف اسی کی عبادت کرو‘‘۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المومن: ۱۴)

’’تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے لیے دین کو خالص کر کے خواہ کافر برا مانیں‘‘۔

اور عبادت کی بہت زیادہ قسمیں ہیں۔ مثلاً: دعا کرنا' خوف کھانا' امید رکھنا' توکل کرنا' رغبت کرنا' ڈرنا' عاجزی کرنا' خطرہ محسوس کرنا' جھکنا' مدد طلب کرنا' پناہ طلب کرنا' بارش طلب کرنا' ذبح کرنا' نذر دینا۔ ان کے علاوہ بھی عبادت کی بہت ساری شکلیں ہیں جنہیں غیر اللہ کے لیے کرنا جائز نہیں' بلکہ غیر اللہ کے لیے کرنا شرک وکفر ہے۔

دعا کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ (المومن: ٦٠)

''اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا' اور یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں' وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ))[سنن الترمذی ٢٩٦٩]

''دعا ہی عبادت ہے''۔[امام ترمذی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

خوف کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (ال عمران: ١٧٥)

’’چنانچہ تم ان سے خوف نہ کھاؤ‘ اگر سچے مؤمن ہو تو مجھ سے خوف کھاؤ‘‘۔

رجاء (آرزو رکھنے) کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (الکھف: ۱۱۰)

’’تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے‘‘۔

توکل کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (المائدہ: ۲۳)

’’اور اگر تم مؤمن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے‘‘۔

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾ (الطلاق: ۳)

’’اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا‘‘۔

رغبت‘ ڈر اور خشوع کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴾ (الانبیاء: ۹۰)

’’یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے‘ اور ہمیں لالچ‘ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے‘ اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے‘‘۔

ڈرنے (خطرہ محسوس کرنے) کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِیۡ ﴾ (البقرہ: ۱۵۰)

''تم ان سے نہ ڈرو، مجھ ہی سے ڈرو''۔

انابت کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ ﴾ (الزمر: ٥٤)

''تم سب اپنے رب کی طرف جھک پڑو اور اس کی تابعداری کیے جاؤ''۔

مدد طلب کرنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴾ (الفاتحہ)

''صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی ہم مدد طلب کرتے ہیں''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَاِذَا اسۡتَعَنۡتَ فَاسۡتَعِنۡ بِاللّٰه)) [سنن الترمذی ٢٥١٦]

''جب مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو''۔

پناہ مانگنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (الناس)

''کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں''۔

فریاد کرنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِذۡ تَسۡتَغِیۡثُوۡنَ رَبَّکُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَکُمۡ ﴾ (الانفال:۹)

''اُس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی''۔

ذبح کرنے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ، لَا شَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴾

(الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

''آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز' میری قربانی' میرا جینا' میرا مرنا اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے' اُس کا کوئی شریک نہیں' اور مجھے اسی کا حکم ہوا ہے' اور میں سب ماننے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں''۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰہُ مَنۡ ذَبَحَ لِغَیۡرِ اللّٰہِ)) [صحیح مسلم ۱۹۷۸]

''اللہ نے لعنت کی اس شخص پر جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا''۔

نذر کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَیَخَافُوۡنَ یَوۡمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسۡتَطِیۡرًا ﴾

''جو نذر پوری کرتے ہیں' اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی
چاروں طرف پھیل جانے والی ہے۔'' (الانسان: ۷)

حتیٰ کہ محض عادات اگر ان کا مقصد طاعت الٰہی پر تقویت حاصل کرنا ہے' جیسے سونا' کھانا پینا' رزق کمانا اور شادی وغیرہ' یہ سارے کام اگر سچی نیت سے کیے جائیں تو وہ عبادت کا حکم رکھتی ہیں اور مسلمان کو اس پر اجر ملتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا ایک حصہ یہ ہے کہ ان تمام فرائض اور واجبات اسلام کے پانچ ظاہر ارکان پر بھی ایمان لایا جائے جو اس نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں' اور وہ یہ ہیں: (۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا' (۲) نماز قائم کرنا' (۳) زکوٰۃ ادا کرنا' (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا' (۵) جس کو استطاعت ہو اس کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا۔ اور ان کے علاوہ دیگر فرائض پر ایمان لانا جنہیں شریعت مطہرہ نے فرض قرار دیا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں شامل ہے کہ ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ہی سارے جہان کو پیدا کرنے والا ہے' اس کے معاملات کو چلانے والا ہے' اور جس طرح چاہتا ہے اپنے علم اور قدرت کے مطابق نظام چلاتا ہے' وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے' اور سارے جہانوں کا پروردگار ہے' نہ اس کے علاوہ کوئی خالق ہے' نہ اس کے علاوہ کوئی رب ہے۔ اُسی نے رسولوں کو بھیجا' کتابوں کو نازل کیا' تاکہ بندوں کی اصلاح ہو جائے' اور ان کو اس راستے کی طرف

دعوت دی جائے جس میں ان کی دنیا وآخرت کی نجات اور بھلائی ہے' اور یہ کہ کوئی بھی ان معاملات میں اللہ کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ (الزمر: ٦٢)

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے''۔

(۴) اللہ تعالیٰ پر ایمان کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس کے اسماءِ حسنیٰ اور عظیم صفات پر بھی ایمان لایا جائے' جن کا تذکرہ کتاب اللہ میں موجود ہے اور رسول امین ﷺ سے ثابت ہیں۔ نہ تو ان کے معنیٰ کو بدلا جائے' نہ ہی بے معنیٰ سمجھا جائے' نہ ہی ان کی کیفیت بیان کی جائے اور نہ ہی مخلوق سے اس کی مثال دی جائے۔ البتہ ان عظیم معانی پر ایمان لایا جائے جو ان کلمات میں موجود ہیں' اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں' لہٰذا ضروری ہے کہ ان کو اس طرح مانا جائے جو اللہ تعالیٰ کے عظیم مقام و مرتبے کے شایان شان ہو' البتہ مخلوق سے ان کی مشابہت نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوریٰ: ١١)

''اُس کی ذات جیسی کوئی چیز نہیں' اور وہ سمیع و بصیر ہے''۔

دوم: فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانے کی دو شکلیں ہیں۔ مجمل اور مفصل۔

مجمل ایمان: چنانچہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا اور ان کی فطرت اطاعت پر رکھی ہے۔ ان کی بہت ساری قسمیں ہیں' کچھ فرشتے عرش باری تعالیٰ کو اٹھائے ہوئے ہیں' کچھ فرشتے جنت وجہنم کے نگہبان ہیں' کچھ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

مفصل ایمان: جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے نام دیا ہے ان پر بھی ایمان لاتے ہیں' جیسے جبریل' میکائیل' جہنم کا نگران مالک' صور پھونکنے کا ذمہ دار اسرافیل وغیرہ۔

فرشتوں کو اللہ نے نور سے پیدا کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((خُلِقَت الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ)) [صحيح مسلم ٢٩٩٦]

''فرشتوں کی پیدائش نور سے ہوئی ہے' جنوں کی پیدائش بھڑکتی ہوئی آگ سے ہوئی ہے اور آدم کی پیدائش اس چیز سے ہے جو تمہیں بتادی گئی ہے''۔

سوم: کتابوں پر ایمان

کتابوں پر مجملاً ایمان اس طرح واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام پر کتابیں نازل کی ہیں' تاکہ بندوں پر اپنا حق

واضح کردے' اورانہیں حق کی طرف دعوت دی جائے۔

کتابوں پر تفصیلی ایمان کی شکل یہ ہے کہ ہم ان کتابوں کوان کے نام سے مانیں' مثلاً تورات' انجیل' زبور' اورقرآن حکیم۔قرآن آخری کتاب ہے' وہی ان کی محافظ ہےاوران کی تصدیق کرنے والی ہے' اسی کی اتباع کرنا اوراسی کے فیصلے کو ماننا ساری امت کی ذمہ داری ہے۔اس کے ساتھ ساتھ صحیح سنتِ رسول کو ماننا بھی ضروری ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہےاورآپ پر یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ اس کے مطابق آپ ﷺ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔ نیز قرآن کریم کو سینے کے روگ کے لیے شفا بنایا ہےاور ہر چیز کو واضح کرنے والا' ذریعہ ہدایت اور جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اور یہ ایک کتاب ہے بڑی خیر و برکت والی' چنانچہ اس کا اتباع کرواور ڈروتاکہ تم پر رحمت ہو''۔(الانعام ۱۵۵)

نیزفرمایا: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (النحل ۸۹)

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہےاور ہدایت ورحمت اورخوشخبری ہے مسلمانوں کے لیے''۔

چہارم: رسولوں پر ایمان

مجمل و مفصل دونوں طرح رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے' چنانچہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف رسولوں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والے تھے' ڈرانے والے تھے اور حق کی طرف دعوت دینے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:۳٦)

''ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (۱) سے بچ کر رہو''۔

چنانچہ جس کسی نے انبیاء ورسل کی بات مان لی وہ سعادتمندی وسلامتی سے ہم کنار ہوا اس نے کامیابی اور سلامتی پالی' اور جس نے مخالفت کی اس کا انجام ناکامی وندامت رہا۔

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ تمام رسولوں کی ایک دعوت تھی اور وہ یہ کہ اللہ کی توحید کا اقرار اور تنہا اسی کی عبادت' ہاں البتہ احکام شریعت میں مختلف تھے۔ اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ انبیاء و

---

(۱) شریعت میں ہر وہ چیز طاغوت کہلاتی ہے جو اللہ کے مقابلے میں اپنی عبادت کروائے خواہ وہ انسان کا اپنا نفس ہو' برادری' رسم ورواج ہو یا ملکی قانون ہو' خواہ وہ علماء اور پیر ہی ہوں جو اللہ کی شریعت کے مقابلے میں اپنی شریعت چلاتے ہوں۔ [مترجم]

رسل کو دوسروں پر فضیلت بخشی۔ اور یہ کہ ان سب میں سے افضل اور آخری ہمارے نبی محمد ﷺ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (بنی اسرائیل:٥٥)

''ہم نے کچھ نبیوں کو دوسروں پر فضیلت عطا کی''۔

نیز فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾ (الاحزاب:٤٠)

''محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں' البتہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں''۔

جس کسی نبی رسول کا نام اللہ تعالیٰ نے بیان کیا' یا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوا اس پر تفصیل اور نام کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ جیسے حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام۔ [ان کے علاوہ بھی متعدد انبیاء و رسل کے نام قرآن حکیم میں موجود ہیں' جن کی کل تعداد پچیس ہوتی ہے۔]

پنجم: آخرت پر ایمان

آخرت پر ایمان کے حوالے سے ہر وہ چیز اس میں داخل ہو جاتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے۔ مثلاً: امتحانِ قبر' اس کا

عذاب یا نعمتیں' اور جو کچھ قیامت کے دن ہوگا' مثلاً: ہولناک حالات' مشکلات' پل صراط' ترازو' حساب' جزاء' اعمال نامے کا پھیلایا جانا' لوگوں کے سامنے ان کے اعمال ناموں کا اڑنا۔ چنانچہ کوئی اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لے گا اور کوئی پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں لے گا۔ ایمان آخرت کے ضمن میں حوض کوثر پر ایمان لانا جس کے ساقی ہمارے نبی محمد ﷺ ہوں گے اور ہر نبی کا اپنا اپنا حوض ہوگا جس کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ ایمانِ آخرت کے ضمن میں یہ باتیں بھی شامل ہیں: جنت وجہنم پر ایمان' اہل ایمان کا اپنے رب کو دیکھنا' اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے بات کرنا' اور بھی کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم اور صحیح سنتِ رسول اللہ ﷺ میں آیا ہے' ان تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کیا ہے اس کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے۔

ششم: قضاء وقدر پر ایمان لانا

قضاء وقدر پر ایمان چار باتوں کو شامل ہے:

(۱) جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے ان سب باتوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے' اور وہ جانتا ہے اپنے بندوں کے حالات کو' ان کے رزق کو' ان کی زندگیوں کو' اور ان کے اعمال وغیرہ کو' ان میں سے کوئی ادنیٰ چیز بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (التوبة ١١٥)

’’یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ہر چیز کا علم ہے‘‘۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جو بھی فیصلہ کیا ہے اور تقدیر مقرر کی ہے اس کو لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یٰس ١٢)

’’ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے‘‘۔

(۳) اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و ارادہ نافذ ہو کر رہے گا۔ جو اُس نے چاہا ہو گیا، جو نہیں چاہا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ط﴾ (آل عمران ٤٠)

’’اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے‘‘۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے اس مقدر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اس چیز کو پیدا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت ٩٦)

’’اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے کاموں کو پیدا کیا ہے‘‘۔

اقسام شرک

شــرك: شرک یہ ہے کہ بندہ' اللہ تعالیٰ کی ربوبیت' عبادت یا اسماء وصفات میں کسی کو بھی حصہ دار بنادے۔

شرک دوقسم کا ہے: شرکِ اکبر' شرکِ اصغر۔

(ا) شرکِ اکبر: شرک اکبر یہ ہے کہ کسی قسم کی عبادت کو غیر اللہ کے لیے کیا جائے' اگر اس قسم کا شرک کرنے والا انسان توبہ کئے بغیر اسی حال میں مرجائے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اسی طرح اس کے سارے اعمال ضائع ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾(الانعام ۸۸)

(اٹھارہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اسماء گرامی ذکر کرنے کے بعد فرمایا:) ''اگر (بالفرض) یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے رہے تھے وہ سب کے سب ضائع ہوجاتے''۔ [اَعَاذَنَا اللّٰه مِنَ الشِّرك]

سچی اور خالص توبہ کے بغیر اللہ تعالیٰ شرک اکبر کی مغفرت نہیں کرتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء ۴۸)

’’یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے‘ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا‘‘۔

شرک اکبر کی قسمیں

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے دعا کرنا‘ غیر اللہ کے نام کی نذر دینا‘ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا‘ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اور شریک بنا کر ان سے اسی طرح محبت کرنا جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرة:١٦٥)

’’اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔‘‘

شرکِ اصغر

جس کام کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں شرک سے تعبیر کیا گیا ہو اور وہ حقیقتاً شرکِ اکبر تک نہ پہنچتا ہو وہ شرکِ اصغر ہوتا ہے۔ ایسے کام سے انسان اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا‘ بلکہ اُس کی توحید میں کمی آ جاتی ہے۔ جیسے کہ معمولی قسم کا دکھلاوا یا ہر وہ کام جو شرکِ اکبر کا ذریعہ بن سکتا ہو‘ البتہ وہ شرکِ اکبر میں سے نہ ہو‘ جیسے قبر کے قریب اللہ کے لیے نماز ادا کرنا‘ یا غیر اللہ کے نام

کی قسم کھانا' (البتہ یہ اعتقاد نہ ہو کہ یہ شخص نفع یا نقصان دے سکتا ہے) یا اس طرح کہنا جو اللہ چاہیے اور فلاں انسان چاہے' اور اس قسم کے دوسرے اعمال و اقوال۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((**أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيكُمُ الشِّركُ الأصغرُ**)) فسُئِل عنه فقال: ((**الرِّياء**)) [مسند احمد ٥/٤٢٨۔صحيح الجامع ١٠٠٠]

''تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ اندیشہ شرک اصغر کا ہے''۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دکھلاوا'' (یعنی ریاکاری)۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((**مَنْ حَلَفَ بِغَيرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ**))(ابوداود ٣٢٥١، صحيح الجامع الصغير ٦٢٠٤)

''جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا۔''

شرک اصغر کی قسم میں درج ذیل اعمال شامل ہیں: تعویذ گنڈے باندھنا' کڑا پہننا' دھاگہ باندھنا تاکہ موجود بیماری و مشکلات کو ٹالا جائے یا آئندہ کے لیے بچا جا سکے۔ لیکن اگر اُس نے یہ اعتقاد رکھ لیا کہ یہ چیزیں سبب نہیں بلکہ خود نفع نقصان کی مالک ہیں تو شرکِ اکبر ہو جائے گا۔

ہدایت یافتہ جماعت کے اعتقادات کا خلاصہ

فرقہ ناجیہ کا عقیدہ یقیناً وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ یہ کہ ایک سچا مؤمن اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے اور حقیقی معبود ہے' تمام کمالات صرف اُسی کے ہیں' چنانچہ مؤمن صرف اسی ایک ذات کی عبادت کرتا ہے' اطاعت میں اُسی کے لیے خالص و مخلص ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے' بنانے والا ہے' ٹک سُک بنانے والا ہے' رزق دینے والا ہے' عطا کرنے والا اور روکنے والا ہے اور سارے نظام کو چلانے والا ہے۔

اسی کی ذات ہی حقیقی معبود ہے' اُس کی ذات سب سے اوّل ہے' اُس سے پہلے کچھ نہ تھا' سب سے آخری ہے' اُس کے بعد کوئی چیز نہیں' ایسا غالب ہے کہ اُس کے اوپر کوئی چیز نہیں' ایسا باطن ہے کہ اُس کے نیچے کوئی چیز نہیں۔

اُس کی ذات بلند اور سب سے بلند ہے' ہر معنی و اعتبار سے اُس کی ذات اونچی ہے' اُس کا مقام اونچا ہے' اُس کا غلبہ و طاقت سب سے اوپر ہے۔

اللہ جل جلالہ کی ذات عرش پر مستوی ہے' ایسا استواء جو اُس کے مقام و عظمت کے لائق ہو۔ وہ سب سے اونچا اور سب سے اوپر ہے۔ اُس کا علم ظاہر و

باطن کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ آسمانی دنیا اور زمینی دنیا کو جانتا ہے۔ اپنے علم کی بنیاد پر وہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کے تمام حالات کو جانتا ہے' وہ خود قریب اور دعا قبول کرنے والا ہے۔

وہ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ساری کی ساری مخلوق اپنی ضروریات کے لیے ہمہ وقت اس کی محتاج ہے' اور کوئی بھی لحظہ بھر کے لیے اُس کی ذات سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اُس کی ذات مہربان اور سراپا رحمت ہے۔ بندوں کے پاس جو بھی دینی یا دنیوی نعمت ہے سب اُسی کی عطا ہے۔ وہی ذات نعمتیں عطا کرتی ہے اور وہی پریشانیاں دور کرتی ہے۔

اُس کی رحمت ہی کا حصہ ہے کہ وہ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے' پھر اعلان کرتا ہے:

((مَنْ ذَا الَّذِی یَسْأَلُنِی فَأُعْطِیَهُ، مَنْ ذَا الَّذِی یَسْتَغْفِرُنِی فَأُغْفِرَ لَهُ))

[صحیح البخاری ۱۰۹۴ وصحیح مسلم ۷۰۸]

''کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اُسے دے دوں! کون مجھ سے مغفرت کا طلبگار ہے کہ میں اُس کی بخشش کردوں!''

اور یہ سلسلہ طلوع فجر تک چلتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان پر نزول فرماتا ہے' اُس کا نزول اُس کی شان جل جلالہ کے شانِ شایان ہوتا ہے۔

وہ حکیم ذات ہے' احکامِ شریعت اور تقدیر نظام میں اُس کی عظیم حکمت

ظاہر ہوتی ہے۔ اُس نے کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں کی' اس کی مقرر کردہ شریعت یا تو انسانوں کے مصلحت و فائدہ کے لیے ہے یا پھر انہیں نقصان سے بچانے کے لیے ہے۔

اُس کی ذاتِ اَقدس بہت زیادہ اور بار بار توبہ قبول کرنے والی ہے' در گزر کرتی ہے اور معاف کر دیتی ہے۔ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کی غلطیوں کو از خود بخش دیتا ہے۔ توبہ کرنے والوں' استغفار کرنے والوں اور اُس کی طرف رجوع کرنے والوں کے بڑے بڑے گناہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ وہ ایسا قدردان ہے کہ تھوڑے عمل کو قبول کر کے زیادہ اجر عطا فرما دیتا ہے اور اپنے فضل سے شکر گزاروں کو اور زیادہ عطا کرتا ہے۔

سچا مؤمن ہر اُس صفت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے جو صفت اللہ نے خود بیان کی ہے یا اُس کے رسول نے بیان کی ہے' جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں' مثلاً مکمل زندگی' کامل سماعت و بصارت' کامل ترین قدرت' عظمت' بڑائی' شان' جلال' جمال' اور کمال اور ہر قسم کی حمد و ثنا۔

اور جو بات کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں وارد ہے اس پر بھی ایمان لاتا ہے' اور یہ کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو جنت میں جیتی جاگتی آنکھ کے ساتھ دیکھیں گے۔ دیدارِ ربانی کی نعمت اور اُس کی رضا کا حصول جنت کی عظیم ترین نعمت اور لذت ہے۔

اور اس بات پر بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ جو آدمی توحید و ایمان کے بغیر مر گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا۔ البتہ جن اہل ایمان نے کبیرہ گناہ کیے اور وہ توبہ کیے بغیر مر گئے' اور گناہوں کو دھونے والا کوئی نیک کام بھی نہیں کیا' اور نہ ہی انہیں شفاعت مل سکی' ایسے لوگ خواہ جہنم میں چلے بھی جائیں وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے' اور جس کسی کے دل میں رائی کے دانے جتنا ایمان ہوگا وہ جہنم میں مستقل نہیں رہے گا' وہ بالآخر (سزا پانے کے بعد) باہر آ جائے گا۔

اور یہ کہ ایمان دل کے اعتقاد اور اقوال و اعمال پر مشتمل ہے' نیز اعضاء جسم کے اعمال اور زبان کے اقوال کو شامل ہے۔ جس نے مکمل طریقے سے ذمہ داری نبھائی وہ پکا مؤمن ہے' وہ ثواب کا حقدار ہے اور عذاب سے محفوظ رہے گا۔ جس نے کمی کوتاہی کی اُس قدر اُس کا ایمان کمزور ہے۔ لہٰذا یہ قاعدہ بن گیا کہ اطاعت گزاری اور نیکی سے ایمان بڑھتا ہے' گناہ اور غلطی سے کم ہو جاتا ہے۔

مؤمن بندہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیں' جو کہ اہل ایمان کے لیے خود اُن کی اپنی ذات سے زیادہ مہربان ہیں۔ وہ خاتم الانبیاء ہیں' بشیر و نذیر بنا کر تمام جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجے گئے۔ اللہ کی مرضی کے مطابق وہ دین کے داعی ہیں اور روشن چراغ' دین و دنیا کی اصلاح کی ذمہ داری دے کر ان کو

مبعوث فرمایا گیا تاکہ لوگ ایک اللہ جس کا کوئی شریک نہیں' کی عبادت کر سکیں اور اللہ کے رزق کے ذریعے عبادت کے لیے طاقت حاصل کریں۔ مؤمن یہ بھی جانتا ہے کہ آپ ﷺ ساری مخلوق کے مقابلے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے' سب سے زیادہ سچے' سب سے زیادہ خیر خواہ اور بات واضح طور پر بیان کرنے میں سب سے زیادہ عظمت والے ہیں۔ لہٰذا مؤمن آپ کو تعظیم دیتا ہے' آپ سے محبت کرتا ہے' آپ کی محبت کو ساری کائنات کی محبت پر مقدم رکھتا ہے' دین کی ہر چھوٹی بڑی بات میں آپ ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور ہر دوسرے انسان کے قول یا راہنمائی پر آپ ﷺ کے قول اور راہنمائی کو ترجیح دیتا ہے۔

مؤمن کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو فضائل' خصائص اور کمالات عطا کیے ہیں وہ کسی دوسرے کو نہیں دیئے' لہٰذا آپ ﷺ مقام و مرتبہ کے لحاظ سب سے اعلیٰ مقام پر ہیں' آپ ﷺ کی وجاہت بھی عظیم ترین ہے اور ہر فضیلت میں آپ ﷺ کامل ترین ہیں۔ کوئی بھلائی کی بات ایسی نہیں جو آپ ﷺ نے امت کو نہ بتائی ہو' اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے خبردار نہ کیا ہو۔

مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی گئی ہر کتاب اور ہر رسول پر ایمان رکھتا ہے' خواہ اُسے ان انبیاء کے نام کا علم ہوا یا نہیں ہوا۔ وہ رسولوں پر ایمان لانے میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتا' اور یہ کہ ان تمام انبیاء کا مقصد رسالت ایک ہی ہے' وہ یہ کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے۔

مؤمن ہر طرح کی تقدیر پر ایمان لاتا ہے' اور یہ بھی جانتا ہے کہ بندوں کے تمام اچھے بُرے کام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں' اُس کے قلم نے لکھ رکھے ہیں' اُس کی مرضی ومشیت اس میں نافذ ہے' اللہ کی حکمت کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو قدرت وارادہ دیا ہے اور یہ بندے اپنی مرضی سے بات کرتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی چیز پر مجبور نہیں کیا' بلکہ انہیں خود مختار بنایا ہے۔ بالخصوص اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے عدل وحکمت کے تحت ایمان کی محبت دی ہے اور اسے اہل ایمان کے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔ کفر' گناہ اور نافرمانی کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔

نیز دین کے بنیادی اصول میں سے ہے کہ مؤمن کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ' اُس کی کتاب' اُس کے رسول اور مسلمانوں کے قائدین اور عوام کے ساتھ خیر خواہی وہمدردی رکھے' بھلائی کا حکم دیتا رہے' بُرائی سے روکتا رہے جس حد تک شریعت نے اُسے پابند بنایا ہے۔ والدین کی خدمت کرے' قریبی رشتہ داروں سے اچھا تعلق رکھے' صلہ رحمی کرے' پڑوسی اور دوسرے لوگوں سے احسان کا برتاؤ کرے' اللہ کی تمام مخلوق سے اچھا برتے۔ اچھے اور عمدہ اخلاق کی طرف لوگوں کو دعوت دے' بُرے اخلاق اور بُرے کاموں سے لوگوں کو روکے۔

مؤمن اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ سب سے زیادہ کامل ایمان اسی شخص کا ہے جس کے اعمال اچھے ہوں' زبان کا سچا ہو' ہر بھلائی اور نیکی کی طرف

آگے بڑھنے والا ہو اور ہر بُرائی سے دور رہنے والا ہو۔

مؤمن یہ بات بھی خوب جانتا ہے کہ فی سبیل اللہ جہاد کا حکم تا قیامت لاگو رہے گا اور یہ دین کا سب سے بلند مقام ہے' خواہ جہاد علم ودلیل کے ذریعے ہو یا جہاد ہتھیار کے ذریعے ہو۔ اور یہ کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق دین کا دفاع کرے' چاہے امام وقت (حکمران) نیک ہو یا بُرا' جہاد میں اس کا ساتھ دے' جب تک کہ شرطیں پوری ہوں اور اس کے اسباب باقی ہوں۔

اسلام کے بنیادی اصول میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو باہم متحد ومتفق رکھنے کے لیے پوری محنت وکوشش کی جائے' ان کے دلوں کو باہم جوڑنے کے لیے خلوص کے ساتھ جدوجہد کی جائے، مسلمانوں میں باہمی تفرقہ ڈالنے' دشمنیاں اور بغض پیدا کرنے سے پرہیز کیا جائے اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر وسیلہ اختیار کیا جائے۔ اسی طرح مخلوق خدا کو کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچائی جائے' نہ جان میں نہ مال میں اور نہ ہی عزت وآبرو کے معاملات میں اور دیگر حقوق میں' خواہ معاملہ کافروں کے ساتھ ہو یا مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کے ساتھ طے کیا جائے۔

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ سب سے افضل امت' امت محمد ﷺ ہے اور امت میں سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں' بالخصوص خلفاء راشدین' عشرہ مبشرہ (جن دس صحابہ کرام کو دنیا میں جنتی ہونے کی سند مل گئی

تھی)، بدر والے، بیعتِ رضوان (صلح حدیبیہ کے موقع پر) میں شریک ہونے والے، نیز مہاجروں اور انصار میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے۔ چنانچہ وہ سب صحابہ کرام سے والہانہ محبت رکھتا ہے اور یہ محبت اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔ ان کی خوبیوں کو عام کرتا ہے، ان کے بارے میں جو غلط باتیں منسوب ہیں ان سے خاموشی اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر وہ احترام کرتا ہے علماء کرام کا، انصاف پسند حکمرانوں کا، جن لوگوں نے بھی دین کی خدمت کی ہے اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ وہ ان حضرات کو، دین میں شک، عقیدے میں شرک، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے، ایمان میں نفاق اور بُرے اخلاق سے محفوظ رکھے اور زندگی کی آخری سانس تک یہ لوگ اپنے نبی ﷺ کے دین پر قائم و دائم رہیں۔

یہ چند اصولی باتیں تھیں جن پر ہدایت یافتہ جماعت خود ایمان رکھتی ہے اور اسی کی طرف دوسروں کو بھی دعوت دیتی ہے۔

مسائل طہارت

طہارت ونجاست:

نجاست: ہر وہ چیز جس سے بچنا اور وہ کہیں لگ جائے تو دھونا ایک مسلمان پر واجب ہوا سے نجاست کہتے ہیں۔اگر کپڑے یا بدن کو نجاست لگ جائے تو اسے دھونا واجب ہے' حتیٰ کہ وہ ختم ہو جائے' بشرطیکہ وہ دیکھی جاسکتی ہو' جیسے کہ حیض کا خون' اگر دھونے کے بعد بھی کچھ نشان باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں' بشرطیکہ یہ نشان ختم کرنے میں مشقت ہو۔اگر نجاست نظر نہ آتی ہو تو بس ایک مرتبہ دھونا ہی کافی ہوگا۔

اگر زمین پر نجاست لگ گئی تو اس پر پانی بہا دینے سے پاک ہو جائے گی۔اگر نجاست سیال (Liquid) شکل میں ہو تو خشک ہونے سے ہی زمین پاک ہو جائے گی' ہاں البتہ اگر نجاست غیر سیال ہو تو اسے وہاں سے ہٹائے بغیر زمین پاک نہ ہوگی۔

پاکی حاصل کرنے اور نجاستوں کو دور کرنے کے لیے پانی استعمال کیا جائے گا خواہ پانی بارش کا ہو' سمندر کا ہو یا کسی اور جگہ کا۔اس مقصد کے لیے مستعمل پانی بھی دوبارہ استعمال کیا جاسکتا ہے اور وہ پانی بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جس میں کوئی طاہر (پاک) چیز ملی ہو' بشرطیکہ وہ پانی اپنی شکل پر ہی باقی رہے۔

البتہ اگر کسی چیز کے ملنے سے اس کی پانی والی شکل بدل گئی تو طہارت کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ جب پانی میں کوئی ناپاک چیز مل کر اس کے ذائقے' بو' یا رنگ کو بدل دے تو اسے نجاست زائل کرنے کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی کوئی صفت نہ بدلے تو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

کسی قسم کا جوٹھا پانی بھی طہارت اور ازالہ نجاست کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے سوائے کتے اور خنزیر کے جوٹھے کے' کیونکہ وہ ناپاک ہوتا ہے۔

اقسام نجاست:

نجاست کی متعدد قسمیں ہیں' تفصیل یوں ہے:

(ا) پیشاب و پاخانہ۔

(ب) وَدِی: ایک سفید گاڑھا سا مادہ ہے جو کہ پیشاب سے پہلے یا بعد نکلتا ہے۔

(ج) مَذِی: سفید' لیس دار مادہ ہے جو کہ شہوت میں تیزی کے وقت نکلتا ہے۔

البتہ منی طاہر ہے' اگر تازہ ہو تو اسے دھونا' خشک ہو تو کھرچ دینا مستحب ہے۔

(د) جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا پیشاب و پاخانہ۔ البتہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب و پاخانہ نجس نہیں ہے۔

ان تمام نجاستوں کو دھو دینا اور اگر بدن و کپڑے میں لگ جائے تو انہیں

دور کر دینا ضروری ہے۔

(۶) حیض ونفاس کا خون

البتہ مذی کا حکم یہ ہے کہ بس کپڑے پر چھینٹیں مار دیں۔

احکام نجاست:

(۱) اگر انسان کو کوئی چیز لگ جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ آیا یہ نجس ہے یا طاہر ہے تو اس بارے میں پوچھنا ضروری نہیں ہے' نہ اسے دھونا ضروری ہے' اس لیے کہ ہر چیز کی اصل طہارت ہے۔

(۲) ایک انسان نماز سے فارغ ہو گیا اور اسے اپنے کپڑے یا جسم پر نجاست ملی' اسے پہلے سے اس کا علم نہیں تھا یا اگر تھا بھی تو بھول چکا تھا' اب اس کی نماز صحیح ہے۔

(۳) جس آدمی کو کپڑے پر لگی ہوئی نجاست مل نہیں رہی اس پر لازم ہے کہ اسے تلاش کرے اور جس جگہ کے بارے میں غالب گمان ہو اسے دھو ڈالے' اس لیے کہ نجاست محسوس کی جانے والی چیز ہے' اس کا رنگ' ذائقہ اور بو ہوتی ہے۔

قضائے حاجت:

قضائے حاجت کے آداب یہ ہیں:

(۱) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں رکھتے ہوئے کہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنّی أَعُوذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

[صحیح البخاری ١٤٢ وصحیح مسلم ٣٧٥]

''اللہ کے نام پر' اے اللہ! خبیث جنوں اور جنّنیوں کے شر سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں''۔

باہر آتے ہوئے دایاں پاؤں پہلے نکالے اور کہے:

((غُفْرَانَکَ)) [سنن أبی داود ٣٠۔ امام البانی نے صحیح کہا ہے۔]

''مولیٰ تیری بخشش کا طلبگار ہوں''۔

(۲) اپنے ساتھ حمام میں کوئی ایسی چیز لے کر نہ جائے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو الا یہ کہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔

(۳) صحرا یا کھلی جگہ میں قضائے حاجت کے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے' البتہ عمارت کے اندر قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کیا جا سکتا ہے۔

(۴) لوگوں سے پردہ پوشی کرنا ضروری ہے' اس بارے میں سستی نہیں کرنا چاہیئے۔ واضح رہے کہ مرد کا پردہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور عورت کا پردہ سارا جسم ہے' البتہ نماز میں چہرے کا پردہ نہیں ہے' بشرطیکہ وہاں غیر محرم نہ ہو' ورنہ چہرے کو بھی نماز میں چھپائے۔

(۵) اس بات کی شدید احتیاط کرنا چاہیئے کہ انسان کے جسم یا کپڑے کو

پیشاب پاخانہ لگے۔

(۶) قضائے حاجت کے بعد پانی سے طہارت کرنا چاہئے یا ٹیشو یا پتھر استعمال کرکے نجاست صاف کردینا چاہئے۔ استنجا کرتے وقت بایاں ہاتھ استعمال کرنا ہوگا۔

وضو:

وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَقْبَلُ الله صَلَاةَ أحدكم اذا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ))

[صحيح البخارى ٦٩٥٤ وصحيح مسلم ٢٢٥]

''کوئی جب بے وضو ہو جائے تو وضو کئے بغیر اس کی نماز قبول نہیں ہوتی''۔

وضو کرتے ہوئے ترتیب اور تسلسل کا خیال رکھنا اشد ضروری ہے۔

وضو کرنے کے عظیم فضائل وفوائد ہیں، ہر انسان کو ان کا علم رہنا چاہئے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ)) [صحيح مسلم ٢٤٥]

''جس شخص نے وضو کیا اور اچھے طریقے سے (سنت کے مطابق) وضو کیا تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی''۔

آپ ﷺ نے دوسرے موقع پر فرمایا:

((مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ)) [صحيح مسلم ٢٣١]

''جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق اچھی طرح وضو کیا' تو فرض نمازیں ان کے درمیانی (گناہوں کا) کفارہ بن جاتی ہیں''۔

وضو کا طریقہ:

(۱) زبان سے بولے بغیر دل سے وضو کی نیت کرے' دل کے پختہ ارادے کو نیت کہتے ہیں۔ پھر کہے: بسم اللہ۔

(۲) اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھولے۔

(۳) اس کے بعد تین دفعہ کلی کرے اور پانی ڈال کر ناک جھڑکے۔

(۴) اس کے بعد تین مرتبہ منہ دھوئے' ایک کان سے دوسرے کان تک' اور لمبائی میں ماتھے کے اوپر جہاں سے بال اگنا شروع ہوتے ہیں وہاں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک۔

(۵) اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے' انگلیوں کے پوروں سے لے کر کہنیوں تک۔ کہنیاں بھی شامل رہیں۔ پہلے دایاں ہاتھ دھوئے پھر بایاں ہاتھ۔

(۶) اس کے بعد سر کا ایک دفعہ مسح کرے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کو بھگو

لے، سر کے اگلے حصے سے پھیرتے ہوئے پیچھے لے جائے، پھر اسی طرح آگے لے آئے۔

(۷) پھر ایک دفعہ کانوں کا مسح کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں شہادت کی انگلیوں کو کانوں کے سوراخ میں ڈال دے اور انگوٹھوں سے کان کے باہر والے حصے کے اوپر پھیر دے۔

(۸) پھر دونوں پاؤں کو تین دفعہ دھوئے، پاؤں کی انگلیوں سے لے کر ٹخنوں تک، ٹخنے بھی شامل رہیں۔ دائیں پاؤں سے دھونا شروع کرے، پھر بایاں پاؤں دھوئے۔

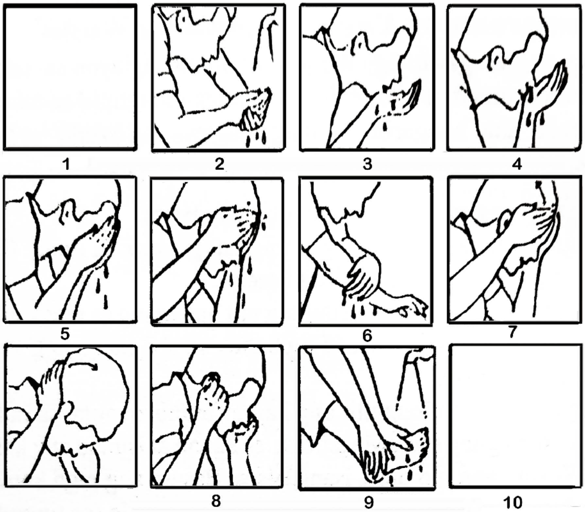

(۹) آخر میں مسنون دعا پڑھے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُسْبِغُ الْوَضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ)) [صحیح مسلم ٢٣٤]

"تم میں سے جو کوئی اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے' پھر کہتا ہے: **((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ))** اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔"

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

موزوں پر مسح کرنا:

دین اسلام کی آسانی و مہربانی کا یہ حصہ ہے کہ اس نے موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی اور عملاً یہ کام آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ)) [البخاری ٢٠٥]

"میں نے نبی ﷺ کو پگڑی اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((بَیْنَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ ذَاتَ لَیْلَۃٍ اِذْ نَزَلَ فَقَضَی حَاجَتَہُ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَیْہِ مِنْ اِدَاوَۃٍ کَانَتْ مَعِیَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَی خُفَّیْہِ)) [صحیح البخاری ۱۸۲ وصحیح مسلم ۲۷٤]

''ایک رات میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا' آپ نیچے تشریف لائے' آپ نے ضرورت پوری کی' میرے پاس ایک برتن تھا اس سے میں نے آپ کے لیے پانی انڈیلا' آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا''۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ موزوں پر مسح کی شرط ہے کہ:

☆ وہ باوضو پہنے گئے ہوں۔

☆ طریقہ یہ ہے کہ گیلے ہاتھ کو قدم کے اوپری حصے پر پھیرلے تلووں کا مسح نہ کرے۔

☆ رہائشی کے لیے مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے۔

☆ اور مسافر کے لیے تین دن تین رات۔

☆ مقررہ مدت ختم ہوتے ہی مسح باطل ہو جاتا ہے،

☆ اسی طرح موزے اتار دینے سے باطل ہو جاتا ہے،

☆ اور جنابت لاگو ہونے سے بھی مسح باطل ہو جاتا ہے' کیونکہ جنابت کی شکل میں نہانے کے لیے موزوں کو اتارنا ضروری ہے۔

وضوتوڑنے والے کام:

(۱) اگلے، پچھلے راستے سے نکلنے والی چیزوں سے، مثلاً پیشاب، پاخانہ، ہوا، منی، مذی، ودِی، خون وغیرہ۔

(۲) نیند۔

(۳) اونٹ کا گوشت کھانا۔

(۴) بے ہوشی، اور عقل کا زائل ہونا۔

غسل کرنا:

طہارت کی نیت سے پورے بدن پر پانی بہانے کو غسل کہتے ہیں۔ غسل اس وقت صحیح شمار ہوگا جب پورے بدن کو دھویا جائے، نیز کلی کی جائے اور ناک میں پانی لیا جائے۔

[اپنی شرمگاہ دھوئے (اور جسم میں جہاں کوئی گندگی، ناپاکی لگی ہے اسے دھوئے،) اس کے بعد ہاتھ کو مٹی میں رگڑ کر (یا صابون سے) دھولے، پھر ویسے وضو کرے جیسے نماز کے لئے کرتا ہے، صرف پیر نہ دھوئے، اس کے بعد سر پر تین چلو پانی ڈال کر بالوں میں انگلیوں کو داخل کر کے اچھی طرح دھولے، پھر دائیں بائیں طرف پانی ڈالتے ہوئے سارے جسم پر پانی بہا کر نہا لے۔ آخر میں نہائے ہوئے جگہ سے ہٹ کر دونوں پیر دھولے[صحیح بخاری ۲۵۶، ۲۶۰]۔

پانچ کاموں کی وجہ سے غسل کرنا فرض ہوجاتا ہے۔

اوّل: خواہ مرد ہو یا عورت، جاگتے میں ہو یا سوتے میں، جب منی شہوت کے ساتھ اور اچھل کر نکلے تو غسل فرض ہوجاتا ہے۔ البتہ اگر بغیر شہوت کے نکلے تو غسل واجب نہیں ہوتا، مثلاً بیماری کی وجہ سے، چوٹ کی وجہ سے یا شدید سردی کی وجہ سے۔ اسی طرح اگر سونے والے کو احتلام تو یاد ہو اور منی یا اس کا نشان نہ ملے تو غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر منی یا اس کے اثرات نظر آئیں خواہ احتلام نہ بھی یاد ہو، تب بھی غسل واجب ہوجاتا ہے۔

دوم: مرد و عورت کی شرمگاہ کا باہم ملنا، یعنی مرد کے آلہ تناسل کا اگلا حصہ عورت کی شرمگاہ میں چلا جائے، خواہ انزال نہ بھی ہو تب بھی غسل واجب ہوجاتا ہے۔

سوم: حیض یا نفاس کا ختم ہوجانا۔

چھارم: موت۔ اس لیے کہ میت کو غسل دینا واجب ہے۔

پنجم: جب کافر مسلمان ہوجائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔

جنبی آدمی کے لیے حرام کام:

جس آدمی پر غسل فرض ہو اس پر متعدد کام حرام ہیں:

(۱) نماز پڑھنا۔ (۲) طواف کرنا۔

(۳) قرآن پاک کو چھونا، اس کو اٹھانا، اونچی یا ہلکی آواز سے پڑھنا، زبانی یا دیکھ کر پڑھنا وغیرہ، وغیرہ۔

(۴) مسجد میں رکنا۔ البتہ مسجد میں سے گزرا جا سکتا ہے۔ اگر مسجد میں ٹھہرنے کی ضرورت ہو تو وضو کر کے رک سکتا ہے۔ (وضو کرنے سے پاک نہیں ہو جائے گا البتہ ناپاکی میں کچھ کمی آجائے گی)۔

تیمّم کرنا:

اقامت اور سفر دونوں میں تیمّم کیا جا سکتا ہے، وہ وضو یا غسل کے بدلے ہوتا ہے بشرطیکہ درج ذیل اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے۔

اوّل: جب پانی بالکل نہ ہو یا اگر ہو لیکن طہارت کے لیے کافی نہ ہو، پانی کو تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے ورنہ تیمّم کر لیا جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانی کہیں قریب میں موجود ہے، اگر وہ پانی کی تلاش میں جائے تو اسے اپنی جان یا مال کے بارے میں خطرہ ہو، ایسی صورت میں بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

دوم: وضو والے کسی حصے پر زخم ہو تو وہ اسے پانی سے دھوئے۔ اگر پانی سے دھونا نقصان دہ ہو تو ہاتھ کو پانی میں بھگو کر اس پر مسح کر لے۔ اگر مسح کرنا بھی اسے نقصان دیتا ہو تو سارے اعضاء کو دھو لے اور اس عضوِ مریض کے لئے تیمّم کر لے۔

سوم: اگر پانی یا موسم ناقابل برداشت حد تک سرد ہو اور اسے پانی سے نقصان کا خطرہ ہو تو تیمّم کر لے۔

چہارم: اس کے پاس پانی تو ہو لیکن وہ پینے کی ضرورت کے لیے ہو تب بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

تیمّم کرنے کا طریقہ:

دل میں تیمّم کی نیت کرے' پھر ایک دفعہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے' پھر چہرے پر پھیر لے۔ پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر پھیر لے' اس کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیر لے۔

جن کاموں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہی سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر نماز ادا کرنے سے پہلے پانی مل گیا' یا پانی استعمال کرنے پر قادر ہو گیا' نیز اگر نماز کے دوران بھی ایسی صورت بن گئی تو تیمّم باطل ہو گیا' البتہ اگر نماز سے فارغ ہو گیا اور اس کے بعد پانی ملا تو نماز صحیح ہے' دہرانے کی ضرورت نہیں۔

حیض و نفاس:

حالتِ حیض و نفاس میں عورت کو نماز ادا کرنا یا روزہ رکھنا جائز نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا أَقبَلَتِ الْحَيضَةُ فَدَعِى الصَّلَاةَ وَاِذَا أَدبَرَتْ فَاغسِلِى عَنكِ الدَّمَ وَصَلِّى)) [صحیح البخاری ۳۳۱ و صحیح مسلم ۳۳۳]

''جب حیض آ جائے تو نماز چھوڑ دو' جب ختم ہو جائے تو خون کو دھو لو اور

(غسل کرکے) نماز ادا کرو'۔

ایام حیض میں رہ جانے والی نمازوں کی قضا نہیں ہے' البتہ جتنے دن روزے نہیں رکھ سکی اس کی قضا دینی ہے۔ حیض و نفاس کی وجہ سے ناپاک عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی۔ ان دنوں میں خاوند پر حرام ہے کہ اپنی بیوی کی شرمگاہ میں جماع کرے' البتہ جماع کے علاوہ اپنی بیوی سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ ناپاک عورت قرآن پاک کو نہیں چھوئے گی۔ خون بند ہوتے ہی عورت حیض و نفاس سے پاک ہوجائے گی' فوراً غسل کرنا اس پر فرض ہے اور جو کام حیض و نفاس کی وجہ سے منع تھے سب جائز ہوجائیں گے۔

نماز کا وقت داخل ہوگیا' عورت نے ابھی نماز نہیں ادا کی اور اسے حیض یا نفاس آ گیا تو پاک ہونے کے بعد وہ اس نماز کی قضا دے گی۔ نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اگر عورت پاک ہوگئی خواہ وہ ایک ہی رکعت پڑھ سکتی تھی اُس پر اس وقت کی نماز ادا کرنا فرض ہے۔ اور بہتر ہے کہ جس نماز کو اس نماز کے ساتھ جمع کرنا شرعاً جائز ہوتا ہے اسے بھی ادا کرلے' مثلاً: سورج ڈوبنے سے پہلے وہ پاک ہوئی' خواہ ایک ہی رکعت پڑھ سکتی تھی اس دن کی عصر کی نماز اس کو پڑھنی ہوگی۔ بہتر ہے کہ اس دن کی ظہر کی نماز بھی قضا کی نیت سے پڑھ لے۔ دوسری مثال یوں ہے کہ اگر آدھی رات سے پہلے پہلے پاک ہوگئی' وہ لازماً عشاء کی نماز ادا کرے گی' اس دن کی مغرب کی نماز بھی بطور قضا پڑھ لے' یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

مسائل نماز

ارکانِ اسلام میں نماز دوسرا رکن ہے' ہر مسلمان عاقل بالغ پر نماز فرض ہے' اس کے وجوب کا انکار باجماعِ امت کفر ہے' سستی کوتاہی کی وجہ سے بالکل چھوڑنے والا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک کافر ہے۔ قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ (النساء ۱۰۳)

''یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ))

[صحیح البخاری ۸ وصحیح مسلم ۱٦]

''اسلام کی پانچ بنیاد ہیں: (۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ)) [مسلم ۸۲]۔

''بلا شبہ بندے اور شرک وکفر کے درمیان نماز کا چھوڑنا دینا ہے''۔

نماز کی پابندی کرنے کے عظیم فضائل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشَى إِلٰى بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خَطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً.)) [صحیح مسلم ٦٦٦]

''جس نے اپنے گھر سے اچھی طرح وضو کی' پھر کسی مسجد کی طرف گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ادا کرے' اس کے سارے قدم فائدے میں رہیں گے' ایک قدم اٹھانے پر گناہ دھل جائے گا اور دوسرے قدم پر درجہ بلند ہو جائے گا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلا أَدُلُّكُم علٰى ما يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الخَطايا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجاتِ)) قالوا: بلٰى يا رسول اللّٰه، قال: ((إسباغُ الوُضُوءِ عَلَى الْمَكارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَساجِدِ، وَإِنْتِظارُ الصَّلاةِ بَعْدَ الصَّلاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّباطُ)) [صحیح مسلم ٢٥١]

''میں تمہیں وہ کام نہ بتا دوں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھوتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: ضرور ضرور یا رسول اللہ! فرمایا: تکلیف دہ حالات میں اچھی طرح وضو کرنا' مسجدوں کی طرف زیادہ چل کر جانا' ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار

کرنا۔یہی مقام 'رباط'[1] ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِی الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ)) [مسلم ٦٦٩ و البخاری ٦٦٢]

''جو کوئی صبح یا شام مسجد گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں اس کے لیے مہمانی کا سامان تیار کرلیا جتنی بار بھی وہ صبح یا شام گیا''۔

نماز سے متعلق ضروری ہدایات

(۱) مردوں پر مسجد میں آ کر باجماعت نماز ادا کرنا واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ثُمَّ أُخَالِفَ اِلٰی مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ)) [البخاری ٢٤٢٠]

''میں نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ نماز کا حکم دوں' جب وہ کھڑی ہو جائے تو ایسے لوگوں کے گھروں کو جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوئے تو ان سمیت گھروں کو آگ لگا دوں''۔

(۲) مسلمان کو چاہیے کہ جلد مسجد میں پہنچے اور سکون واطمینان کے ساتھ چلتا ہوا آئے۔

(۳) مسنون یہ ہے کہ مسجد میں داخلے کے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھے

(۱) ''رباط'' کے معنی ہیں جہاد کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے کے۔ نماز کے لیے تیار رہنے والا بھی گویا ہر وقت اطاعت ربانی اور نیکی کمانے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔ (مترجم)

اور یہ دعا پڑھے:

((اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) [صحیح مسلم ۷۱۳]

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

(۴) بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کے دو نفل ادا کرے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ))

[صحیح مسلم ۷۱٤]

''جب تم مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لو''۔

(۵) دورانِ نماز پردے کی جگہ کو چھپانا واجب ہے۔ مرد کا پردہ (یعنی جسم کا وہ حصہ جو لازماً ڈھکنا چاہئے) ناف سے گھٹنے تک اور عورت کا سارا جسم پردہ ہے البتہ نماز میں اپنا چہرہ کھلا رکھے گی، (اگر نماز کے وقت کسی غیر محرم مرد کا سامنا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر چہرہ چھپانا ضروری ہے)۔

(٦) قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے اور یہ قبولیت نماز کی شرط ہے۔ ہاں اگر کوئی بیماری یا مجبوری ہو دوسری بات ہے۔ البتہ سفر میں نفل نماز پڑھتے ہوئے قبلہ سے ہٹ گیا تو کوئی بات نہیں۔

(۷) نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے' وقت سے پہلے نماز صحیح نہیں' اور وقت کے بعد پڑھنا بھی حرام ہے۔

(۸) نماز کے لیے جلد پہنچنا چاہیے' کوشش کر کے پہلی صف میں بیٹھنا چاہیے

اور نماز کا انتظار کرنا چاہیے۔ان تمام کاموں کا عظیم ثواب ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْیَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الاوَّلِ ثُمَّ لَمْ یَجِدُوا اِلَّا أنْ یَسْتَھِمُوا عَلَیْہِ لَاسْتَھَمُوا ، وَلَوْ یَعْلَمُونَ مَا فِی التَّھْجِیرِ لَاسْتَبَقُوا اِلَیْہِ)) [صحیح البخاری ٦١٥ وصحیح مسلم ٤٣٧]

''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف کا کس قدر اجر ہے تو اگر ان کو قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کرنا پڑتا تو قرعہ اندازی کرتے' اور اگر ان کو جلد مسجد پہنچنے کے اجر کا علم ہو جائے تو وہ مسجد کی طرف دوڑ لگا دیتے''۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَزَالُ أَحَدُکُمْ فِی صَلَاۃٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاۃُ تَحْبِسُہُ))

[صحیح البخاری ٦٥٩ وصحیح مسلم ٦٤٩]

''تم اس وقت تک مستقل نماز میں ہوتے ہو جب تک نماز تم کو روکے ہوئے ہوتی ہے''۔

اوقاتِ نماز

- نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سائے تک ہے۔
- نماز عصر کا وقت ایک مثل سائے سے لے کر غروب آفتاب تک۔
- نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر سرخی کے ختم ہونے تک' اور یہ وہی سرخی ہے جو غروبِ آفتاب کے وقت ہوتی ہے۔

- نمازعشاء کا وقت سرخی کے غروب سے لے کر آدھی رات تک [1]۔
- نماز فجر کا وقت طلوعِ صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔

جہاں نماز ادا کرنا صحیح نہیں

(۱،۲) قبرستان اور حمام: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الارضُ كُلُّها مسجدٌ إلا الحمام والمقبرة))

[سنن أبي داوٗد ٤٩٢۔ امام البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

''ساری زمین نماز کے قابل ہے سوائے حمام کے اور قبرستان کے''۔

البتہ نماز جنازہ قبرستان میں بھی جائز ہے۔

(۳) قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا: حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُصَلُّوا اِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا)) [مسلم ٩٧٢]

''قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو''۔

(۴) اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنا: یہ وہ جگہ ہے جہاں اونٹ رکھے جاتے ہیں۔

---

(۱) واضح رہے کہ رات کے بارہ بجے کو آدھی رات نہیں کہتے، بلکہ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک کے وقت کا آدھا حصہ آدھی رات ہے، کبھی بارہ بجے سے پہلے اور کبھی بارہ بجے کے بعد۔ (مترجم)

((لَا تُصَلُّوا فِی أَعْطَانِ الاِبِلِ)) [جامع الترمذی ۳٤۸]۔
''اونٹوں کے باڑ میں نماز نہ پڑھو''۔

اسی طرح ناپاک مقامات میں بھی نماز جائز نہیں۔

نماز کا طریقہ

نماز شروع کرتے وقت نیت کریں' اور نیت ہر عبادت کا لازمی حصہ ہے۔نیت دل سے ہوتی ہے، زبان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں' اور درج ذیل طریقے سے نماز ادا کریں:

(۱) نمازی سارے جسم کو قبلہ رو رکھے' نہ جسم کو موڑے اور نہ ہی گردن کو موڑے۔

(۲) تکبیر تحریمہ کے لیے''اللہ اکبر'' کہے۔اس کے ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھائے۔

(۳) پھر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر سینے پر رکھے۔

(۴) پھر یہ دعا پڑھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰه حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيه)) [مسلم ٦٠٠]

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' بہت زیادہ، پاکیزہ اور مبارک حمد''۔

یا یہ دعا پڑھے:

((سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی

جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیرُکَ)) [سنن أبی داود ۷۷۵]

''اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، تیرا نام بہت بابرکت ہے، تیرا مقام بہت عظیم ہے اور تیرے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں''۔

یا کوئی اور افتتاحی دعا پڑھ لے۔ بہتر یہ ہے کہ ادل بدل کر الگ الگ وقت میں الگ الگ دُعا پڑھے، کوئی ایک ہی دُعا ہمیشہ نہ پڑھتا رہے، یہ زیادہ خشوع کا راستہ ہے اور دل حاضر رہتا ہے۔

(۵) پھر ((أَعُوذُ بِاللّٰه مِنَ الشّیطَانِ الرَّجِم)) پڑھے۔

(٦) پھر ((بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم)) پڑھ کر سورت فاتحہ پڑھ لے۔

﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (١) الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (٢) مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ (٤) اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (٥) اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (٦) صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ (٧) ﴾ (الفاتحه)

(۷) اس کے بعد جہاں سے بھی آسان لگے قرآن حکیم کی تلاوت کرے۔

(۸) دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے۔ رکوع کے دوران انگلیوں کو پھیلا کر گھٹنوں کو تھام لے اور یہ دعا پڑھے: سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیم ''میرا عظمتوں والا رب ہر کمی کوتاہی اور عیب سے پاک ہے''۔

یہ دعا تین دفعہ پڑھنا سنت ہے' زیادہ بھی پڑھی جاسکتی ہے' البتہ ایک دفعہ پڑھنا کفایت کر جائے گا۔

(۹) رکوع سے اُٹھتے ہی امام اور منفرد دونوں ((سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ)) کہیں اور ساتھ ہی دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں (رفع یدین کریں) اور مقتدی ((سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ)) کے بجائے صرف ((رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد)) کہے' اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ لے' سینے کے اوپر۔

(۱۰) نمازی کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے:

((اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَیْنَھُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ)) [مسلم ۷۷۱]

(۱۱) پھر پہلا سجدہ کرے؛ اللّٰہ أکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے' اور سات اعضاء پر سجدہ کرے: پیشانی ناک سمیت' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کی انگلیاں۔ اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے ہٹا کر رکھے' اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے' اور سجدے میں یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ۔تین دفعہ کہنا مسنون ہے' زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے' البتہ ایک دفعہ کہنا بھی کافی ہے۔ دورانِ سجدہ کثرت سے دعا کرنا مستحب ہے' کیونکہ یہ قبولیتِ دعا کا مقام ہے۔

(۱۲) پھر اللّٰہُ أکبر کہتے ہوئے سجدے سے اٹھے' اور دونوں سجدوں کے درمیان بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرلے' دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر گھٹنوں کے پاس رکھے' دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں' اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسے میں یہ دعا پڑھے: ((رَبِّ اغْفِرْلِی ' رَبِّ اغْفِرْ لِی))
''اے میرے رب مجھے بخش دے، اے میرے رب مجھے بخش دے''۔

(۱۳) پھر دوسرا سجدہ پہلے سجدے کی طرح کرے۔

(۱۴) پھر اللّٰہُ أکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے سے سیدھا کھڑا ہو جائے۔

(۱۵) پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت ادا کرے۔اسی طرح کہے اور اسی طرح کرے' البتہ افتتاحی دعا اور اعوذ باللہ نہیں پڑھے گا۔اور دوسری رکعت میں اس طرح بیٹھ رہے جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا۔اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بند کرلے گا اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے کو باہم ملا کر گول دائرہ بنالے گا' اور تشہد والی انگلی کو ہلائے گا' بیٹھ کر تشہد پڑھے گا' أشھدُ أن لا الٰہ الا اللّٰہ و أشھد أنّ مُحمَّدًا عبدُہ و رسولہُ کہتے ہوئے تشہد والی انگلی کو حرکت دے گا۔تشہد کے الفاظ یوں ہیں:

((اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، أَشْھَدُ أَنْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ))

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں، تمام قولی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں بھی اُسی کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو، رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر بھی سلامتی ہو، اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔[صحیح البخاری ۸۳۱]

تشہد کے اور الفاظ بھی احادیث میں وارد ہیں۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے اور ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے (رفع یدین کرے)۔ اگر نماز تین رکعت والی ہو جیسے کہ مغرب کی نماز یا چار رکعت والی ہو جیسے ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں، تو ان نمازوں کو دوسری رکعت کی طرح پورا کرے، البتہ قیام کے وقت صرف سورت فاتحہ پڑھے گا۔

آخری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ رہے، تشہد پڑھے اور ساتھ درود ابراہیمی پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)) [البخاری ۳۳۷۰]۔

''اے اللہ! محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور آلِ محمد پر، جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، یقیناً تیری ذات تعریف

والی ہے اور عظمت والی ہے۔ اے اللہ! برکت عطا فرما محمد (ﷺ) پر اور آلِ محمد پر جیسا کہ تو نے برکت عطا کی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر، یقیناً تیری ذات تعریف والی ہے اور عظمت والی ہے''۔

اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے، مسنون یہی ہے کہ بہت زیادہ دعا مانگے، اور ایک ماثور دعا یہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی أعُوذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیحِ الدَّجَّالِ))

[صحیح البخاری ۸۳۳ وصحیح مسلم ۵۸۸]

''اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں قبر کے عذاب سے، جہنم کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح الدجال کے فتنے سے''۔

دیگر مسنون دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

(۱۶) پھر دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے کہے: **السَّلامُ علیکم ورحمةُ اللّٰہ** اور پھر بائیں طرف۔

(۱۷) مسنون یہ ہے کہ نمازی نمازِ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں ''متورک'' ہو کر بیٹھے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کر لے، اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے باہر نکال لے، اور سُرین کو زمین پر ٹکا لے، اور جس طرح پہلے تشہد میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھا تھا اسی طرح ان کو رکھ لے۔ **(نماز کی تصاویر اگلے صفحہ میں دیکھیں)**

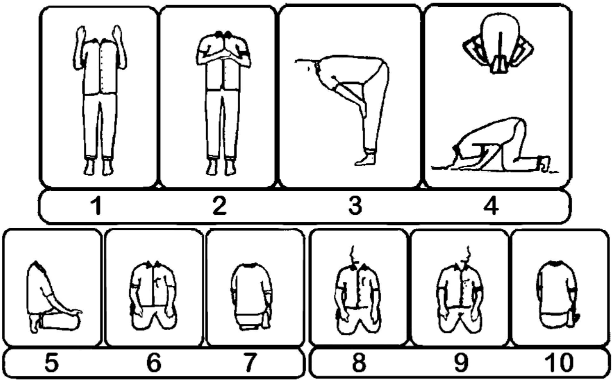

بعد از نماز کے اذکار

((أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الإِکْرَامِ)) [مسلم ٥٩١]

''اللہ کی مغفرت کا طلبگار رہوں' اللہ کی مغفرت کا طلبگار رہوں' اللہ کی مغفرت کا طلبگار رہوں۔ اے اللہ! تیری ذات سلامتی والی ہے' اور سلامتی تجھ سے ہی ملتی ہے' اے ذوالجلال والاکرام ذات! تو بہت ہی بابرکت ہے۔''

((لا إِلٰـہَ إِلا اللّٰہُ وَحْدَہُ لا شَرِیکَ لَہُ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیر، اَللّٰھُمَّ لا مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ وَلا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ)) [البخاری ٨٤٤]

''نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے' وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اُسی کی ہے' اور اُسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر

قادر ہے۔اے اللہ! جسے آپ نوازیں اسے روک کوئی نہیں سکتا' جسے آپ روکیں اسے دے کوئی نہیں سکتا' تیرے مقابلے میں کسی کی طاقت اسے کوئی کام نہیں دے سکتی''۔

((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ)) [مسلم ۵۹۴]

''نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے' وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کی' اور اسی کی تعریف ہے' اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی ہماری کوئی طاقت نہیں' مگر اللہ کی توفیق سے۔نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے' صرف اسی ذات کی ہم عبادت کرتے ہیں' ہر نعمت اسی کی طرف سے ہے اور ہر فضل اسی کا ہے' ہر اچھی تعریف کا وہ حقدار ہے۔نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے' مکمل اطاعت اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے خواہ کافر کس قدر رنجیدہ پا ہوں''۔

اس کے بعد (۳۳) بار سبحان اللہ کہے' (۳۳) بار الحمدللہ کہے' (۳۳) بار اللہ اکبر کہے۔آخر میں ایک سو کے عدد کو پورا کرتے ہوئے کہے:

((لَا اِلٰـهَ الا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) [صحيح مسلم ۵۹۷]

ایک ایک بار آیت الکرسی پڑھے[الصحیحة للالبانی ح٩٧٢]

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہر نماز کے بعد پڑھے' البتہ تینوں سورتوں کو نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد تین تین بار پڑھے۔ [تفصیلی حوالے کے لیے ملاحظہ ہو الصحیحہ للالبانی ح ٤١٥١]

مسبوق کی نماز کا طریقہ (امام کے ساتھ ایک یا زیادہ رکعت کا چھوٹ جانا)

جس آدمی کی نماز کا کچھ حصہ امام کے ساتھ شریک ہونے سے رہ جائے خواہ وہ ایک رکعت ہو یا زیادہ' جب امام اپنی نماز پوری کر کے دوسرا سلام پھیر لے تو جس قدر نماز رہ گئی ہے پوری کر لے۔ بعد میں آنے والے کو جہاں سے امام کی نماز ملی تھی وہاں سے اس کی نماز شروع ہو جائے گی۔ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل گیا وہ شمار ہو جائے گی' البتہ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ نہیں ملا وہ ساری رکعت ہی چلی گئی۔

نماز میں شریک ہونے والا جب مسجد میں داخل ہو تو اُسے فوراً جماعت میں شریک ہو جانا چاہیے' خواہ جماعت والے کسی بھی حالت میں ہوں' خواہ کھڑے ہوں' رکوع میں ہوں' سجدے میں ہوں' یا کسی دوسری کیفیت میں ہوں۔ اگلی رکعت کے انتظار میں کھڑے رہنا مناسب نہیں۔ وہ کھڑے کھڑے تکبیرۃ الاحرام کہے' البتہ مریض قسم کے معذور آدمی کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

نماز کو باطل کرنے والے کام

(۱) جان بوجھ کر بات کرنا' خواہ معمولی سی ہو۔
(۲) سارے جسم کو قبلہ رخ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف کر دینا۔
(۳) وضو ٹوٹ جانا۔
(۴) بلاضرورت مسلسل حرکت کرتے رہنا۔
(۵) ہنسنا خواہ تھوڑا سا ہو' بلا آواز تبسم سے نماز نہیں ٹوٹتی۔
(۶) جب جان بوجھ کر رکوع' سجدہ' قیام یا جلسہ کا اضافہ کر دینا۔
(۷) جان بوجھ کر امام سے پہل کرنا۔

واجباتِ نماز

(۱) تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ باقی ساری تکبیرات۔
(۲) رکوع میں ایک دفعہ ''سبحان ربی العظیم'' کہنا۔
(۳) منفرد اور امام کا رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہنا۔
(۴) رکوع کے بعد کھڑے ہو کر ''ربنا ولک الحمد'' کہنا۔
(۵) سجدے میں ایک دفعہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہنا۔
(۶) دو سجدوں کے درمیان ''رب اغفرلی'' پڑھنا۔
(۷) تشہد اول کے لیے بیٹھنا۔
(۸) تشہد اول پڑھنا۔

ارکانِ نماز

(۱) فرض نماز میں قدرت رہے تو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا' البتہ نفل نمازوں میں قیام واجب نہیں ہے' البتہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے آدھا اجر ہے۔

(۲) تکبیرۃ الاحرام۔

(۳) ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی تلاوت کرنا'

(۴) ہر رکعت میں رکوع کرنا۔

(۵) رکوع سے اٹھنے کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

(۶) ہر رکعت میں دو دفعہ ساتوں اعضاءِ جسم پر سجدہ کرنا (جس کی تفصیل گزر گئی ہے)۔

(۷) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔

(۸) تمام مذکورہ افعال کو اطمینان سے ادا کرنا۔

(۹) آخری تشہد پڑھنا۔

(۱۰) آخری تشہد کے لیے بیٹھنا۔

(۱۱) نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا۔

(۱۲) سلام پھیرنا۔

(۱۳) تمام ارکانِ نماز کو ترتیب سے ادا کرنا۔

نماز میں بھول چوک

جب نماز میں بھول چوک ہو جائے کہ نمازی نے کچھ بڑھا دیا' گھٹا دیا یا کمی بیشی کا شک ہو گیا' ان حالات میں سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر بھول کر نماز میں کوئی چیز زیادہ کر دی' مثلاً: قیام زیادہ کر دیا' رکوع یا جلسے کو زیادہ کر دیا' یا اسی طرح کی کوئی دوسری غلطی کر دی تو سلام کے بعد سہو کی تلافی کی خاطر دو سجدے کرے گا۔

اسی طرح اگر بھولے سے کوئی چیز نماز میں گھٹا دی' یہ کہ اقوال وافعال میں سے کوئی چیز چھوٹ گئی۔ اگر چھوٹی ہوئی چیز رکنِ نماز تھی اور دوسری رکعت کی قراءت شروع کرنے سے پہلے پہلے اسے یاد آ گئی' تو وہ واپس اسی مقام پر آ جائے اور اُس رکن کو ادا کرنے کے بعد نماز کا اگلا حصہ شروع کر دے اور سجدۂ سہو کر لے' اور اگر اگلی قراءت شروع کرنے کے بعد اُسے یاد آیا تو جس رکعت کا رکن چھوٹا تھا وہ رکعت باطل ہو گئی' اور اگلی رکعت اس باطل شدہ رکعت کی قائم مقام ہو جائے گی۔

اگر اسے چُھٹے ہوئے رکن کا علم سلام پھیرنے کے بعد ہو' اگر وقفہ لمبا نہ ہوا ہو تو پوری رکعت کو دہرائے اور سجدہ سہو کر لے' اگر وقفہ لمبا ہو چکا ہو' یا وضو ٹوٹ چکا ہو تو پوری نماز کو دہرائے۔

اگر کسی واجب کو بھول جائے، مثلاً تشہد اوّل کا جلسہ ہے یا اسی طرح کا کوئی دوسرا واجب ہو تو سلام پھیرنے سے پہلے پہلے دو سجدۂ سہو کر لے۔

اگر اُسے شک ہو گیا ہو، مثلاً اُسے رکعات کی تعداد میں شک ہوا ہو آیا اس نے دو رکعت ادا کی ہیں یا تین عدد، تو کم تعداد کو بنیاد بنا لے، کیونکہ یہی یقینی ہیں اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لے۔ اگر اُسے شک ہو کہ اُس نے رکن ترک کر دیا ہے، تو اُسی قاعدے پر عمل کرے گویا کہ اُس نے واقعی رکن ترک کر دیا ہے، تو متروکہ رکن اور بعد والی نماز کو پڑھ لے اور سجدہ سہو کر لے۔

اگر اُسے دونوں طرح کا گمان ہو رہا ہو تو ظنِ غالب پر عمل کرتے ہوئے راجح شکل پر عمل کر لے اور ساتھ سجدہ سہو بھی کر لے۔

سنن مؤکدہ

ہر مسلمان مرد عورت کے لیے بہتر ہے کہ اقامت (سفر نہ ہو) کے دنوں میں بارہ رکعت کی پابندی کرے۔ نماز ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو، نماز مغرب کے بعد دو، نماز عشاء کے بعد دو اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)) [مسلم ۷۲۸]

’’جس مسلمان بندے نے روزانہ فرضوں کے علاوہ بارہ رکعت نماز نفل ادا کی، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیا‘‘۔

سنت مؤکدہ اور دوسری نفل نمازوں میں بہتر یہی ہے کہ انہیں گھر میں ادا کیا جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا قَضَى اَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِي مَسْجِدٍ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيبًا مِنْ صَلَاتِهِ فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا)) [مسلم :۷۷۸]

’’جب کوئی مسجد میں اپنی فرض نماز ادا کر لے تو نماز کا کچھ حصہ گھر کے لیے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اُس کے گھر میں خیر و بھلائی ڈال دے گا‘‘۔

نیز حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((فَاِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ اِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ))

[البخاری ۶۱۱۳ وصحیح مسلم ۷۸۱]

’’فرض نماز کے علاوہ بندے کی بہترین نماز وہ ہے جو وہ گھر میں ادا کرے‘‘۔

نمازِ وتر

مسلمان کے لیے نماز وتر ادا کرنا مسنون ہے، یہ نماز سنتِ مؤکدہ ہے، نماز عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک اس کا وقت ہے۔ جس کو صبح طلوع فجر سے پہلے تہجد کے وقت میں اٹھنے کا یقین ہو اُس کے لیے رات کا آخری وقت افضل ہے، ورنہ نماز عشاء کے بعد جب چاہے پڑھ لے۔ یہ ایسی مسنون

نماز ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے کبھی نہیں چھوڑا' چاہے گھر پر ہوں یا سفر میں ہمیشہ پابندی کی ہے۔نماز وتر کی کم سے کم ایک رکعت ہے۔ نبی اکرم ﷺ رات کو گیارہ رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ اِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ)) [صحيح مسلم ٧٣٦]

''کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے جس میں سے ایک رکعت نماز وتر ہوتی تھی''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((صَلاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى)) [البخاری ٧٤٩]

''رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے' جب تمہیں طلوع فجر کا اندیشہ ہو جائے تو ایک رکعت ادا کرلو' وہ ساری سابقہ نماز کو وتر بنا دے گی''۔

مستحب یہ ہے کہ نماز وتر میں رکوع کے بعد کبھی کبھی دعائے قنوت پڑھ لے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم ﷺ نے نمازِ وتر میں پڑھنے کے لیے دعا سکھائی تھی۔ البتہ دعاء وتر پر ہمیشگی نہ کی جائے' کیونکہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کی نماز وتر بیان کی ہے ان میں سے اکثر نے دعائے قنوت کا ذکر نہیں کیا۔

یہ بات بھی مستحب ہے کہ جس کی تہجد نماز رہ گئی ہو وہ دن کو جفت عدد میں ادا کرے' مثلاً دو' چار' چھ' آٹھ' دس یا بارہ رکعتیں' کیونکہ آپ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

فجر کی دو رکعات

یہ وہ سنت مؤکدہ ہے جسے آپ ﷺ پابندی سے ادا کرتے تھے' نہ سفر میں انہیں چھوڑا اور نہ ہی اقامت میں' اور یہ ہے فجر کی دو سنتیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((لَمْ يَكُنْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَنِ قَبْلَ الصُّبْحِ)) [صحیح البخاری ۱۱۱٦ وصحیح مسلم ۷۲٤]

''نبی اکرم ﷺ نفل نمازوں میں فجر کی سنتوں سے زیادہ کسی کی پابندی نہیں کرتے تھے جو دو رکعت نمازِ فجر سے پہلے ادا کی جاتی ہیں''۔

ان دو رکعتوں کی فضیلت میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَهُما أَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنيا جميعًا)) [صحیح مسلم ۷۲۵]

''ساری دنیا سے زیادہ مجھے یہ دو رکعت نماز عزیز و محبوب ہے''۔

مسنون یہ ہے کہ پہلی رکعت میں (سورہ فاتحہ کے بعد) ''قُلْ يَآيُّهَا الْكٰفِرُوْن'' پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں (سورہ فاتحہ کے بعد) ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھی جائے۔ کبھی آپ ﷺ پہلی رکعت میں ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾

(البقرة:١٣٦) پڑھ لیتے اور دوسری رکعت میں ﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ (آل عمران:٦٤) پڑھ لیتے۔

ان دو رکعتوں کو مختصر پڑھنا مسنون ہے' کیونکہ یہی آپ ﷺ کا طریقہ رہا ہے۔نماز فجر سے پہلے جس کی سنت نماز رہ گئی ہو وہ فوراً بعد بھی پڑھ سکتا ہے۔ البتہ جب سورج طلوع ہو کر نیزے کے برابر اوپر کو جائے؛ اس وقت سے لے کر زوال آفتاب سے کچھ پہلے تک ان فوت شدہ سنتوں کو پڑھنا افضل ہے۔ (یاد رہے کہ زوال سے کچھ پہلے سے لیکر زوال تک 'وقتِ مکروہ' کہلاتا ہے)

چاشت کی نماز

یہی صلاۃ الاوّابین ہے' یہ سنت مؤکدہ ہے' متعدد احادیث میں اس کو پڑھنے کی فضیلت وارد ہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى))

[صحيح مسلم ٧٢٠]

''تمہارے ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ ''سبحان اللہ''

کہنا صدقہ ہے، ''الحمدللہ'' کہنا صدقہ ہے، ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنا صدقہ ہے، ''اللہ اکبر'' کہنا صدقہ ہے' نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے' برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ البتہ چاشت کے وقت دو رکعت نماز ادا کر لینا ان سب سے کفایت کر جاتا ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((أوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا اَدَعُهُنَّ حَتَّى اَمُوتَ: صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحَى وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ)) [صحيح البخاری ١١٢٤ وصحيح مسلم ٧٢١]

''مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین باتوں کی وصیت کی ہے' میں مرتے دم تک انہیں نہیں چھوڑوں گا: (١) ہر مہینے کے تین روزے رکھنا' (٢) نماز چاشت ادا کرنا' (٣) سونے سے پہلے وتر پڑھنا''۔

نماز چاشت کا افضل وقت جب دن چڑھ آئے اور سورج کی گرمی میں تیزی آ جائے۔ زوال شمس کے ساتھ اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے' کم سے کم دو رکعت اور زیادہ رکعات کی حد مقرر نہیں۔ لیکن جفت تعداد میں ہوں طاق میں نہ ہوں۔

نماز کے لیے ممنوعہ اوقات

چند اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں' ان کی تفصیل یوں ہے:

(١) نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہو کر ایک نیزے پر آنے تک۔

(۲) جب سورج دوپہر کو بالکل درمیان میں پہنچ جاتا ہے' اس کا سایہ نہ مغرب کی طرف ہوتا ہے اور نہ مشرق کی طرف' یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف ڈھل جائے اور چیزوں کا سایہ مشرق کی طرف نظر آنے لگے۔

(۳) نمازِ عصر کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک۔

البتہ ممنوعہ اوقات میں وہ نمازیں ادا کرنا جائز ہے جن کے سبب ہوتے ہوں' مثلاً تحیۃ المسجد' نمازِ جنازہ' سورج گرہن کی نماز' طواف مکمل کرنے کے بعد کی دو رکعات اور وضو کے بعد کی دو رکعات وغیرہ۔

ایسے ہی فرض نمازوں کی قضا بھی جائز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا))

[صحيح مسلم ٦٨٤ وصحيح البخاری ٥٧٢]

''جو کوئی نماز بھول گیا یا اس کے وقت میں سوتا رہ گیا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اسے یاد آئے پڑھ لے''۔

اسی طرح مکروہ وقت میں سنت فجر ادا کی جاسکتی ہے۔ جس کی ظہر کی سنتیں رہ گئی ہوں وہ انہیں نمازِ عصر کے بعد ادا کرسکتا ہے۔

مسائل زکاۃ

حکم زکاۃ:

زکاۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ جب مسلمان نصاب زکاۃ کا مالک ہوجائے تو زکاۃ واجب ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ﴾ (البقرۃ: ۱۱۰)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو''۔

زکاۃ کا نظام بنانے میں بہت ساری حکمتیں اور فائدے ہیں' چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

۱) نفس کو پاک کرنا اور اُسے بخل اور کنجوسی جیسے رذائل اخلاق سے محفوظ کرنا۔

۲) مسلمان کو سخاوت کرنے کا عادی بنانا ہے۔

۳) غنی اور محتاج کے درمیان پیار والے تعلقات کو مضبوط کرنا ہے' اس لیے کہ فطرتاً انسان احسان کرنے والے سے محبت کرنے لگتا ہے۔

۴) ایک مسلمان فقیر کی ضرورت کو پورا کرنا۔

۵) انسان کو گناہوں اور غلطیوں سے پاک کرنا ہے' اس لیے کہ زکاۃ ادا کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں اور درجات بلند ہوجاتے ہیں۔

کن اشیاء پر زکاۃ واجب ہوتی ہے؟

زکاۃ واجب ہوتی ہے سونا' چاندی' تجارتی سامان' پالتو جانور' زمین کی پیداوار میں سے غلہ اور پھل اور معدنیات۔

سونے اور چاندی کی زکاۃ:

سونا اور چاندی جس شکل میں بھی ہوں ان پر زکاۃ واجب ہے' بشرطیکہ وہ نصاب کا مالک ہو۔ سونے کا نصاب ۸۵ گرام یعنی ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب ۵۹۵ گرام یعنی باون تولہ۔

اس اصول کے مطابق جس شخص کے پاس سونے یا چاندی کا نصاب ہوگا وہ موجودہ مقدار میں سے ڈھائی فی صد (۲،۵%) زکاۃ نکالے گا۔ اگر وہ نقدی کی شکل میں زکوٰۃ نکالنا چاہے تو جس وقت اس کے پاس موجود سونے چاندی پر ایک سال گزرے تب اپنے ملک کے بازار سے سونے چاندی کا ریٹ معلوم کرلے، پھر اپنے ملک کی کرنسی کے مطابق جو زکاۃ ہے نکال دے۔

ایک مثال سے بات سمجھ لیں:

ایک آدمی کے پاس ۱۰۰ گرام سونا ہے' اس پر سال بھی گزر گیا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگئی' کیونکہ وہ نصاب کا مالک ہے۔ اس سونے کی زکوٰۃ ڈھائی گرام ہوگی۔ اگر وہ کرنسی کی شکل میں زکاۃ نکالنا چاہے تو بازار سے اس کی

قیمت معلوم کرلے اور ڈھائی گرام سونے کی قیمت بطور زکاۃ ادا کردے' اور یہی معاملہ چاندی کے ساتھ ہوگا۔

اسی اصول کے مطابق نقد رقم پر زکاۃ واجب ہوگی جب وہ رقم نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے۔ جس آدمی کی نقد رقم ۸۵ گرام سونے کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہوگئی' تو ڈھائی فیصد (۲،۵%) نکال دے'۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جس کے پاس مال ہو اور اس پر سال بھی گزر چکا ہو کہ وہ سونے والے سے ۸۵ گرام سونے کی قیمت معلوم کرلے' اگر موجودہ مالی رقم سونے کی قیمت کو پہنچتی ہو زکاۃ ادا کردے' اگر کم ہو تو اس پر زکاۃ نہیں۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھ لیں:

ایک شخص کے پاس ۸۰۰ ریال ہیں اور سال گزر چکا ہے' تو وہ چاندی کی قیمت معلوم کرلے (بشرطیکہ ملک کی کرنسی چاندی کی قیمت پر مبنی ہو)۔ اگر معلوم ہو کہ ۵۹۵ گرام چاندی کی قیمت ۸۴۰ ریال بنتی ہے تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ جتنی رقم کا وہ مالک ہے وہ نصاب زکوٰۃ کو نہیں پہنچی' یعنی ۵۹۵ گرام چاندی۔ (اگر کسی ملک کی کرنسی سونے پر مبنی ہو تب سونے کے ساتھ حساب ہوگا۔)

سامان تجارت کی زکوٰۃ

ہر مسلمان تاجر جس کے پاس سرمایہ ہے اور وہ اسے تجارت میں استعمال

کررہاہے کافرض ہے کہ وہ اپنے مال کی سالانہ زکاۃ ادا کرے' یہ اللہ کی نعمت کا شکریہ ہےاورضرورت مند مسلمان بھائیوں کےحق کی ادائیگی بھی ہے۔ ہر وہ چیز جو فائدہ حاصل کرنے کے لیےخرید وفروخت کی جائے''سامان تجارت'' کہلاتی ہے' خواہ وہ جائداد ہو' جانور ہوں' کھانے پینے کا سامان ہو' یا گاڑیاں وغیرہ ہوں' بشرطیکہ یہ سامانِ تجارت نصاب زکاۃ کو پہنچتا ہو' یعنی سونے یا چاندی کے مقررہ نصاب کے برابر ہو۔ سارے سرمائے میں سے ۲،۵ فیصدزکوٰۃ بنے گی۔ مثال کے طور پرایک آدمی کے پاس ایک لاکھ ریال کا سامان ہے' تواس میں سے دو ہزار پانچ سو (۲۵۰۰) ریال زکاۃ بنے گی۔لہٰذا تاجروں کی ذمہ داری ہے کہ سال کے آخرمیں اپنی دکان میں موجودسارے سامان کاحساب کرکےزکاۃادا کردیں۔

اگرایک تاجر نے سال شروع ہونے سے صرف دس دن پہلے سامان خریدا ہوتو نیا سال شروع ہونے پر وہ سارے سامان کی زکاۃ دے گا۔ واضح رہے کہ اس کے سال کا حساب اس دن سے ہوگا جس دن اس نے کاروبار شروع کیا تھا۔زکاۃ کا حساب سال بعد ہوتا ہےلہٰذا ہرمسلمان کافرض ہے کہ ہر سال کےآخرمیں اس کے پاس جو مالِ تجارت ہواس کی زکاۃادا کرے۔

جن جانوروں کو چرنے کے لئے باہرنہیں بھیجا جاتا بلکہ ان کا مالک اپنے گھر پر یامخصوص جگہ رکھ کرخود ہی ان کا چارہ دیتا ہےلیکن وہ تجارت کی غرض

سے ہوں یعنی ان میں سے وہ بیچتا ہو، تو جب ان کی قیمت مقررہ نصاب کو پہنچے تو اس پر زکاۃ واجب ہے جو نقدی کی شکل میں ادا کی جائے گی۔ اس صورت میں ضروری نہیں ہے کہ ان جانوروں کی تعداد نصاب کو پہنچے۔

شیئرز کی زکاۃ

اس وقت لوگ جائیداد یا کارخانوں اور فیکٹریوں کے حصے (شیئرز) خریدتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی رقم کو منجمد کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ کم و بیش یہ رقم کئی سال تک منجمد رہتی ہے۔ لہٰذا ان حصہ داریوں (شیئرز) میں بھی زکاۃ ہے۔ البتہ انہیں مال تجارت شمار کیا جائے گا۔ مسلمان کا فرض ہے کہ ہر سال کے آخر میں ان شیئرز کا ریٹ لے اور اس کی زکاۃ ادا کر دے۔

زمین کی پیداوار پر زکاۃ

دانے اور پیداوار جو ماپے جائیں اور ذخیرہ کئے جاسکیں ان پر زکاۃ واجب ہوتی ہے، مثلاً کھجور، کشمش، گندم، جو اور چاول وغیرہ، البتہ سبزیوں اور پھلوں پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔ زمینی پیداوار کا نصابِ زکاۃ ۶۱۲ کلوگرام وزن ہے۔ اس قسم میں سال کا گزرنا شرط نہیں ہے، بلکہ جونہی اس کا دانہ سخت ہو کر پک گیا زکاۃ واجب ہوگئی۔ اگر کسان کی محنت و مشقت کے بغیر بارش یا نہری نظام سے زمین سیراب ہوتی ہو تو عُشر (۱۰ فیصد) زکوٰۃ ہے۔ البتہ اگر

زمین محنت و مشقت کے ذریعے سیراب ہوتی ہو تو نصف العشر (۵ فیصد) زکاۃ ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے گندم بوئی اور ۸۰۰ کلوگرام گندم اتری۔ چونکہ گندم کا نصاب ۶۱۲ کلوگرام ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگئی' جو کہ ۸۰ کلو بنتی ہے' بشرطیکہ بغیر مشقت کے زمین سیراب ہوئی ہو اور اگر مشقت سے زمین سیراب ہوئی ہو تو زکوٰۃ ۴۰ کلوگرام بنے گی۔

جانوروں کی زکاۃ

جانوروں سے مراد: اونٹ' گائے' بکری اور بھیڑ ہے۔ درج ذیل شروط کے ساتھ ان پر زکاۃ واجب ہوتی ہے:

(۱) نصاب مکمل ہو۔ اونٹ پانچ' بکری اور بھیڑ چالیس اور گائے تیس کم سے کم نصاب ہے' اس سے کم تعداد پر زکاۃ نہیں ہے۔

(۲) مالک کے پاس سال بھر سے ہو۔

(۳) سال کا اکثر حصہ جنگل میں چر کر چارہ حاصل کرتی ہوں۔ جن کو خود گھاس کھلانا پڑے ان پر زکاۃ نہیں ہے یا جن کا چارہ مالک خرید کر لاتا ہو یا خود کاٹ کر کھلاتا ہو ان پر بھی زکاۃ نہیں ہے۔ ہاں البتہ جو جانور سال کا اکثر حصہ چراگاہ میں چرتے ہوں ان پر زکاۃ ہے۔

(۴) یہ جانور کام میں نہ آتے ہوں' مثلاً کھیتی باڑی' سواری کرنے' یا بار برداری میں استعمال نہ ہوتے ہوں۔

اونٹوں کی زکاۃ

اونٹوں پر زکاۃ کا نصاب کم سے کم پانچ عدد ہے، جب ایک مسلمان نصابِ زکاۃ کا مالک ہوجائے اور اس پر پورا سال گزر جائے تو درج ذیل طریقے سے زکاۃ ادا کرے:

(۱) پانچ اونٹوں سے لے کر نو اونٹ تک ایک بکری دے۔

(۲) دس اونٹوں سے لے کر چودہ اونٹ تک دو بکریاں دے۔

(۳) پندرہ اونٹوں سے لے کر انیس اونٹ تک تین بکریاں دے۔

(۴) بیس اونٹوں سے لے کر چوبیس اونٹ تک چار بکریاں دے۔

(۵) پچیس اونٹوں سے لے کر پینتیس اونٹ تک ایک سال کا اونٹ دے۔
اگر ایک سال کا اونٹ دستیاب نہ ہو تو دو سال کا اونٹ دے سکتا ہے۔

(۶) چھتیس اونٹوں سے لے کر پینتالیس اونٹ تک دو سال کی عمر کا اونٹ دے۔

(۷) چھیالیس اونٹوں سے لے کر ساٹھ اونٹ تک تین سال کی عمر کا اونٹ دے۔

(۸) اکسٹھ اونٹوں سے لے کر پچھتر اونٹ تک چار سال کی عمر کا اونٹ دے۔

(۹) چھہتر اونٹوں سے لے کر نوے اونٹ تک دو سال کی عمر کے دو اونٹ دے۔

(۱۰) اکانوے اونٹوں سے لے کر ایک سو بیس اونٹ تک تین سال کی عمر کے دو اونٹ دے۔

قاعدہ: جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو ہر چالیس اونٹوں پر ایک دو سالہ اونٹ اور ہر پچاس اونٹوں پر ایک تین سالہ اونٹ بطور زکاۃ ادا کرے۔

گائے کی زکاۃ

جب کوئی انسان مکمل شروط کے بعد گائیوں کا مالک ہوتو اس اصول کے تحت زکاۃ ادا کرے:

(۱) تیس گائے سے لے کر انتالیس گائے تک ایک سال کا بچھڑا۔
(۲) چالیس گائے سے لے کر اُنسٹھ گائے تک دو سال کا بچھڑا۔
(۳) ساٹھ گائے سے لے کر انہتر گائے تک ایک ایک سال کے دو بچھڑے۔
(۴) ستر گائے سے لے کر اُناسی گائے تک ایک سال کا بچھڑا اور دو سال کا بچھڑا۔

اس کے بعد حساب یوں رہے گا کہ ہر تیس گائے پر ایک سال کا بچھڑا اور ہر چالیس گائے پر دو سال کا بچھڑا زکاۃ میں ادا کرے گا۔

بھیڑ بکری کی زکاۃ

جب کوئی انسان مکمل شروط کے بعد بکریوں کا مالک ہو اس اصول کے تحت زکاۃ ادا کرے گا۔

(۱) چالیس بکریوں سے لے کر ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری۔
(۲) ایک سو اکیس بکریوں سے لے کر دو سو بکریوں تک دو بکریاں۔
(۳) دو سو ایک بکریوں سے لے کر تین سو ننانوے بکریوں تک تین بکریاں۔
(۴) چار سو بکریوں سے لے کر چار سو ننانوے بکریوں تک چار بکریاں۔
(۵) پانچ سو بکریوں سے لے کر پانچ سو ننانوے بکریوں تک پانچ بکریاں۔

پھر اسی طرح ہر سو بکری پر ایک بکری زکاۃ کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا' تعداد خواہ جہاں تک مرضی جائے۔ (۱)

مستحقین زکاۃ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبة ٦٠)

''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے' اس محکمہ میں کام کرنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کے دل کو قریب رکھنا مطلوب ہو اور گردنیں چھڑانے کے لیے' قرض داروں

---

(۱) **ضروری بات:** جانوروں کی زکوٰۃ میں تعداد کا اصول ہوتا ہے۔ جتنی زکوٰۃ پانچ اونٹوں پر ہے اتنی ہی زکوٰۃ نو اونٹوں پر ہے' یعنی ایک بکری۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ درمیانی تعداد کے اونٹوں کی زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ تو واضح رہے کہ درمیانی تعداد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعایت ہے' لہٰذا زکوٰۃ واجب نہیں ہے' کیونکہ جانوروں میں موٹا موٹا حساب تو کیا جا سکتا ہے' سونے چاندی یا غلے کی طرح چھٹانک سیر کا حساب ممکن نہیں ہے' لہٰذا معاف ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ میں اگر مقررہ عمر کا جانور دستیاب نہ ہو تو بڑی عمر کا جانور دینے کی اجازت ہے' کیونکہ اس میں مستحقین زکوٰۃ کا فائدہ ہے۔ اور یہ بات شرعاً ثابت ہے۔ (الشرح الممتع للعلامه العثیمین رحمه الله ٦/٥٦ کتاب احکام الزکاۃ...... اضافه از مترجم)

کے لیے اور اللہ کی راہ میں دعوت و جہاد کے لیے اور مسافروں کے لیے ہیں۔فرض ہے اللہ کی طرف سے‘اور اللہ علم و حکمت والا ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے آٹھ قسم کے لوگوں کو بیان کیا ہے‘ ہر ایک زکاۃ کا حقدار ہے۔اسلام میں زکاۃ کا مصرف فلاحی کام اور ضرورت مند لوگ ہیں‘ یہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہیں جو دین کی خدمت کے نام پر لوگوں کو لوٹتے ہیں‘ جیسا کہ دوسرے ادیان میں ہوتا ہے۔زکاۃ کے حقدار حضرات کی تفصیل یوں ہے:

(۱) فقیر: جو شخص اپنی ضروریات کا آدھا حصہ بھی نہ رکھتا ہو۔

(۲) مسکین: جو شخص اپنی ضروریات کا آدھا حصہ تو رکھتا ہو لیکن مکمل ضروریات پوری نہ کرسکتا ہو‘ ایسے شخص کو مال زکاۃ میں سے چند ماہ کا خرچ یا ایک سال کا خرچہ دیا جاسکتا ہے۔

(۳) محکمہ زکاۃ کے ملازمین: جو لوگ نظام زکاۃ چلانے والے محکمے میں کام کرتے ہوں وہ اپنے گریڈ کے مطابق تنخواہ کے حقدار ہیں‘ خواہ اپنے گھر میں مالدار ہوں۔

(۴) تالیف قلبی: ان سے مراد وہ سردار قسم کے لوگ ہیں جن کی اپنے اپنے قبیلے میں معقول حیثیت ہوتی ہے۔ممکن ہے وہ اس طرح اسلام قبول کرلیں‘ یا اُن کی تکلیف سے مسلمان محفوظ رہیں۔اسی طرح جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں ان کی تالیف قلبی اور مضبوطی ایمان کی خاطر ان کو رقم دی جاسکتی ہے۔

(۵) غلاموں کو آزاد کرانے یا دشمن کی قید سے مسلمان قیدیوں کی خلاصی کے لیے زکاۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

(۶) مقروض لوگ: جن لوگوں پر قرض ہو ادائیگی قرض کی خاطر زکاۃ دی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو' کسی طرح اپنا قرض ادا نہ کرسکتا ہو' غلط کاموں کی وجہ سے بھی مقروض نہ ہوا ہو' اور فوراً ادائیگی قرض ضروری ہو۔

(۷) فی سبیل اللہ: سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو بغیر تنخواہ کے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' اس مال سے اُن کو ذاتی خرچہ دیا جاسکتا ہے اور ان کے لیے اسلحہ خریدا جاسکتا ہے۔ شرعی علم حاصل کرنا بھی جہاد ہے' مثلاً ایک آدمی شرعی علم حاصل کرنے کے لیے فارغ ہونا چاہتا ہے اور اُس کے پاس ذاتی سرمایہ نہیں ہے ایسے شخص کو اس قدر دیا جاسکتا ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے لیے ذمہ داریوں سے فارغ ہو سکے۔

(۸) مسافر: جس مسافر کے راستے میں اخراجات ختم ہو گئے ہوں اور اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے وسائل نہ ہوں اُسے زکاۃ کے مال سے اس قدر دیا جاسکتا ہے جو اُسے اُس کی منزل تک پہنچا دے' خواہ وہ اپنے گھر مالدار آدمی ہو۔

نوٹ: راستوں اور مسجدوں کی تعمیر جیسے کاموں میں مال زکاۃ خرچ کرنا صحیح نہیں۔

ضروری باتیں:

(۱) دریا اور سمندر سے نکلنے والی اشیاء پر زکاۃ نہیں ہوتی۔ جیسے ہیرے، موتی، مرجان، مچھلی وغیرہ وغیرہ۔ البتہ اگر اسے تجارت بنالیا جائے تو زکوٰۃ ہے۔

(۲) کرائے پر دی ہوئی بلڈنگوں اور کارخانوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ اُن سے حاصل شدہ آمدنی پر زکاۃ ہے جب اس مال پر سال گزر جائے،

مثلاً:

ایک آدمی گھر کرائے پر دیتا ہے اور کرایہ لیتا ہے اور اس رقم پر سال گزر جاتا ہے، یا کچھ رقم بچ جاتی ہے اور یہ رقم نصاب زکاۃ کی حدود میں ہے تو اس پر زکاۃ ہوگی۔

مسائل صیام

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن رمضان المبارک کے روزے ہیں۔(صیام جمع ہے صوم کی یعنی روزہ)۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَاِقَامِ الصَّلَاةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَالْحَجِّ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)). [صحیح البخاری ۸ وصحیح مسلم ۱۶]

''اسلام کی پانچ بنیاد ہیں: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' حج کرنا' رمضان المبارک کے روزے رکھنا''۔

روزہ: اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے' جماع کرنے اور دیگر روزہ توڑنے والے کاموں سے رُک جانے کا نام روزہ ہے۔ باتفاق امت رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة:۱۸۵)

''تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پالے وہ روزہ رکھے''۔

رمضان المبارک کا روزہ رکھنا ہر مسلمان' عاقل' بالغ پر فرض ہے۔

بلوغت درج ذیل نشانیوں سے ثابت ہو جاتی ہے: (۱) عمر پندرہ سال ہو جائے' (۲) یا زیر ناف بال آ جائیں' (۳) یا احتلام یا کسی دوسرے طریقے

سے منی نکل جائے' (۴) یا عورت کو حیض آ جائے۔

جب کسی انسان میں مذکورہ نشانیوں میں سے کوئی ایک نشانی ظاہر ہوگئی وہ بالغ شمار ہوگا۔

فضائل رمضان

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو متعدد فضائل اور خوبیوں سے سرفراز کیا ہے۔ کچھ خوبیاں ایسی ہیں جو صرف رمضان المبارک میں پائی جاتی ہیں' ان کی تفصیل یوں ہے:

(۱) افطار تک فرشتے روزہ دار کے حق میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔

(۲) شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

(۳) اس میں لیلۃ القدر ہوتی ہے جو کہ ہزار ماہ سے بہتر ہے۔

(۴) رمضان المبارک کے اور بھی فضائل احادیث نبویہ میں وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ بخاری [۳۸] اور مسلم [۷٦] میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

''جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ایمان کے ساتھ اور نیکی کمانے کی نیت سے اس کے سارے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے''۔

دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا اِلٰى

سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِی وَاَنَا اَجْزِی بِهِ)) [صحیح مسلم :۱۱۵۱]

''ہرانسان کی نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' سوائے روزے کے' اس کا تعلق خالص میرے ساتھ ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا''۔

رمضان کی آمد کا ثبوت

ماہ رمضان کی آمد دو طرح سے ثابت ہوتی ہے:

(۱) ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر۔ جب رمضان کا چاند نظر آ جائے تو روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری [۱۹۰۰] اور مسلم میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِذَا رَاَیْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَاِذَا رَأَیْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوا))

''جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو' اور جب تم اگلا چاند دیکھ لو تو عید منا لو''۔

رمضان کے چاند کے بارے میں ایک سچے آدمی کی گواہی بھی کافی ہے۔ البتہ شوال کے چاند (عید کے چاند) کے بارے میں دو سچے آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔

(۲) یا شعبان کا مہینہ تیس دن کا ہو جائے۔ لہٰذا اگلا دن رمضان کا پہلا دن شمار ہوگا۔ چنانچہ بخاری [۱۹۰۷] اور مسلم [۱۰۸۰] میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَاِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِینَ))

''اگر بادل ہوں یا کوئی اور رکاوٹ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو''۔

افطار (روزہ چھوڑنے) کے حقدار

(۱) جو مریض قابل علاج ہو اور روزہ اُس کے لئے پُر مشقت ہو ایسے مریض کے لیے افطار جائز ہے۔ جتنے دن تک روزہ نہیں رکھ سکا اُن دِنوں کی بعد میں قضا دے دے' البتہ جس انسان کا مرض دیرینہ ہو' شفا کی امید بھی نہ ہو اس پر روزہ فرض ہی نہیں ہے' البتہ ایک دِن کے بدلے ایک مریض کو کھانا دے جس کا وزن ڈیڑھ کلو چاول یا کوئی دوسرا غلہ ہو' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جتنے دِن کے روزے نہیں رکھے اتنے دن کے برابر مستحق لوگوں کو کھانا تیار کر کے کھلا دے۔

(۲) مسافر: اپنے شہر سے نکلنے سے لے کر واپس آنے تک مسافر کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے جب تک کہ کسی جگہ باضابطہ قیام کا ارادہ نہ کر لے۔

(۳) حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت کے لیے بھی افطار کرنا جائز ہے' بشرطیکہ اُسے اپنی صحت یا بچے کی صحت کا خطرہ ہو' جب مجبوری ختم ہو جائے تو جتنے دن کے روزے چھوڑے اُن کی قضا دے دے۔

(۴) ایسا بوڑھا آدمی جس پر روزہ رکھنا بھاری پڑتا ہو اسے افطار کی اجازت ہے' اُس پر قضا بھی نہیں ہے' البتہ ہر دِن کے بدلے کسی ایک مسکین حقدار کو کھانا دے دے' یا کھلا دے۔

روزہ توڑنے والے کام

۱۔ جان بوجھ کر کھانا پینا۔ البتہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ رسول

اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ نَسِيَ وهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ ، فإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ)) [مسلم ١١٥٥]

''جو آدمی حالتِ روزہ میں تھا اور بھول گیا پھر اس نے کھا پی لیا وہ اپنا روزہ پورا کرلے' اُسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے''۔

اسی طرح جو چیز روزے کو توڑ دیتی ہے وہ ناک کے ذریعے سے پیٹ میں پانی جانا' یا رگ کے ذریعے گلوکوز یا خون چڑھانا ہے' یہ سب روزہ توڑ دیتی ہیں' اس لیے کہ یہ روزہ دار کے لیے غذا کا کام دیتی ہیں۔

٢۔ جماع کرنا۔ جب روزہ دار نے جماع کیا تو اس کا روزہ باطل ہو گیا' کفارہ ادا کرے گا اور قضا بھی دے گا۔ کفارے کی تین شکلیں ہیں:

(ا) گردن آزاد کرنا۔

(ب) اگر گردن آزاد نہیں کرسکتا تو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے' شرعی عذر کے علاوہ درمیان میں روزہ افطار نہ کرے' مثلاً ایام عید اور ایام تشریق میں افطار کرسکتا ہے' یا کوئی عذر پیش آ گیا ہے' مثلاً بیماری سفر وغیرہ' البتہ سفر کو بطور بہانہ استعمال نہ کرے۔ اگر بغیر کسی عذر کے ایک دن کا بھی ناغہ کرلیا' تو ازسرنو روزے رکھنے شروع کرے تاکہ تسلسل قائم ہو۔

(ج) اگر مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔

۳- بارادہ منی نکالنا۔مثلا بوسہ لیا' یا ہاتھ سے حرکت کی وغیرہ وغیرہ' اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا' قضا دینی پڑے گی' کفارہ نہیں ہے۔البتہ احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس میں ارادہ شامل نہیں ہوتا۔

۴- پچھنے لگا کر خون نکالنے یا خون دینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ ٹیسٹ، جانچ کے لیے تھوڑا سا خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' اسی طرح جو خون بلا اختیار نکل جائے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا' مثلاً نکسیر' زخم' دانت نکلوانا وغیرہ۔

۵- جان بوجھ کر قے کرنا۔البتہ اگر بلا اختیار از خود قے نکل جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذکورہ بالا روزہ توڑنے والی اشیاء صرف اسی وقت روزہ توڑتی ہیں جب کہ اس نے انہیں جانتے بوجھتے اور اپنے ارادے کے ساتھ استعمال کیا ہو۔

چنانچہ اگر روزہ دار شرعی حکم سے ناواقف ہو' یا وقت کے بارے میں معلومات صحیح نہ رکھتا ہو' مثلاً اُسے گمان ہو کہ ابھی طلوع فجر نہیں ہوئی یا یہ کہ سورج غروب ہو چکا ہے اور عملاً اس کے گمان کے خلاف تھا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اُسے روزہ یاد ہو۔ چنانچہ اگر اُس نے بھولے سے

کچھ کھا پی لیا ہے تب بھی اس کا روزہ صحیح ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ یہ کام اپنے ارادے سے کرے۔ چنانچہ اگر اُس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو تب بھی اُس کا روزہ نہیں ٹوٹا اور اُس پر قضا بھی نہیں ہے۔

۶- نیز جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں حیض یا نفاس کے خون کا نکل آنا ہے۔ جونہی عورت نے خون دیکھ لیا اُس کا روزہ ختم ہو گیا' حیض و نفاس والی عورت کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ رمضان المبارک کے بعد وہ قضا شدہ روزوں کو رکھ لے۔

جن کاموں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۱- نہانا' تیرنا' گرمی میں پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنا۔

۲- طلوع فجر تک رات کو کھانا' پینا اور جماع کرنا۔

۳- مسواک کرنا۔ دن کے کسی حصہ میں مسواک کرنے سے کچھ نہیں ہوتا' بلکہ یہ مستحب کام ہے۔

۴- کسی قسم کی حلال دوا استعمال کرنا بشرطیکہ وہ غذا نہ بنتی ہو' چنانچہ غذا نہ بننے والے انجکشن لیے جا سکتے ہیں' آنکھ اور کان میں قطرے ڈالے جا سکتے ہیں' خواہ قطروں کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو' البتہ رات تک مؤخر کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ دمے کی دوا جو سپرے {INHALER} کی شکل میں ہوتی ہے اُسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کھانا چکھنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ حلق سے نیچے نہ

اترے۔کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے میں بھی کوئی حرج نہیں' البتہ مبالغہ نہ کیا جائے' تاکہ پیٹ تک پانی نہ پہنچ جائے۔اسی طرح خوشبو استعمال کرنے اور سونگھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۵- حیض ونفاس والی عورت کا خون اگر رات کو بند ہو جائے تو غسل کو طلوع فجر کے بعد تک مؤخر کرسکتی ہے' طلوع فجر کے بعد وہ نماز کے لیے غسل کرلے۔یہی حکم جُنبی کا بھی ہے کہ وہ حالتِ جنابت میں سحری کھا کر طلوع فجر کے بعد غسل کرلے۔

وضاحتیں

۱- اگر رمضان میں دن کے وقت کوئی کافر مسلمان ہو جائے تو وہ دِن کا باقی حصہ کچھ نہ کھائے کچھ نہ پیئے' اور اس دِن کی اُس پر قضا نہیں ہے۔

۲- طلوع فجر سے پہلے پہلے رات کو روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے۔یہ حکم فرض روزوں کے لیے ہے۔البتہ نفل روزوں کی نیت کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے طلوع فجر کے بعد بھی نیت ہوسکتی ہے اور دِن چڑھے بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ طلوع فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

۳- روزہ دار کے لیے مستحب ہے کہ روزے کی حالت میں حسب ضرورت دعا کرے۔ افطار کے وقت کے لیے ایک دعا ابوداود [۲۳۵۷] میں یوں آئی ہے:

((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ))

''پیاس بجھ گئی' رگیں تر ہوگئیں' اور ان شاء اللہ اجر پکا ہوگیا''۔

۴- جس شخص کو دن میں رمضان کی آمد کا علم ہو وہ باقی دِن میں کچھ نہ کھائے پئیے اور اُس پر قضا بھی واجب ہے۔
۵- جس شخص کے ذمے رمضان کے روزے باقی ہوں وہ ذمہ داری ادا کرنے کی خاطر جلدی کرے اگرچہ تاخیر بھی جائز ہے' قضا کے روزے چاہے مسلسل رکھے یا غیر مسلسل رکھے دونوں طرح جائز ہے اور بلا عذر اگلے رمضان تک لیٹ نہ کرے۔

روزے کی سنتیں

۱- سحری کھانا: آپ ﷺ کا فرمان ہے:
((تَسَحَّرُوا فَاِنَّ فِی السُّحُورِ بَرَکَة)) [بخاری ۱۹۲۳]
''سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانا بہت بابرکت ہے''۔
مسنون یہ ہے کہ سحری کو آخر وقت کھایا جائے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:
((عَجِّلُوا بِالاِفطَارِ وأَخِّرُوا السُّحُورَ)) [الصحیحة للالبانی ۱۷۷۳]
''افطار کرنے میں جلدی کیا کرو اور سحری کو آخر وقت میں کھایا کرو''۔
۲- جلد افطار کرنا چاہیئے جب کہ سورج غروب ہو چکا ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا:
((لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیرٍ مَا عَجَّلُوا الفِطرَ)) [بخاری ۱۹۵۷]
''میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی' جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے''۔

مسنون یہ ہے کہ تازہ کھجوروں پر روزہ افطار کیا جائے ورنہ خشک کھجوروں پر' اگر یہ دستیاب نہ ہوں تو پانی پر'اور اگر مذکورہ چیزیں نہ ملیں تو جو چیز بھی مل جائے اُس پر روزہ کھول لے۔

۳- روزے کی حالت میں دعا کرتے رہنا چاہیئے بالخصوص افطار کے وقت۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلاثُ دَعْوَاتٍ مُستَجابات: دَعْوَةُ الصَّائم، وَدعوةُ الْمَظلُوم، وَدَعوةُ الْمُسافِر)) [البیھقی فی الشعب ۳/۳۰۰، والصحیحہ ۱۷۹۷]

''تین قسم کے آدمیوں کی دعا قبول ہوجاتی ہے: روزہ دار کی دعا' مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا''۔

رمضان کی راتوں میں قیام کرنا روزہ دار کے لیے انتہائی مناسب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ ایمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه))

''جس شخص نے ایمان اور اجر کی نیت کے ساتھ قیامِ رمضان کیا اس کے سابقہ سارے گناہ معاف کردیئے گئے''۔ [بخاری ۳۷]

چنانچہ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ نماز تراویح کو امام کے ساتھ مکمل کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ))

''جوشخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ قیام کرتا رہا اس کے لیے اُس رات کا قیام لکھ دیا گیا''۔ [صحیح الترمذی ٦٤٦]

اسی طرح رمضان میں کثرت سے صدقہ کرنا چاہیے۔

نیز تلاوت قرآن حکیم زیادہ سے زیادہ کرنی چاہیے' کیونکہ رمضان المبارک قرآن کریم کا مہینہ ہے' قرآن کی تلاوت کرنے والے کو ہر حرف کے بدلے نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی دس گنا ہوتی ہے۔

نماز تراویح

نماز تراویح سے مراد رمضان میں باجماعت رات کو قیام کرنا ہے۔ اس کا وقت نماز عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک رہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز تراویح ادا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ مسنون یہ ہے کہ گیارہ رکعت نماز ادا کرے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ اور اگر گیارہ رکعت سے زیادہ ادا کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

نماز تراویح میں یہ بھی مسنون ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اور لمبی لمبی ادا کی جائے بشرطیکہ نمازی کو مشقت نہ ہو۔ نماز تراویح میں عورتوں کی شرکت بھی صحیح ہے بشرطیکہ فتنے کا خطرہ نہ ہو۔ پورے پردے کے ساتھ نکلیں' زینت کا اظہار نہ کریں' اور نہ ہی خوشبو کا استعمال کریں۔

نفل روزے

حضور اکرم ﷺ نے درج ذیل روزوں کی ترغیب دلائی ہے۔

۱۔ شوال کے چھ روزے: آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ)) [صحيح مسلم ١١٦٤]

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے' پھر شوال کے چھ روزے رکھے' گویا اس نے سارا زمانہ روزے رکھا''۔

۲۔ سوموار اور جمعرات کا روزہ۔

۳۔ ہر مہینے تین روزے۔ اگر ان روزوں کو ایام بیض یعنی ۱۳' ۱۴' ۱۵ تاریخوں کو رکھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔

۴۔ یوم عاشوراء کا روزہ' یعنی دس محرم کا روزہ' اور یہودیوں کی مخالفت میں اگر ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ)) [مسلم ١١٦٢]

''دسویں محرم کے دن کے روزے کے بارے میں' اللہ تعالیٰ سے یقین رکھتا ہوں کہ سابقہ سال کے سارے گناہ بخش دے گا''۔

۵- یوم عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کا روزہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
((صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ یُکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِی قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِی بَعْدَهُ)) [مسلم ۱۱۶۲]
''یوم عرفہ کے روزے کے حوالے سے میں اللہ تعالیٰ سے یقین رکھتا ہوں کہ سابقہ سال اور آئندہ سال کے گناہ معاف کردے گا''۔

جن دنوں کا روزہ رکھنا حرام ہے؟

۱- عیدین کے دونوں دن یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن۔

۲- ایام تشریق کے تینوں دن' یعنی گیارہ' بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کا دِن' البتہ جس قارن یا متمتع حاجی کے پاس ھدی کا جانور نہ ہو وہ ان دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔

۳- حیض ونفاس کے دنوں میں عورت کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے۔

۴- خاوند کی موجودگی میں عورت کے لیے بلا اجازت نفل روزہ رکھنا حرام ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَصُومُ الْمَرْءَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ غَیْرَ رَمَضَان))
''جس عورت کا خاوند موجود ہو وہ خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے' البتہ رمضان کا روزہ رکھ سکتی ہے''۔[البخاری ۱۵۹۲ ومسلم ۱۰۲۶]

مسائل حج وعمرہ

حج کا حکم اور فضیلت

ہر مسلمان مرد و عورت پر عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے، اور حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (ال عمران ٩٧)

''اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وِاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَاءِ الزكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ))

''اسلام کی پانچ بنیاد ہیں: (۱) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا''۔ [صحیح البخاری ٨ وصحیح مسلم ١٦]

اللہ کے قریب کرنے والے اعمال میں سے افضل ترین عمل حج کرنا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))

''جس شخص نے اس گھر کا حج کیا' اُس نے فحش بات نہیں کی' اور نہ گناہ کا کام کیا اس طرح واپس ہوا جس طرح آج ہی اُس کی ماں نے اُسے پیدا کیا ہو''۔[صحیح البخاری ۱۵۲۱ وصحیح مسلم ۱۳۵۰]

شرائط حج

ہر مسلمان عاقل بالغ پر حج کرنا فرض ہے بشرطیکہ طاقت رکھتا ہو۔ طاقت سے مراد یہ ہے کہ اُس کے پاس سواری کا انتظام ہو' کھانے پینے' پہننے کا جانے آنے تک کا انتظام ہو' جو افراد خانہ اس کی کفالت میں ہیں اُن کی ضروریات سے بھی زیادہ ہو۔ راستے کا پُر امن ہونا' صحت مند ہونا بھی استطاعت کی شرط میں داخل ہے اور نہ ہی اسے کوئی ایسی بیماری یا معذوری لاحق ہو جو حج کرنے میں رکاوٹ بنتی ہو۔ مذکورہ شروط کے ساتھ ساتھ عورتوں کے لیے محرم کا وجود بھی شرط ہے' جو حج میں اُس کے ساتھ رہے' خواہ اُس کا خاوند ہو یا کوئی دوسرا محرم رشتہ دار (مثلاً: بھائی - بیٹا - چچا - ماموں - بھانجا - بھتیجا - پوتا - نواسہ - داماد وغیرہ)۔ اگر عورت حالت عدت میں ہو تو حج کے لیے نہ نکلے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت عدت میں عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع کر دیا ہے۔ جس کسی کو ایسی کوئی رکاوٹ ہو اس پر حج فرض ہی نہیں ہے۔

حج کے آداب

۱- سفر شروع کرنے سے پہلے پہلے حاجی' حج و عمرے کے احکام سیکھ کر نکلے'

چاہے تو کتاب پڑھ لے یا اہل علم سے پوچھ لے۔

۲- اچھے لوگوں کی جماعت میں شامل ہو' جو بھلائی میں معاون بن سکتے ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اس جماعت کے ساتھ کوئی عالم دین یا طالب علم موجود ہو۔

۳- حج کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی قربت حاصل کرنا ہو۔

۴- فالتو باتوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے۔

۵- کثرت سے ذکر الٰہی اور دعا کرے۔

۶- لوگوں کو تکلیف نہ دے۔

۷- عورت کو چاہیے کہ اپنے ستر و حجاب کا خیال رکھے اور مردوں کے رش سے دور رہے۔

۸- حاجی کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ وہ عبادت میں ہے' وہ سیر و تفریح کے لیے نہیں نکلا۔ اللہ ہدایت عطا کرے' بعض حاجی سمجھتے ہیں کہ حج کا سفر سیر وسیاحت کے لیے ہے یا تصویریں بنانے کے لیے۔

احرام

احرام سے مراد حج یا عمرے کی عبادت میں داخل ہونے کی نیت کرنا ہے' لہٰذا جو آدمی حج یا عمرے کی نیت کرے اُس پر احرام باندھنا واجب ہے۔ حاجی یا عمرہ کرنے والا اگر مکہ مکرمہ میں باہر سے آ رہا ہو تو اللہ کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ کسی میقات سے احرام باندھے گا۔ جن کی تفصیل یوں ہے:

(۱) ذُو الحُلَیفَه: مدینہ منورہ کے قریب یہ ایک بستی ہے جسے آج کل ''ابیار علی'' کہا جاتا ہے' اور یہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

(۲) الجُحفَه: یہ رابغ کے قریب بستی ہے اور لوگ رابغ سے ہی احرام باندھ لیتے ہیں' اور یہ اہل شام کا میقات ہے۔

(۳) قَرنُ المنازِل: جسے آج کل ''السیل الکبیر'' کہا جاتا ہے' یہ طائف سے قریب ہے اور یہ اہل نجد کا میقات ہے۔

(۴) یَلَملَم: یہ مکہ مکرمہ سے تقریبا ستر کلومیٹر دور ہے اور یہ اہل یمن کا میقات ہے۔

(۵) ذَاتُ عِرق: اور یہ اہل عراق کا میقات ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ میقات مقرر فرمائے ہیں مذکورہ بالا شہر والوں کے لیے اور ان کے لئے بھی جو وہاں سے گزریں بشرطیکہ وہ حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ احرام باندھ کر گزریں۔ مکہ مکرمہ کا رہائشی اور وہ آدمی جو حرم سے باہر اور حدود میقات کے اندر رہتا ہو وہ اپنی رہائش گاہ سے ہی حج کے لیے احرام باندھ لے گا۔

احرام کے مسنون کام

احرام میں داخل ہونے سے پہلے مندرجہ ذیل کام مسنون ہیں:

۱- ناخن کاٹنا' بغلوں کے بال نکالنا' مونچھیں کاٹنا' زیر ناف بال صاف کرنا' غسل کرنا' خوشبو لگانا۔ خوشبو صرف جسم میں لگائی جائے گی' کپڑوں میں نہیں۔

۲- سلے ہوئے کپڑے اتار کر تہبند اور اوپر کی چادر اوڑھنا' البتہ عورت جو چاہے لباس پہن سکتی ہے' البتہ باپردہ ہو اور زینت نہ ظاہر کرے' غیر محرم لوگوں کی موجودمیں چہرے اور ہاتھوں کو چھپا کر رکھے' ہاتھوں میں دستانے نہ پہنے اور چہرے پر نقاب نہ کرے۔

۳- مسجد کو جائے اور با جماعت نماز ادا کرے' بشرطیکہ نماز کا وقت ہو' یا وضو کی سنت کی نیت کر کے دو رکعت نماز ادا کرے' اس کے بعد احرام کی نیت کر لے۔

حج کے طریقے:

حج کے طریقے تین ہیں:

۱۔ حج تمتّع: اس کی شکل یوں ہوتی ہے کہ پہلے صرف عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے' پھر جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہوتی ہے تو حاجی اپنی رہائش گاہ سے ہی حج کا احرام باندھ لیتا ہے۔ البتہ میقات سے احرام باندھتے وقت یوں نیت کرتا ہے ''عمرے کی لبیک کہتا ہوں' اس کے بعد حج کروں گا''۔ اور تمتع سب سے افضل طریقہ حج ہے' بالخصوص جب کہ حاجی حج سے کافی وقت پہلے مکہ پہنچ جائے' پھر وہ اپنی رہائش گاہ سے دوسری دفعہ حج کا احرام باندھے گا اور کہے گا ''**لبّیک حجًا**'' حج کی نیت کے ساتھ لبیک کہتا ہوں۔ اس طریقہ حج میں ایک ''ھدی'' (قربانی کی مانند جانور جو حاجی بطور ھدیہ ایام قربانی میں ذبح کرتا ہے) حاجی کو لازم آتی ہے' ایک بکری ایک حاجی کی ھدی بن سکتی ہے' اونٹ گائے سات آدمیوں کی ھدی بن سکتی ہے۔

۲۔ حج قِران: اس کا طریقہ یہ ہے کہ حج وعمرے کا ایک ہی وقت میں احرام باندھ لیا جائے اور نیتِ احرام کرتے ہوئے یوں کہے: ''حج وعمرہ کی لبیک کہتا ہوں'' اور اسی احرام پر دس ذی الحجہ تک رہے۔ عام طور پر یہ طریقہ حج اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو حج شروع ہونے (۸ ذی الحجہ) سے تھوڑی دیر پہلے پہنچے' اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ پہلے وہ عمرے سے فارغ ہو پھر مقررہ تاریخ کو حج کا احرام باندھے' یا یہ طریقہ حج اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو ھدی کا جانور ساتھ لے کر آیا ہو' اس طریقہ حج میں بھی ھدی دینا لازم ہے۔

۳۔ حج اِفراد: اس کا طریقہ یہ ہے کہ صرف حج کی نیت کرتے ہوئے کہے: ''حج کی نیت سے لبیک کہتا ہوں''۔ اس طریقہ حج میں ھدی نہیں ہوتی۔

حاجی اگر فضائی سفر کر رہا ہو تو میقات کے برابر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھ لے۔ اگر میقات کی صحیح معلومات نہ ہوں تو پہلے بھی باندھ سکتا ہے۔ اور میقات پر پہنچ کر جو جو کام اُسے کرنے تھے مثلاً صفائی کرنی' خوشبو لگانی' ناخن کاٹنے وہ پہلے سے کر لے اور جہاز پر سوار ہونے سے پہلے احرام کا کپڑا اوڑھ لے' یا ہوائی جہاز میں جا کر اوڑھ لے' میقات پر پہنچنے سے پہلے پہلے یا اُس کے برابر آنے پر وہ دخولِ اِحرام کی نیت کر لے۔

احرام میں داخل ہونے کا طریقہ

احرام میں داخل ہونے کے لیے مندرجہ ذیل طریقے سے نیت کرے:

۱- عمرے کے لیے لبیک کہتا ہوں' اس کے بعد حج کی نیت رکھتا ہوں' یہ طریقہ اُس وقت ہوگا جب وہ **حجِ تمتع** کرنا چاہتا ہو۔

۲- حج وعمرے کے لیے لبیک کہتا ہوں۔ جب وہ حج وعمرے کو ایک احرام میں ادا کرنا چاہتا ہو' یعنی **حج قران** کرنا چاہتا ہو۔

۳- حج کے لیے لبیک کہتا ہوں۔ جب وہ صرف حج کرنا چاہتا ہو یعنی **حج افراد**۔

احرام میں داخل ہونے کے بعد طواف شروع کرنے تک تکرار کے ساتھ اور بار بار تلبیہ کہنا مسنون ہے' اور یوں کہے:

((لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیکَ لَبَّیْکَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لاَ شَرِیکَ لَکَ))

ممنوعات احرام

جو چیزیں احرام میں داخل ہونے سے پہلے مُحرِم کے لیے حلال تھیں اُن میں سے کچھ چیزیں اُس کے لیے حرام ہو جاتی ہیں' اس لیے کہ وہ عبادت میں داخل ہو گیا ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل چیزیں حرام ہو جاتی ہیں:

۱- سر اور جسم کے باقی حصے کے بال اتارنا' البتہ ضرورت کے وقت وہ آرام سے سر کھجا سکتا ہے۔

۲- ناخن کاٹنا۔ البتہ اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے یا اُسے تکلیف دے رہا ہو اُسے اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳- خوشبو استعمال کرنا۔ اسی طرح خوشبودار صابن استعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔

۴- عورت سے ہم بستر ہونا یا اس سے متعلقہ کام کرنا' جیسے کہ نکاح کرنا' بنظر شہوت دیکھنا' جسم ملانا' بوسہ لینا وغیرہ وغیرہ۔

۵- دستانے پہننا۔

۶- شکار کو قتل کرنا۔

یہ تو وہ چیزیں ہیں جو مردوں اور عورتوں کے لیے حرام ہیں۔

البتہ درج ذیل اشیاء صرف مردوں کے لیے حرام ہیں:

۱- سلا ہوا کپڑا پہننا۔ البتہ ضرورت کے لحاظ سے مندرجہ ذیل اشیاء استعمال کرسکتا ہے۔ جیسے: بیلٹ' گھڑی' چشمہ اور اسی طرح کی ضرورت کی چیزیں۔

۲- براہ راست کسی چیز سے سر کو ڈھانپنا' اگر براہ راست نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں' لہٰذا چھتری' کار' بس' خیمہ وغیرہ جائز ہیں۔

۳- پاؤں میں جراب پہننا۔ البتہ اگر جوتا نہ ہو تو چمڑے کے موزے پہنے جاسکتے ہیں۔

ممنوعہ اشیاء کے استعمال کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

۱- کہ بلا عذر ممنوعہ چیز استعمال کرے۔ اس طرح وہ گناہ گار ہوگا اور اس غلطی پر فدیہ بھی ہوگا۔

۲- ضرورت کے تحت استعمال کرے۔ اس پر گناہ تو نہیں' البتہ فدیہ ادا کرے گا۔

۳- کسی عذر کے تحت استعمال کرے۔ مثلاً یا تو وہ مسئلے سے ناواقف تھا' یا بھول کر کیا' یا مجبوراً کیا۔ اس طرح نہ تو اس پر گناہ ہے اور نہ ہی فدیہ ہوگا۔

طواف کرنے کا طریقہ

مسجد الحرام میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھنا مسنون ہے۔ اور یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰه ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) [صحیح مسلم ۷۱۳]

''اللہ کے نام سے اور صلاۃ وسلام ہو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

ویسے عام مساجد میں داخلہ کی دعا بھی یہی ہے' پھر فوری کعبہ کی طرف چل پڑے جس کا طواف کرنا ہے۔

طواف: اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر خانہ کعبہ کے ارد گرد سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں' جو حجر اسود سے شروع ہو کر اسی پر مکمل ہو جائے گا۔ خانہ کعبہ کو اپنے بائیں طرف رکھے۔ باوضو ہو کر طواف کرنا واجب ہے' اور طواف کرنے کا طریقہ یوں ہے:

(۱) حجراسود کے پاس جا کر دائیں ہاتھ سے اسے چھولے، اور یوں کہے: ''بسم اللہ اللہ اکبر''۔ اگر ممکن ہو تو بوسہ دے لے، اگر براہ راست بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اسے چھوکر ہاتھ کو چوم لے، اگر حجراسود کو ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف منہ کر کے اشارہ کر لے، اور ''اللہ اکبر'' کہے، اور ایسی صورت میں ہاتھ کو نہ چومے، پھر خانہ کعبہ کو بائیں طرف رکھ کر طواف شروع کر دے، اور اللہ تعالیٰ سے جو چاہے دعا مانگے یا جہاں سے ممکن ہو قرآن کریم کی تلاوت کرے، اور طواف کرنے والا اپنی زبان میں اپنے لیے اور جس کے لیے چاہے دعا مانگ سکتا ہے، دوران طواف کی کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔

(۲) جب رکن یمانی پر پہنچے تو اگر ہو سکے تو دائیں ہاتھ سے اُسے چھولے اور کہے: ''بسم اللہ واللہ اکبر''۔ اور ہاتھ کو نہ چومے۔ اور اگر ہاتھ نہ لگا سکے تو چلتا رہے اور ہاتھ کا اشارہ نہ کرے اور نہ ہی اللہ اکبر کہے، رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان یہ دعا پڑھے:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرة ۲۰۱)

''اے ہمارے پروردگار! دنیا میں بھی ہمیں اچھائی عطا کر اور آخرت میں بھی اچھائی عطا کر، اور آگ کے عذاب سے محفوظ فرما دے''۔

(۳) جب حجراسود تک پہنچ جائے تو اُسے ہاتھ سے چھوئے اور اگر چھو نہ سکے تو ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہے۔ اس طرح سات چکروں میں

سے ایک چکر پورا ہو گیا، اور پھر باقی چکروں کو اس طرح پورا کرے:

(۴) اسی طرح طواف کرتا رہے اور جس طرح پہلا چکر پورا کیا اسی طرح ساتھ چکر پورے کرے، جب بھی حجر اسود کے برابر سے گزرے اللہ اکبر کہے، ساتویں چکر کو مکمل کر کے بھی ''اللہ اکبر'' کہے۔ پہلے تین چکروں میں ''رمل'' کرے اور باقی چکروں میں عام چال سے چلے، اور رمل سے مراد چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز تیز چلنا ہے۔ طواف کے دوران ''اضطباع'' کی شکل میں چادر اوڑھنا مسنون ہے۔ ''اضطباع'' کا طریقہ یہ ہے کہ چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر سے اوڑھ لے۔ اور ''اضطباع'' صرف پہلے طواف کے وقت ہوتا ہے جب بھی حاجی یا عمرہ کرنے والا مکہ مکرمہ آئے۔

(۵) مسنون یہ ہے کہ طواف مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے، اور مقام ابراہیم نمازی اور خانہ کعبہ کے درمیان میں رہے، اور نماز شروع کرنے سے پہلے اپنے اوڑھنے کی چادر کو دونوں کندھوں پر اوڑھ لے، اس طرح کہ چادر کندھوں پر رہے اور دونوں پلّو سامنے سینے پر آ جائیں۔ پہلی رکعت میں سورت الفاتحہ کے بعد ''قُل یا ایُّھا الکافرون'' کی تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں سورت الفاتحہ کے بعد ''قُل ھو اللّٰہ احد'' کی تلاوت کرے۔ اگر مقام ابراہیم پر رش کی وجہ سے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو المسجد الحرام میں جہاں جگہ ملے نماز پڑھ لے۔

صفامروہ کے درمیان دوڑنا

اس کے بعد مقام سعی پر پہنچے' پہلے صفا پہاڑی پر آئے' اس کے قریب پہنچ کر یہ آیت تلاوت کرے:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرة ١٥٨)

''یقیناً صفا و مروہ کی پہاڑیاں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں' پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان دونوں کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں' اور جو کوئی نیکی میں اضافہ کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ قدردان اور جاننے والا ہے''۔

اور صفا پہاڑی پر اتنا ضرور چڑھے کہ اُسے خانہ کعبہ نظر آ جائے۔ اس طرف رُخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور جو چاہے مانگے' پھر یہ ذکر پڑھے:

((لا الٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِير، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَحدهُ أنجزَ وَعْدَهُ وَنَصرَ عَبدَهُ وَهَزَمَ الْاَحزَابَ وَحدَهُ))

پھر لمبی دعا کرے اور اِس کو تین مرتبہ دھرائے۔

پھر چلتے ہوئے مروہ پہاڑی کی طرف جائے' جب سبز نشان تک پہنچے تو جس قدر ممکن ہو تیز تیز چلے' کسی کو تکلیف نہ دے' تیز چلنا صرف مردوں کے

لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔ جب مروہ پہاڑی پر پہنچے تو اوپر چڑھ جائے، قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر اسی طرح دعا کرے جس طرح صفا پہاڑی پر کی تھی۔ سعی کے سات چکروں میں سے اس طرح اُس کا ایک چکر پورا ہو گیا۔ دعا مکمل کرنے کے بعد مروہ پہاڑی سے صفا پہاڑی کی طرف جائے اور جو کچھ پہلے چکر میں کیا تھا وہی کرتا رہے۔ سعی کے دوران کثرت سے دعا کرنا مسنون ہے۔ (سعی کے ہر چکر کی کوئی مخصوص دعا نہیں ہے)۔

جب حاجی نیتِ تمتع کے ساتھ حج کر رہا ہو تو سعی مکمل کرنے کے بعد حلق کروالے اور عمرے کو مکمل کر لے اور کپڑے پہن کر احرام سے باہر آ جائے۔ پھر جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو نماز ظہر سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ میں جہاں بھی ٹھہرا ہو وہاں سے حج کا احرام باندھ لے اور عمرے کے لیے احرام باندھتے وقت جو کیا تھا وہی کچھ کرے، حج کی نیت کرتے ہوئے یوں کہے:

((لَبَّیْکَ حَجًّا ، لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ، لَا شَرِیْکَ لَکَ))

(البتہ جو حج قران یا اِفراد کر رہا ہے وہ سعی کے بعد بال نہ بنوائے بلکہ اُسی اِحرام پر رہے)۔

۸ ذی الحجہ

آج کے دن حاجی حضرات منیٰ کی طرف جاتے ہیں' ظہر' عصر' مغرب'

عشاء اور فجر کی نماز وہاں ادا کرتے ہیں اور چار رکعت والی نماز کو دو رکعت ادا کرتے ہیں۔(یعنی قصر البتہ جمع نہیں کرتے)۔

۹ ذی الحجہ (یوم عرفات)

اس دن میں مندرجہ ذیل کام کرنے ہیں:

(۱) سورج طلوع ہونے کے بعد حاجی حضرات منیٰ سے میدان عرفات جائیں اور غروب آفتاب تک وہیں رہیں۔زوال کے بعد نماز ظہر، عصر جمع اور قصر کر کے ادا کریں، نماز ادا کرنے کے بعد ذکر، دعا، تلبیہ (لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ...الخ) پڑھتے رہیں۔کثرت سے دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ حضور عاجزی کرنا اور گڑگڑانا مسنون ہے، اپنے لیے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا کریں اور جو چاہیں مانگیں، دعا کرتے وقت ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے۔عرفات میں ٹھہرنا حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔جو عرفات میں نہیں ٹھہرا اُس کا حج ہی نہیں ہے۔عرفات میں ٹھہرنے کا وقت ۹ ذی الحجہ کے سورج طلوع ہونے سے لے کر دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر تک ہے۔جو شخص دن رات کے کسی وقت میں یہاں ٹھہر گیا اُس کا حج ہوگیا، البتہ یہ ضروری ہے کہ حاجی حضرات اس بات کا اطمینان کرلیں کہ وہ حدودِ عرفات میں ہی ٹھہرے ہیں۔

(۲) جب نو ذی الحجہ کا سورج غروب ہوجائے تو سکون و اطمینان کے ساتھ مزدلفہ کو چل دے اور بلند آواز سے تلبیہ پڑھتا جائے۔

مزدلفہ میں کرنے کے کام

مزدلفہ کے میدان میں پہنچ کر سب سے پہلے مغرب وعشاء کی نماز جمع وقصر کر کے پڑھے۔نماز ادا کرنے کے بعد کھانے پینے اور دوسرے کاموں کی اجازت ہے۔ضروریات سے فارغ ہو کر جلد از جلد سو جائے تا کہ نماز فجر کے لیے چاک و چوبند اٹھ سکے۔

۱۰ ذی الحجہ کے کام

۱- جب نماز فجر کا وقت ہو جائے تو نماز فجر ادا کر کے اپنی جگہ پر بیٹھا رہے۔ اور اچھی طرح سفیدی ہو جانے تک کثرت سے ذکر اور دعا کرتا رہے۔

۲- چھوٹی چھوٹی سات کنکریاں چُنے' پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ چلا جائے۔

۳- جمرہ عقبہ (المعروف بڑا شیطان) پہنچنے تک تلبیہ کہتا رہے اور جمرہ عقبہ کو ایک ایک کر کے سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہے۔

۴- اگر تمتع یا قران کی نیت سے حج کر رہا ہے تو کنکریاں مارنے کے بعد ھدی ذبح کرے اور اس میں سے خود بھی کھائے' تحفہ بھی دے اور صدقہ بھی کرے' یہی مستحب ہے۔

۵- ھدی ذبح کرنے کے بعد سارے سر کو منڈوائے یا بال کٹوائے' البتہ سارے سر کو منڈوانا افضل ہے۔البتہ خواتین تینوں طرف سے ایک ایک پور تین سنٹی

میٹر کے برابر بال کٹوا دیں۔

یہ پانچ کام کرنے بعد احرام کی وجہ سے حرام ہونے والے مندرجہ ذیل کام حلال ہو گئے' سلا ہوا لباس پہننا' خشبو لگانا' بال صاف کرنا وغیرہ۔ البتہ طواف افاضہ کرنے تک نکاح منع رہے گا۔ مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وہ نہائے' صفائی کرے' خوشبو لگائے اور اپنے کپڑے پہن لے۔

۶- طوافِ حج (طوافِ افاضہ) کے لیے وہ بیت اللہ کو جائے' سات چکر لگا کر طواف مکمل کرے' اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے' اگر تمتع کی نیت سے حج کر رہا ہے تو اس کے بعد سعی کی جگہ کو جائے اور صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگا کر سعی کرے۔ البتہ اگر نیتِ قران یا نیت افراد سے حج کر رہا ہے اور طوافِ قدوم (پہلے طواف) کے ساتھ صفا مروہ کی سعی کر چکا ہے تو اب اُس پر سعی کرنا ضروری نہیں۔ اس لیے کہ اُس کی پہلی سعی حج کی سعی تھی اور اگر اس نے طوافِ قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی تو اس پر سعی کرنا ضروری ہے۔ سعی مکمل کرنے کے بعد اس کے لیے تمام ممنوعہ چیزیں جائز ہو گئیں جو احرام کی وجہ سے منع ہوئی تھیں۔

۷- گیارہویں اور بارہویں رات حاجی منیٰ میں گزارے اور جو کوئی زیادہ رکنا چاہے وہ تیرہویں کی رات بھی منیٰ میں گزارے' رات گزارنے کا معنی ہے کہ رات کا اکثر حصہ منیٰ میں رہے۔

کنکری مارنے' قربانی کرنے' حلق کروانے' طواف کرنے کی یہی ترتیب مسنون ہے' البتہ اگر ترتیب آگے پیچھے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۱ ذی الحجہ کے کام

اس دِن حاجی کی ذمہ داری ہے کہ کنکریاں مارے۔زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا شروع کرے' پہلے نہیں مارسکتا' اگلے دِن کی طلوع فجر تک اس کا وقت ہے۔جمرہ صغریٰ (چھوٹا شیطان) سے شروع کرے' پھر جمرہ وسطیٰ (درمیانی شیطان) اور پھر جمرہ کبریٰ (بڑا شیطان) کو زوال کے بعد کسی وقت بھی کنکریاں مارے' کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے:

۱-اپنے ساتھ چھوٹی چھوٹی اکیس کنکریاں لے لے' پہلے جمرہ صغریٰ پر جائے' ہر ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے ہوئے سات کنکریاں مارے' کوشش کرے کہ ہر کنکری حوض میں گرے' اور کنکریوں کو ایک ایک کر کے مارے۔کنکریوں سے فارغ ہوکر ذرا دائیں طرف ہوکر کھڑے ہوکر لمبی دعا مانگے۔

۲-اب جمرہ وسطیٰ کو جائے' ایک ایک کر کے سات کنکریاں مارے' ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے' مسنون یہ ہے کہ کنکریاں مارنے کے بعد ذرا بائیں طرف ہوجائے اور لمبی دعا کرے۔

۳- اب جمرہ کبریٰ کو جائے اور سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے' اس کے بعد آگے چلا جائے اور رُکے نہیں۔یہاں دعا نہیں ہے۔

۱۲ ذی الحجہ کے کام

۱- جو کام اس نے گیارہ تاریخ کو کئے وہی کام اس دن کرے۔

نوٹ: اگر حاجی تیرہ تاریخ تک رکنا چاہتا ہو اور یہی افضل بھی ہے تو جو کام اس نے گیارہ اور بارہ تاریخ کو کیئے وہی کام تیرہ تاریخ کو بھی کرے۔

۲- بارہ یا تیرہ تاریخ کو کنکریوں سے فارغ ہونے کے بعد حاجی طواف وداع کے لیے بیت اللہ کو جائے' اور خانہ کعبہ کے سات چکر لگائے' پھر مسنون یہی ہے کہ اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے یا مسجد میں جہاں بھی جگہ ملے۔ طواف وداع حیض ونفاس والی عورت سے ساقط ہو جاتا ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ طوافِ حج (طوافِ افاضہ جو کہ دس ذی الحجہ کو ہوتا ہے) سفر کے دن تک مؤخر کر دے اور یہی طواف' طواف وداع سے بھی کفایت کر جائے گا۔ البتہ طواف کرتے وقت طواف وداع کی نہیں بلکہ طواف افاضہ کی نیت کرے۔

۳- طواف وداع سے فارغ ہونے کے بعد ضروری ہے کہ حاجی کسی کام میں مصروف نہ ہو بلکہ مکہ مکرمہ سے نکل جائے اور اپنے وقت کو ذکر' دعا اور دوسری مفید چیزوں کے سننے میں استعمال کرے۔

طواف وداع کے بعد تھوڑی دیر مکہ میں رکنے میں کوئی حرج نہیں' مثلاً ساتھیوں کا انتظار کر رہا ہے' سامان اٹھا رہا ہے' یا راستے کے لیے ضرورت کی کوئی چیز خرید رہا ہے۔ اگر غیر ضروری خریداری میں مصروف ہو گیا تو اسے دوبارہ طوافِ وداع کرنا ہو گا۔

ارکانِ حج

۱- احرام باندھنا۔

۲- عرفہ میں وقوف کرنا۔

۳- طواف افاضہ (دس ذی الحجہ کو یا وداع کے وقت طواف کرنا۔)

۴- صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

جس کسی نے ان کاموں میں سے کوئی کام چھوڑ دیا اُس کا حج صحیح نہیں ہے۔

واجباتِ حج

۱- میقات سے احرام باندھنا۔

۲- غروب آفتاب تک عرفات کے میدان میں قیام کرنا۔ (جو شخص دِن کو عرفات میں ٹھہرا ہو۔)

۳- میدان مزدلفہ میں رات گزارنا حتیٰ کہ دِن خوب سفید ہو جائے، البتہ کمزور مرد اور عورتیں آدھی رات تک رک کر جا سکتے ہیں۔

۴- گیارہ، بارہ ذی الحجہ کی راتیں منیٰ میں گزارنا۔

۵- گیارہ، بارہ ذی الحجہ کو کنکریاں مارنا۔

۶- حلق یا تقصیر کروانا۔

۷- طوافِ وداع کرنا۔

جس نے ان سات چیزوں میں سے کوئی چیز چھوڑ دی اُس کو دَم دینا ہوگا' یا تو بکری ذبح کرے یا ساتواں حصہ گائے یا اونٹ کا قربان کر کے حرم کے غریبوں میں تقسیم کر دے۔

مسجد نبوی کی زیارت

نماز کی نیت سے مسجد نبوی کی زیارت کرنا مستحب ہے' اس کی فضیلت میں بیان ہوا ہے کہ المسجد الحرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کے مقابلے میں اس مسجد میں نماز کا ثواب ہزار گنا ہے۔ مسجد نبوی کی زیارت سارا سال مستحب ہے' اس کا کوئی وقت مقرر نہیں' اور احکام حج سے بھی اس زیارت کا کوئی تعلق نہیں۔

چونکہ ایک مسلمان اس مسجد میں موجود ہے لہٰذا نبی مکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبور مطہرہ کی بھی زیارت کر لے۔

قبروں کی زیارت کا حکم صرف مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں' البتہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ حجرہ نبویہ مبارکہ شریفہ کو برکت کے لیے ہاتھ لگائے' یا اس کا طواف کرے' یا دعا کرتے ہوئے حجرہ شریفہ کی طرف منہ کرے۔

احکام غذا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ ''طیبات''(۱) کھائیں اور انہیں ''خبائث''(۲) سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کھاؤ اُن پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں''۔(البقرۃ: ۱۷۲)

قاعدہ یہ ہے کہ کھانے کی تمام چیزیں شرعاً حلال ہیں سوائے ان چند چیزوں کے، جن کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے تاکہ اُن سے فائدہ اٹھائیں، لہٰذا ایک طرف اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کر کے دوسری طرف اس کی نافرمانی کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے کہ کھانے پینے کی کون کون سی چیزیں ان پر حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) شریعت کی اصطلاح میں ''طیب'' سے مراد ہر وہ خوراک ہے جو کہ شرعاً حلال اور طب کے مطابق مفید اور صحت کے لیے مفید ہو۔

(۲) ''خبائث'' سے مراد ہر وہ خوراک ہے جو کہ شرعاً حرام ہو یا طب کے لحاظ سے نقصان دہ ہو، خواہ اس کا نقصان عمومی ہو جیسے کہ زہر یا اس کا نقصان بالخصوص کسی انسان کو ہو، جیسے کہ بعض لوگوں کو بعض کھانے نقصان دے جاتے ہیں۔ یہ کھانے ان کے حق میں خبیث ہیں۔ (اضافہ از مترجم)

﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے پوری تفصیل کے ساتھ ان چیزوں کو بیان کر دیا ہے جو اُس نے تم پر حرام کی ہیں' ہاں مگر جس چیز کے بارے میں اضطراری شکل پیدا ہو جائے''۔(الانعام:۱۱۹)

تو معلوم ہوا کہ جس چیز کی حرمت اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کی وہ حلال ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَنَهَى عَنْ اَشْيَاءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ مِنْ غَيرِ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوا عَنْهَا))

[سنن الدارقطنی ۴/۱۸۴ باب الرضاع، والسنن الکبری للبیهقی ۱۰/۱۲۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب الاربعین میں حدیث کو حسن قرار دیا ہے جبکہ محققین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے امام البانی رحمہ اللہ مشکاۃ المصابیح کتاب الایمان ح ۱۹۷ میں حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہی رائے شعیب الارناووط کی ہے جامع العلوم ح ۳۰]

''اللہ تعالیٰ نے کچھ کاموں کو فرض قرار دیا ہے انہیں ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کر دیئے ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور یہ خاموشی بھول کی وجہ سے نہیں بلکہ رحمت کی بنیاد پر ہے اب تم ان کی تلاش میں نہ پڑو''۔

چنانچہ ہر وہ کھانے پینے، پہننے کی چیز جس کی حرمت اللہ اور اس کے رسول نے بیان نہیں کی اُس کو حرام نہیں کہا جا سکتا، قاعدہ یہ ٹھہرا کہ ہر وہ کھانے پینے کی چیز جو پاکیزہ ہو، اس میں نقصان بھی نہ ہو وہ جائز ہے۔ ناپاک اور نقصان دہ چیز حلال نہیں ہوتی، جیسے کہ مردار، خون، نشہ آور، سگریٹ اور جس چیز میں ناپاکی داخل ہوگئی ہو وہ حرام ہے اس لیے کہ وہ ناپاک اور نقصان دہ ہے۔

حرام مردار سے مراد وہ جانور ہے جو شرعی طور پر ذبح کئے بغیر مر گیا ہو اور خون سے مراد وہ خون ہے جو مذبوحہ جانور سے بہہ کر نکل رہا ہو، البتہ ذبح کرنے کے بعد جو خون گوشت میں لگا رہ جائے یا رگوں میں باقی ہو وہ حلال ہے۔

حلال کھانے دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) جو حیوانات سے بنتے ہیں۔ (۲) جو نباتات سے بنتے ہیں۔ جس چیز میں نقصان نہیں وہ حلال ہے، اور حیوانات دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) وہ حیوان جو خشکی میں رہتے ہیں۔

(۲) وہ حیوان جو پانی میں رہتے ہیں۔

جو جانور پانی میں رہتے ہیں وہ مطلقاً حلال ہیں ان کو ذبح کرنا شرط نہیں ہے اس لیے کہ پانی کا مردار جائز ہے۔ خشکی کے جانور عام طور پر حلال ہی ہیں، البتہ چند ایک جانور اسلام نے حرام کئے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے:

۱- پالتو گدھے۔

۲- جس جانور کے نوکدار دانت ہوں' سوائے لگڑ بگھا کے۔اس جانور کے بارے میں اختلاف ہے لہٰذا احتیاط بہتر ہے۔

پرندے سارے حلال ہیں سوائے ان پرندوں کے جن کو نام یا صفات کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے۔

۱- جس پرندے کے ناخن سامنے سے مڑے ہوئے ہوں جن سے وہ شکار کرتا ہو' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ)) [صحيح مسلم ١٩٣٤]

''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا (حرام قرار دیا ہے) ہر درندے سے جو کہ نوکدار دانت رکھتا ہو اور ہر پرندے سے جس کے پنجے مڑے ہوئے ہوں''۔

۲- جو جانور مردار کھاتے ہوں جیسے کہ باز' گدھ' کوا وغیرہ' اس لیے کہ اُن کی غذا ہی حرام ہے جس پر وہ پلتے ہیں۔

جو جانور برے لگتے ہوں وہ بھی حرام ہیں' جیسے سانپ' چوہا اور کیڑے مکوڑے وغیرہ۔

مذکورہ بالا جانوروں کے علاوہ سارے جانور اور پرندے حلال ہیں' مثلاً گھوڑے' چوپائے' مرغی' صحرائی گدھا' ہرن' شتر مرغ اور خرگوش وغیرہ۔ان حلال جانوروں میں سے صرف وہ جانور نہیں کھانے چاہئیں جن کی عمومی غذا

ناپاک ہو‘ البتہ اگر ضرور ہی کھانا ہو تو انہیں کم سے کم تین دین تک باندھ رکھا جائے اور انہیں حلال خوراک دی جائے۔

مسجد میں حاضری کے وقت پیاز‘ لہسن اور اس طرح کی بدبودار چیزیں استعمال کرنا مکروہ ہے۔

جو آدمی حرام چیز استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے اور مجبوری اس حد تک ہو کہ اگر وہ استعمال نہیں کرتا تو جان کا خطرہ ہو تو زہر کے علاوہ دوسری چیز اس حد تک استعمال کر سکتا ہے کہ اُس کی زندگی کی ڈور نہ ٹوٹے۔

جو آدمی کسی پھل دار باغ سے گزرے‘ پھل قریب لگا ہو‘ یا زمین پر گرا پڑا ہو‘ نہ اُس پر دیوار ہو اور نہ ہی چوکیدار ہو وہ اُس پھل سے کھا سکتا ہے‘ البتہ اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے جا سکتا‘ نہ تو وہ درخت پر چڑھ کر پھل اتارے اور نہ ہی اُس کی طرف کوئی چیز پھینکے‘ اور نہ ہی اکٹھے کئے ہوئے پھلوں میں سے اٹھائے‘ البتہ مجبوری کی صورت میں جائز ہے۔

احکام ذبح

خشکی کے جانور کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اُسے شرعی اصولوں کے مطابق ذبح کیا جائے اور ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خشکی کے جانور کے گلے کو اور سانس کی نالی کو کاٹ دیا جائے اور مجبوری کی صورت میں کہیں سے بھی رگ کاٹ کر خون نکال دیا جائے۔

جس جانور کو کسی بھی شکل میں ذبح کیا جا سکتا ہو وہ بغیر ذبح کیے حلال نہیں ہوگا' اور وہ مردار کے حکم میں ہوگا۔

شرائط ذبح

۱- **ذبح کرنے والے کی اہلیت**: وہ عاقل ہو' آسمانی دین کو ماننے والا ہو یعنی کہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو' چنانچہ جس جانور کو ایسا شخص ذبح کرے جو پاگل ہو' حالت نشہ میں ہو یا ناسمجھ چھوٹا بچہ ہو' اس کا ذبح جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ تمام لوگ ذبح کرنے کے لیے نیت وارادے کی صلاحیت نہیں رکھتے' اس لیے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی' اور وہ جانور بھی حلال نہیں ہے جس کو کافر' بت پرست' مجوسی آگ پرست یا قبر پرست ذبح کرے۔

۲- **آلۂ ذبح موجود ہو**: ہر اُس آلے سے ذبح کرنا صحیح ہے جو تیز دھار ہو' دھار کی کاٹ کی وجہ سے خون چالو کر دے' چاہے وہ لوہے کا ہو' یا کسی دوسری چیز سے بنا ہو یا پتھر کی نوک ہو' کانچ کا ٹکڑا بھی ہوسکتا ہے' البتہ دانت' ہڈی اور ناخن سے ذبح کرنا صحیح نہیں ہے۔

۳- **حلق کو کاٹنا**: اس سے مراد سانس کی نالی' خوراک کی نالی اور سامنے کی دو بڑی رگوں کا کاٹنا ہے۔ ذبح کرتے ہوئے اس جگہ کو کاٹنے کی حکمت یہ ہے کہ خون اچھی طرح نکل جائے' اس لیے کہ ساری نالیاں اسی جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں' اور یہاں کاٹنے سے روح جلد نکل جاتی ہے اس طرح گوشت پاکیزہ ہو جاتا ہے اور حیوان کو تکلیف کم سے کم ہوتی ہے۔

جو جانور مقررہ جگہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو، جیسے شکار وغیرہ تو جسم کے کسی بھی حصہ میں زخم لگا دیا جائے تو وہ ذبح کیا ہوا شمار ہوگا، مثلاً: کسی جانور کا گلا گھٹ گیا ہو، یا اُس کے اوپر کوئی بھاری چیز آن گری ہو، یا بلند جگہ سے گر گیا ہو یا کسی جانور نے زخمی کر دیا ہو، چاہے سینگ مار کر زخمی کیا ہو یا منہ سے زخمی کیا ہو، ان تمام شکلوں میں اس جانور کو کھانا جائز ہے بشرطیکہ اُسے چلتی سانس کے ساتھ زندہ پالیا جائے پھر ذبح بھی کر لیا جائے۔

۴- ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' کہے، یہ بھی مسنون ہے کہ بسم اللہ کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہے۔

ذبح کے آداب

۱- کند آلے سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

۲- جانور کی آنکھوں کے سامنے آلہ کو تیز کرنا بھی مکروہ ہے۔

۳- قبلہ کی بجائے کسی دوسری طرف رخ کر کے جانور ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔

۴- اس کی گردن توڑ دینا یا مکمل روح نکلنے سے پہلے کھال اتارنا بھی مکروہ ہے۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ گائے اور بکری کو بائیں کروٹ لٹا کر ذبح کیا جائے اور اونٹ کا بایاں پاؤں باندھ دیا جائے اور کھڑے کھڑے ذبح کیا جائے۔

شکار کرنا

ضرورت کے تحت شکار کرنا جائز ہے' البتہ محض کھیل تماشے کیلیے ناجائز ہے۔ شکار کو زخمی کر کے پکڑنے کی دو شکلیں ہوتی ہیں:

۱- اُس کو زندہ قابو کر لیا جائے تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔

۲- وہ مرا ہوا ملے یا زندگی کی آخری سانس لے رہا ہو تو وہ بغیر ذبح کئے بھی حلال ہے۔

شکار کے لیے بھی وہی شرطیں ہیں جو ذبح کرنے والے کے لیے ہوتی ہیں۔

۱- یہ کہ وہ عقل مند ہو' مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو' کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ اُس شکار کو کھائے جسے مجنون نے' نشہ کرنے والے نے' مجوسی نے' بت پرست یا کسی اور کافر نے شکار کیا ہو۔

۲- آلہ شکار کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ وہ تیز دھار ہو خون بہاتا ہو' نہ دانت ہو اور نہ ہی ناخن ہو (ہڈی کی قسم سے نہ ہو) وہ شکار کو اپنی دھار سے کاٹے نہ کہ وزن سے چوٹ پہنچائے' البتہ کتے یا پرندے جن کے ذریعے شکار کیا جاتا ہے ان کا شکار اُس وقت جائز ہوگا جب وہ سکھائے ہوئے ہوں۔ شکاری جانور کی تعلیم کا قاعدہ یہ ہے کہ جب اُس کو شکار پر چھوڑا جائے تو بھاگے' اور جب شکار کو پکڑ لے تو جب تک مالک نہ آ جائے شکار کو پکڑے رکھے' اپنے کھانے کے لیے نہ پکڑے۔

۳- وہ شکار کی نیت سے آلہ شکار پھینکے' اگر اتفاقاً آلہ ہاتھ سے چھوٹ کر شکار پر گر گیا' اور جانور کو قتل کر دیا تو یہ جانور حلال نہیں ہوگا کیونکہ اُس نے شکار کی

نیت نہیں کی تھی۔ اسی طرح اگر کتا خود بخود شکار کے پیچھے بھاگا پھر اُس نے جانور کو قتل کر دیا تو یہ جانور بھی حلال نہیں ہوگا اس لیے کہ مالک نے نہیں چھوڑا تھا اور نہ ہی شکار کا ارادہ کیا تھا' البتہ اگر کسی نے شکار کی طرف تیر چلایا اور وہ دوسرے جانوروں کو جا لگا' یا متعدد جانوروں کو جا لگا تو سارے جانور حلال ہوں گے۔

۴- تیر یا دوسرا آلہ شکار پھینکتے وقت ''بسم اللہ'' کہے' اور یہ بھی مسنون ہے کہ اُس کے ساتھ ''اللہ اکبر'' بھی کہے۔ گویا وہ جانور کو ہاتھ سے ذبح کر رہا ہے۔

نوٹ: کتا رکھنا حرام ہے[1]۔ البتہ چند شکلوں میں حضور اکرم ﷺ نے اجازت دی ہے اور وہ تین شکلیں ہیں: شکار کا کتا' جانوروں کی نگرانی کا کتا' کھیتی باڑی کی حفاظت کا کتا۔

(۱) نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اصول ''ضرورت'' یہی تین تھے۔ آج کے ترقی یافتہ زمانے میں اس اصول ضرورت میں مجرموں کی سراغ رسانی' منشیات کی پہچان و تلاش' جاسوسی ضروریات' گھریلو حفاظت وغیرہ بھی شامل کیے جا سکتے ہیں۔
(اضافہ از مترجم ابو عبدالرحمٰن غفر اللہ لہ و لوالدیہ و جمیع المسلمین)
یہ بات معلوم رہنی چاہئے کہ مذکورہ اسباب کے علاوہ اگر کوئی کتا پالتا ہے تو ہر دن اُس کی ایک قیراط نیکیاں کم ہوتی رہیں گی۔ [بخاری ۲۳۲۳ (اضافہ از کاتب ابوانس]۔

مسائل لباس

اسلام خوبصورتی اور صفائی کو پسند کرنے والا دین ہے' اور مسلمان کو تعلیم دی ہے کہ وہ پاکیزہ اور خوبصورت شکل میں نظر آئے' بلکہ اس بات کی ترغیب بھی دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لباس پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ انسان کی پردہ پوشی کرے اور خوبصورتی دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف ٢٦)

''اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور خوبصورتی بھی دیتا ہے' اور تقوی کا لباس یہ زیادہ بہتر ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ اسے یاد رکھیں''۔

لباس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ حلال ہے' الا یہ کہ کوئی واضح حکم اُس کو منع کردے۔ اسلام نے کسی خاص قسم کا لباس مقرر نہیں کیا کہ جس کو پہننا ضروری ہو البتہ کچھ اصول وضابطے مقرر کردیئے ہیں جن کا مسلمان کے لباس میں ہونا ضروری ہے' جن کی تفصیل یوں ہے:

(۱) یہ کہ ستر کو چھپاتا ہو اور جسم پر بالکل فِٹ نہ ہو (یعنی اس قدر تنگ نہ ہو کہ جسم کا ہر حصہ محسوس ہو۔)

(۲) کافروں اور بدکردار لوگوں کی پہچان کا لباس نہ ہو' تاکہ ان کی مشابہت نہ ہو۔

(۳) اس میں (سائز اور قیمت کے اعتبار سے) فضول خرچی اور تکبر نہ ہو۔

جب لباس میں مذکورہ بالا اصول اپنائے گئے تو ہر انسان اپنی ضرورت اور معاشرتی عرف کے مطابق جو چاہے پہنے۔ لباس کے حوالے سے درج ذیل اشیاء کی ممانعت آئی ہے' جن کی تفصیل یوں ہے:

۱- مردوں کے لیے ریشم اور سونے کا استعمال' البتہ عورتوں کے لیے یہ چیزیں جائز ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم پکڑا اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑا' پھر فرمایا:

((اِنَّ هٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُكُورِ اُمَّتِی)) [سنن أبی داود ٤٠٧٥]

''یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں''۔

البتہ مرد خالص چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے' یا جس انگوٹھی میں چاندی کی ملاوٹ ہو وہ بھی پہن سکتا ہے جو کہ عام طور پر مرد پہن لیتے ہیں۔

۲- جس لباس میں جاندار کی تصویر ہو وہ پہننا منع ہے' چنانچہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ کوئی ایسا لباس پہنے جس میں انسان یا حیوان کی تصویر ہو' خواہ یہ

تصویر کپڑے میں ہو یا زیور میں' یا پہناوے کی کسی دوسری چیز میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے تکیہ خریدا جس میں تصویر بنی ہوئی تھی' آپ ﷺ کی نگاہ اُس پر پڑ گئی' آپ دروازے پر ہی رک گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی محسوس کر لی' میں نے کہا: میں اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اللہ کے رسول کے حکم کو تسلیم کرتی ہوں' میں نے کیا قصور کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ، وَقَالَ: اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)) [البخاری ۲۱۰۵ ومسلم ۲۱۰۷]

''اس تکیے کا کیا معاملہ ہے؟ میں عرض کیا' میں نے اسے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر ٹیک لگا کر بیٹھ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان صورت گروں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا' اُن سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں روح پھونک کر انہیں زندہ کر کے دکھاؤ۔ پھر فرمایا: یقیناً وہ گھر جس میں فوٹو ہوں فرشتے داخل نہیں ہوتے''۔

۳۔ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا بھی مردوں پر حرام ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَينِ مِنَ الإزَارِ فَفِي النَّارِ)) [البخاری ٥٤٥٠]

''کپڑے کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹک جائے وہ آگ میں ہے''۔

اس حدیث میں منع فرمایا گیا ہے کہ کپڑا ٹخنے سے لمبا نہیں ہونا چاہیے' چاہے وہ لمبا قمیص ہو' شلوار' پاجامہ' پینٹ یا دھوتی ہو۔ یہ حکم تکبر اور گھمنڈ کرنے والوں کے لیے ہی نہیں ہے' بلکہ تکبر کرنے والوں کی سزا تو مزید سخت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاءَ لَمْ يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيهِ يَومَ الْقِيَامَةِ))

[صحیح البخاری ٥٧٨٧ وصحیح مسلم ٢٠٨٥]

''جس آدمی نے تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں''۔

ہاں البتہ عورت کا فرض ہے کہ اتنا لمبا کپڑا پہنے جو پاؤں تک کو ڈھانپ لیتا ہو۔

۴- ایسا باریک کپڑا پہننا بھی جائز نہیں ہے جو ستر کو نہ چھپاتا ہو یا اس قدر تنگ ہو کہ انگ انگ واضح ہوتا ہو۔ یہ حکم مردوں عورتوں سب کے لیے برابر ہے۔

۵- لباس میں عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) [صحیح البخاری ٥٨٨٥]

''رسول اللہ ﷺ نے اُن مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کا حلیہ اختیار کرتے ہیں اور اُن عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کا حلیہ بنا لیتی ہیں''۔

٦- لباس میں کافروں کی مشابہت کرنا بھی حرام ہے(١)۔ چنانچہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ ایسا لباس استعمال کرے جو کافروں کے لیے خاص ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اوپر دو پیلے کپڑے دیکھے' فرمایا:

((اِنَّ هٰذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسهَا)) [مسلم ٢٠٧٧]

''یہ کافروں والے کپڑے ہیں' تم اسے مت پہنو''۔

آداب لباس اور مسنون کام

١- مسلمان کے لیے مسنون یہ ہے کہ نیا لباس پہنتے وقت دعا کا اہتمام کرے۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب بھی نئی قمیص یا پگڑی پہنتے تو اس کپڑے کا نام لے کر یوں دعا فرماتے۔

(١) بات صرف رنگ تک محدود نہیں ہے بلکہ بعض چیزیں اپنے رنگ' شکل' انداز' اور طریق میں بالکل واضح نشانی ہوتی ہیں' جیسے کہ عیسائی راہب کی ٹوپی اور چوغہ' ہندو جوگی کا لباس' یہودیوں کی ٹوپی اور مذہبی لباس' بدھ مت والوں کا عبادتی لباس وغیرہ۔ اصل میں اسلام اپنی شناخت چاہتا ہے' لہٰذا کسی کی نقالی کو برداشت نہیں کرتا۔ (اضافہ از مترجم)

((اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیهِ أَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِہ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّہِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ))(۱)
[سنن أبی دوادو ٤٠٢٠، امام البانی نے صحیح کہا ہے]

''اے اللہ! تیرے لیے ہی تعریف ہے' تو نے مجھے اسے پہنایا ہے' میں اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کے لیے بنایا گیا ہے اُس کی خیر کا بھی سوالی ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جس چیز کے لیے بنایا گیا اُس کے شر سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

۲- کپڑا پہنتے وقت دائیں طرف سے شروع کرے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِی شَأْنِهِ کُلِّهِ فِی طُھُورِہِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ)) [صحیح البخاری ٢٦٨]

''کہ نبی اکرم ﷺ اپنے تمام معاملات میں جس قدر ہوسکتا تھا دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے' وضو کرنے میں' کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں''۔

چنانچہ جب جوتا پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے' جب جوتا اتارتے تو

(۱) روزانہ کپڑے بدلتے وقت جو شخص یہ دعا پڑھے گا اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف کرے گا
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِی ھٰذَا الثَّوبَ وَ رَزَقَنِیهِ مِنْ غَیرِ حَولٍ مِنِّی وَلاَ قُوَّۃ [ابو داود، اللباس، ٤٠٢٣]۔
سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور بغیر میری کسی طاقت وقوت کے یہ مجھے عطا کیا۔[اضافہ از کاتب، غفر اللہ له وللمسلمین]

بائیں طرف سے شروع کرتے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنَى وَإِذَا خَلَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ وَلْيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا)) [صحيح مسلم ٢٠٩٧]

''جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں طرف سے شروع کرے اور جب جوتا اتارے تو بائیں طرف سے شروع کرے' مناسب یہ ہے کہ یا دونوں کو پہنے یا دونوں کو اتار دے''۔

مذکورہ حدیث میں ایک جوتے میں چلنے پر ممانعت آئی ہے۔

۳۔ مسنون یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے جسم اور کپڑوں کی صفائی کا خیال رکھے اور ان دونوں کو پاک رکھے' صفائی ہر زیب وزینت اور خوبصورت منظر کی بنیاد ہے' اسلام نے صفائی ستھرائی کی ترغیب دلائی ہے بدن ولباس کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے۔

۴۔ افضل یہ ہے کہ سفید رنگ کے کپڑے استعمال کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ)) [مسند أحمد ٢٤٧/١، وسنن أبي داود ٤٠٦١۔ امام البانی رحمہ اللہ نے حدیث کو صحیح کہا ہے]۔

''سفید کپڑے پہنا کرو' یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں' اور اسی میں

اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو‘‘۔

واضح رہے کہ سارے ہی رنگ جائز ہیں بات صرف افضل کی ہے۔

کپڑوں کے انواع واقسام اور جائز خوبصورتی میں بھی اعتدال اور میانہ روی سے کام لیا جائے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾ (الفرقان٦٧)

’’جب وہ لوگ خرچ کرتے ہیں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں اور درمیان میں رہتے ہیں‘‘۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا فِي غَيْرِ اِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ))

[صحیح البخاری کتاب اللباس ابتداء میں و مسند أحمد ١٨١/٢]

’’کھاؤ، پیو، پہنو، صدقہ کرو، بس اسراف نہ کرو اور تکبر میں نہ پڑو‘‘۔

مسائل نکاح

شروط النکاح

(۱) میاں بیوی کی رضامندی: ایک عاقل بالغ مرد کو ایسی عورت کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جسے وہ پسند نہ کرتا ہو' اسی طرح ایک عاقل بالغ عورت کو بھی اس مرد سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جسے وہ پسند نہ کرتی ہو' اسلام نے عورت کی رضامندی کے بغیر اس کے نکاح سے منع کیا ہے۔ اگر عورت کسی مرد سے نکاح سے انکار کردے تو اُسے مجبور کرنا جائز نہیں ہے اور یہ حق اُس کے باپ کو بھی حاصل نہیں ہے۔

(۲) سرپرست: عورت کے لیے ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا نِكاحَ إلَّا بِوَلِيٍّ)) [سنن الترمذی ۱۱۱۳ وسنن ابن ماجة ۱۸۸۱۔ امام البانی رحمہ اللہ نے حدیث کو صحیح کہا ہے]

''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے''۔

اگر کسی عورت نے اپنا نکاح خود کرلیا تو اُس کا نکاح فاسد ہوگا' خواہ اُس نے خود اپنا نکاح کیا ہو یا کسی کو اختیار دیا ہو' اور کوئی کافر مسلمان عورت کا ولی نہیں ہوسکتا' جس عورت کا ولی ہی نہ ہو تو حاکم اُس کا نکاح کروائے گا۔

ولی وہ عاقل، بالغ، سمجھدار مرد جو اُس عورت کا رشتہ دار ہو جو کہ حسب ترتیب یوں ہیں:

باپ پھر باپ کی طرف سے مقرر کردہ آدمی، پھر دادا، پردادا۔

پھر عورت کا بیٹا، پھر پوتے پڑپوتے۔

اس کے بعد سگا بھائی، پھر باپ کی طرف سے بھائی، پھر سگے بھتیجے، پھر باپ کی طرف سے بھائی کی اولاد۔ اسی اصول پر جو جس قدر قریبی رشتہ دار ہو گا اسی قدر ولایت کا حقدار ہوگا۔

پھر سگا چچا، پھر والد کی طرف سے چچا، پھر اُن کی اولاد، جو جتنا قریبی ہے اسی قدر زیادہ حقدار ہے، اس کے بعد والد کا چچا، پھر اُس کی اولاد، پھر دادا کا چچا، پھر اُس کی اولاد۔

ولی کی ذمہ داری ہے کہ نکاح کرنے سے پہلے عورت سے اجازت لے۔

(عورت کے لیے) ولی مقرر کرنے کی حکمت زنا کا راستہ بند کرنا ہے، زنا کار سے بعید نہیں ہے کہ وہ عورت کو کہے کہ اتنی رقم کے بدلے مجھ سے شادی کرلے، پھر اس معاملے پر دو ساتھیوں کو گواہ بھی بنالے۔

(۳) گواہ: لازمی ہے کہ نکاح کے وقت کم سے کم دو یا زیادہ نیک سیرت مسلمان گواہ موجود ہوں، دو یا دو سے زیادہ گواہوں کا ہونا انتہائی ضروری ہے، نیز وہ بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے ہوں اور قابل اطمینان ہوں یعنی زنا، شراب جیسے گناہوں میں ملوث نہ ہوں۔

نکاح کروانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد یا اُس کا نمائندہ نکاح کے موقع پر عورت کے ولی سے کہے مجھ سے اپنی بچی یا جس کے تم سرپرست ہو-لڑکی کا نام لیا جائے- کا نکاح کردو' جواب میں عورت کا ولی کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیٹی یا فلاں زیرِسرپرستی عورت کو تمہارے نکاح میں دیا۔ اس کے بعد مرد کہے: ''میں نے اس عورت سے نکاح کو قبول کیا''۔

مرد کے لیے بھی جائز ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کر دے۔

(۴) مہر مقرر کرنا: مہر مقرر کرنے میں بہتر یہ ہے کہ تھوڑا ہو' جس قدر بھی کم سے کم اور آسان ہو وہ بہتر ہے' اس کی مقدار عقد نکاح میں ذکر کی جائے اور عقد نکاح کے ساتھ معجّل ادا کر دیا جائے' البتہ سارا یا کچھ حصہ مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر خاوند نے جماع سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی تو عورت آدھے حق مہر کی حقدار ہے۔ نکاح کے بعد اور جماع سے پہلے ہی خاوند فوت ہو گیا' تو یہ بیوی وارث بھی بنے گی اور مکمل حق مہر کی بھی حقدار ہو گی۔ گویا کہ حق مہر خاوند کے ذمہ قرض تھا جو اس کے ورثے سے ادا کیا جائے گا۔

حقوقِ نکاح

(۱) نان نفقہ: خاوند کی ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی پر معروف طریقے سے خرچ کرے مثلاً: کھانا' پینا' کپڑا اور رہائش۔ اگر ادائیگی واجب میں خاوند نے بخل کیا' تو وہ گناہ گار ہے۔ عورت کو حق حاصل ہے کہ ضروریات کے مطابق وہ

اپنے خاوند کے مال سے از خود لے لے' یا اُس کی ذمہ داری پر قرض لے لے' مثلاً قریب میں کرانہ سٹور تھا اور بیوی دکان سے ضروریات منگواتی رہے اور کہے کہ خاوند ادا کرے گا۔ اب خاوند کی ذمہ داری ہے کہ اس قرض کو ادا کرے۔

ولیمہ بھی نان نفقہ کے زمرے میں آتا ہے' ولیمہ سے مراد وہ کھانا ہے جو خاوند شادی کے دنوں میں تیار کرتا ہے اور اہل تعلق کو دعوت دے کر بلاتا ہے' یہ ایسی سنت ہے جس کا حکم ہے' کیونکہ آپ ﷺ نے خود بھی متعدد بار ولیمہ کیا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔

(۲) وراثت: جونہی کسی مسلمان مرد نے مسلمان عورت کے ساتھ صحیح نکاح کر لیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ﴾. (النساء:۱۲)

''تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر مر جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو' تو سارے ترکے میں سے آدھا حصہ تمہارا ہے' اور اگر اُن کی اولاد ہو تو اُن کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے' اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں' یا قرض کی ادائیگی کے بعد' اور جو ترکہ تم چھوڑ جاؤ اس میں اُن کے لیے چوتھائی ہے' اگر تمہاری اولاد نہ ہو'

اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا'
اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد''۔

صورتِ مسئلہ میں اس سے فرق نہیں پڑے گا کہ تم نے اُس عورت سے جماع کیا ہے یا نہیں کیا۔

نکاح کی سنتیں اور آداب

۱- نکاح کا اعلان کرنا مسنون ہے' نیز نئے شادی شدہ جوڑے کے لیے دعا کرنا بھی مسنون ہے' ابوداود [۲۱۳۰] میں ہے کہ خاوند یا بیوی سے یوں کہا جائے:

((بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ و جَمَعَ بَینَکُمَا فِی خَیْرٍ))

''اللہ تعالیٰ اس نکاح کو تیرے لیے برکت بنادے اور تمہیں برکت سے نواز دے اور تم دونوں کو خیر وسلامتی کے ساتھ جمع کردے''۔

۲- جب بھی وہ جماع کرنا چاہیں تو یہ مسنون دعا پڑھیں:

((بِاسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا))

[صحیح البخاری ح ۱٤۱، وصحیح مسلم ۱٤۳٤]

''بسم اللہ' اے اللہ ہم کو شیطان سے دور رکھ' اور ہماری اولاد کو بھی شیطان سے دور رکھ''۔

۳- میاں بیوی دونوں پر حرام ہے کہ باہمی مخصوص باتوں کو دوسروں پر ظاہر کریں۔

۴- حالت حیض اور حالت نفاس میں (خواہ خون بند ہو چکا ہو لیکن ابھی تک غسل نہ کی ہو) مرد کا بیوی کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے۔

۵- خاوند کے لیے حرام ہے کہ اپنی بیوی کے پیچھے جماع کرے' اور یہ بڑا گناہ ہے جسے اسلام نے حرام کیا ہے۔

۶- خاوند کے لیے واجب ہے کہ جماع کرنے میں اپنی بیوی کا حق ادا کرے' نیز حمل سے بچنے کے لیے انزال سے پہلے بیوی سے علیحدہ نہ ہو' اگر کوئی طبی ضرورت ہو تو جائز ہے لیکن بیوی کی رضامندی کے ساتھ۔

بیوی کی خوبیاں

شادی کے ذریعے سکون حاصل کرنا اور نیک خاندان کی بنیاد اور پاکیزہ معاشرہ مطلوب ہوتا ہے' چنانچہ اگر بیوی ظاہری و باطنی جمال کی مالک ہو تو عظیم خوبیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ ظاہری جمال سے مراد جسمانی طور پر کامل و مکمل ہو اور باطنی جمال یہ ہے کہ دین و اخلاق کے اعتبار سے کامل و مکمل ہو' اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس طرح انسان مکمل ہو جاتا ہے اور خوش قسمت ہوتا ہے۔ البتہ اصل اہمیت دینداری کی ہے اور یہی نبی اکرم ﷺ کی تاکید ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی چاہیے کہ نیک اور متقی انسان کا انتخاب کرے۔

وہ عورتیں جن سے شادی کرنا حرام ہے:

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے: ان کی دو قسمیں ہیں:

۱- جن عورتوں سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

۲- جن عورتوں سے نکاح ایک وقت مقررہ تک حرام ہے۔

اوّلاً: جن عورتوں سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔

(ا) نسب کی وجہ سے حرام عورتیں:

اور یہ سات قسم کی ہیں۔ ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔ فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ (النساء:۲۳)

''حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں''۔

ا-مائیں: سے مراد ماں، دادی، نانی، پردادی، پرنانی اور اوپر کو رشتہ جہاں تک جائے۔

۲-بیٹیاں: سگی بیٹیاں، پوتی، پڑپوتی، نواسی، پرنواسی، نیچے کو رشتہ جہاں تک جائے۔

۳-بہنیں: سگی بہنیں، باپ کی طرف سے بہن، ماں کی طرف سے بہن۔

۴-پھوپھیاں: سگی پھوپھی، باپ کی پھوپھی، دادا کی پھوپھی، ماں کی پھوپھی، دادی یا نانی کی پھوپھی۔

۵-خالائیں: سگی خالہ، باپ کی خالہ، دادا کی خالہ، ماں کی خالہ، دادی یا نانی کی خالہ۔

۶-بھتیجیاں: سگے بھائی کی بیٹی، باپ کی طرف سے بھائی کی بیٹی، ماں کی طرف سے بھائی کی بیٹی اور اُن کے بیٹوں کی بیٹیاں، یا بیٹیوں کی بیٹیاں اور رشتہ نیچے جہاں تک پہنچے۔

۷- بھانجیاں: سگی بہن کی بیٹی' باپ کی طرف سے بہن کی بیٹی' ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی' ان کے بیٹوں کی بیٹیاں' ان کی بیٹیوں کی بیٹیاں اور رشتہ نیچے جہاں تک پہنچے۔

(۲) دودھ کی وجہ سے حرام ہونے والے رشتے

جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں وہی رشتے دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ))

''جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہوتا ہے وہ رشتہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتا ہے''۔[البخاری ٢٦٤٥ و مسلم ١٤٤٥]

البتہ جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے اُس کی چند شروط ہیں:

۱- کہ بچے نے ماں کا پانچ یا پانچ سے زیادہ مرتبہ دودھ پیا ہو' اگر بچے نے عورت کا چار مرتبہ دودھ پیا ہو تو یہ عورت اُس بچے کی رضاعی ماں نہیں کہلائے گی۔

۲- یہ کہ بچے نے عورت کا دودھ ''عمر فطام'' سے پہلے لیا ہو۔ فطام سے مراد ہے دودھ چھڑانے کی عمر جو کہ زیادہ سے زیادہ دو سال ہوتی ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ پانچوں دفعہ اس نے عمر فطام سے پہلے پیا ہو۔ اگر بچے نے عورت کا دودھ عمر فطام کے بعد پیا' یا کچھ بار عمر فطام سے پہلے اور کچھ بار عمر فطام کے بعد تب بھی یہ عورت اس بچے کی ماں نہیں کہلائے گی۔

جب رضاعت کی شرطیں پوری ہوگئیں یہ بچہ اس عورت کا بیٹا بن گیا' اور اس عورت کے بچے اس کے بہن بھائی بن گئے' چاہے یہ بچے اس سے پہلے تھے یا بعد میں آئے' اور اس عورت کے "لبن والے خاوند"(۱) کے بیٹے بیٹیاں اس بچے کے بہن بھائی ہوگئے' چاہے وہ بچے اس عورت کے بطن سے تھے جو بچے کو دودھ پلا رہی ہے یا کسی دوسری بیوی کے پیٹ سے تھے' کیونکہ یہاں اصل اعتبار لبن والے باپ کا ہے ماں کے پیٹ کا نہیں۔ یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ دودھ پیتے بچے کی آئندہ نسل کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کا رضاعت والے رشتے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی دودھ پینے سے اُن کے ساتھ کوئی رشتہ بنتا ہے۔

سسرالی تعلق کی وجہ سے حرام ہونے والے رشتے

۱- باپ دادا کی بیویاں: جب کسی مرد نے عورت سے عقد نکاح کرلیا تو یہ عورت حرام ہوگئی اس کے بیٹوں پر' پوتوں پر' نواسوں پر' اور رشتہ نیچے کو جہاں تک جائے' اس سے فرق نہیں پڑتا کہ اس نکاح کرنے والے مرد نے اپنی اُس بیوی سے جماع کیا یا نہیں کیا۔

(۱) "لبن والا خاوند" ایک فقہی اصطلاح ہے جس سے مراد عورت کا وہ خاوند ہوتا ہے جس کے جماع کے بعد اس عورت کو حمل ہوا اور بچہ جننے کے بعد سینے میں دودھ اترا۔ اس طرح یہ دودھ پیتا بچہ اس خاوند کا بیٹا شمار ہوگا جس کے جماع سے اس رضاعی ماں کو حمل ہو' پھر بچہ پیدا ہوا اور دودھ اترا اور اس دودھ سے رضاعی بچے نے غذا حاصل کی۔

۲- بیٹوں کی بیویاں: جب کسی مرد نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کرلیا تو یہ عورت نکاح کرنے والے مرد کے باپ' دادا پر حرام ہوگئی' دادا اور نانا دونوں کے لیے یہی حکم ہے چاہے اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع کیا یا نہیں کیا حرمت ثابت ہوگئی۔

۳- بیوی کی ماں اور دادی نانی: جب کسی انسان نے کسی عورت سے عقد نکاح کرلیا اس عورت کی ماں اور دادی نانی اس پر حرام ہوگئی۔ یہ حکم عقد نکاح کے ساتھ ہی لاگو ہوجاتا ہے چاہے وہ اپنی اس بیوی سے جماع کرے یا نہ کرے۔

۴- بیوی کی بیٹیاں' پوتیاں' نواسیاں' اور رشتہ نیچے کو جہاں تک جائے: جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرلے اور اُس سے جماع بھی کرلے تو اُس عورت کی بیٹیاں، پوتیاں، نواسیاں اِس مرد پر حرام ہوجاتی ہیں۔ چاہے اِس خاوند سے پہلے مرد کی ہوں یا اِس کے بعد والے خاوند کی۔ ہاں اگر جماع سے پہلے ہی رشتہ ختم ہوجائے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

عارضی طور پر حرام ہونے والے رشتے

۱- بیوی کی بہن (۱)، پھوپھی' خالہ' یہاں تک کہ خاوند اپنی بیوی سے علیحدہ ہوجائے' بیوی کی وفات کی وجہ سے یا طلاق کے ذریعہ اور عدت بھی ختم ہوجائے۔

(۱) اس سے مراد بیوی کی ہر وہ رشتہ دار خاتون ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو مرد مان لیا جائے تو ان دونوں کا باہمی نکاح جائز نہ ہو۔ گویا کہ ان کے درمیان محرم کا رشتہ ہو۔ لہٰذا ان دونوں خواتین کو ایک مرد کے نکاح میں بیک وقت نہیں دیا جاسکتا۔ (اضافہ از مترجم)

۲- دوسرے کی عدت گزارنے والی: یعنی وہ عورت جو طلاق، وفات، خلع، فسخ نکاح کی وجہ سے عدات گزار رہی ہو تو اس عوت کے ساتھ بھی نکاح کرنا صحیح نہیں، یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے، عدت ختم ہونے تک پیغام نکاح دینا بھی جائز نہیں۔

۳- حج یا عمرے کا احرام باندھنے والی عورت، احرام سے مکمل طور پر فارغ ہونے تک اس عورت سے نکاح کرنا حتیٰ کہ پیغام نکاح دینا بھی جائز نہیں۔

طلاق

بنیادی طور پر طلاق دینا مکروہ ہے۔ چونکہ کبھی کبھی طلاق دینا ضروری ہو جاتا ہے، یا تو عورت اپنے خاوند کے ساتھ نباہ کرنے میں مشکل محسوس کرتی ہے یا پھر مرد عورت کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتا، یا کچھ اور بھی مجبوریاں ہوتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اُس نے طلاق کو بوقت ضرورت جائز رکھا ہے، اگر کچھ ایسی مجبوری ہو تو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ خاوند مندرجہ ذیل ہدایات کو سامنے رکھے:

۱- حالت حیض میں بیوی کو طلاق نہ دے، اگر اُس نے حالتِ حیض میں بیوی کو طلاق دی تو اُس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اور حرام کام کا ارتکاب کیا (گناہ کبیرہ کمایا)۔ خاوند پر واجب ہے کہ ایسی صورت میں وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور طہارت تک اُس کو بیوی بنا کر رکھے۔ طہر ہونے

کے بعد چاہے تو طلاق دے دے اور بہتر یہ ہے کہ دوسری مرتبہ حیض آنے تک اُس کو یونہی رکھے پھر جب دوسرے حیض کے بعد پاک ہو جائے تو اگر چاہے تو بیوی بنا کر رکھے اور چاہے تو اُسے طلاق دے دے۔

۲- جس طہر میں اُس نے جماع کیا ہو اُس میں طلاق نہ دے الا یہ کہ اُس کا حمل واضح ہو اگر کسی نے بیوی کو طلاق دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہو اور وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بیوی سے جماع کر چکا ہو ایسی صورت میں اُسے طلاق نہ دے حتیٰ کہ اُس عورت کو دوبارہ حیض آئے اور وہ پاک ہو جائے چاہے کتنا ہی وقت گزر جائے پھر اگر چاہے تو اُسے طلاق دے دے لیکن جماع کرنے سے پہلے پہلے۔ ہاں اگر اُس کا حمل واضح ہو گیا ہو یا اُس کا حمل پہلے سے معلوم تھا تو اب طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔

طلاق کی بنا پر پیدا ہونے والے احکام و مسائل

چونکہ طلاق کی وجہ سے بیوی کو خاوند سے علیحدہ ہونا ہے اس جدائی پر بھی کئی مسائل جنم لیتے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے۔

۱- عدت گذارنا واجب ہے: اگر خاوند اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو یا اُس سے تنہائی میں مل چکا ہو تو عورت کو عدت گذارنی ضروری ہے۔ اگر جماع کے بغیر یا تنہائی کی ملاقات کے بغیر ہی اُس نے طلاق دے دی ہو اب عدت نہیں ہے۔ اور عدت سے مراد ہے:

ا: اگر عورت کو حیض آتا ہو تو تین حیض تک عدت گذارے۔

ب: اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ عدت گذارے۔

ج: اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک عدت گذاردے۔

عدت مقرر کرنے میں بھی بہت ساری مصلحتیں اور فوائد ہیں مثلاً خاوند کو موقع دیا جارہا ہے کہ اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کر سکے اور اس بات کی بھی تسلی ہو جاتی ہے کہ عورت حمل سے ہے یا کہ حمل کے بغیر ہے۔

۲- اگر اس طلاق سے پہلے بھی اپنی اس بیوی کو دو مرتبہ طلاق دے چکا تھا تو تیسری طلاق کے بعد یہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔اس مسئلے کی تفصیل یوں ہے: مثلاً ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے رجوع کرلیا' یا عدت گزر جانے کے بعد نکاح کرلیا' پھر دوسری مرتبہ طلاق دے دی اور عدت کے دوران ہی رجوع کرلیا' یا عدت گزرنے کے بعد نکاح کرلیا' پھر اُس نے تیسری مرتبہ طلاق دے دی' اب اس کے بعد یہ عورت اس خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے صحیح نکاح نہ کرلے' وہ مرد اس کے ساتھ جماع بھی کرے' پھر کسی وجہ سے یہ دوسرا مرد اس عورت سے بے رغبت ہو جائے (محض سازشی نکاح نہ ہو جیسے کہ حلالے کے سانڈ نکاح کرتے اور طلاق دیتے ہیں' یہ دین سے کھلا مذاق ہے) اور اسے اپنی مرضی سے طلاق دے۔ اب یہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے لیے حلال

ہو جائے گی۔ جس مرد نے کسی عورت کو تین طلاق دے دی ہو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس مرد پر حرام قرار دیا ہے تاکہ عورتوں کو خاوندوں کے ظلم سے بچایا جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے۔

جان خلاصی (خُلع)

خُلع سے مراد ہے کہ عورت اپنے خاوند کو کسی وجہ سے ناپسند کرتی ہے اور اپنی جان چھوڑنے کے لیے اُس کو مال دیتی ہے' البتہ اگر خاوند کو بیوی ناپسند ہو اور وہ خود ہی اس کو چھوڑنا چاہتا ہو اب خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ عورت سے جان خلاصی کے بدلے فدیہ وصول کرے' یا تو خاوند صبر کرے ورنہ طلاق دے دے۔

عورت کی بھی ذمہ داری ہے کہ بلا وجہ طلاق طلب نہ کرے الا یہ کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن کے ساتھ گذارہ کرنا ممکن نہ ہو' اسی طرح خاوند کے لیے بھی جائز نہیں کہ جان بوجھ کر اپنی بیوی کو تنگ کرے تاکہ وہ خلع لینے پر مجبور ہو جائے اور خاوند کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ جس قدر اُس نے مہر دیا تھا اس سے زیادہ لے۔

نکاح کو باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار

کسی معقول سبب کی وجہ سے خاوند اور بیوی دونوں کو حق حاصل ہے کہ وہ عقد نکاح کو باقی رکھیں یا ختم کر دیں' مثلاً: کہ خاوند بیوی میں یا بیوی خاوند میں

کوئی ایسا جسمانی مرض یا عیب پائے جو عقد نکاح کے وقت ظاہر یا بیان نہیں کیا گیا‘ ایسی صورت میں فریق ثانی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عقد نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کر دے‘ مثلاً:

۱- زوجین میں سے کوئی پاگل ہو‘ یا اُسے ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے نکاح کا پورا حق ادا نہ ہوتا ہو‘ ایسی صورت میں یا اس سے ملتی جلتی صورتوں میں فریق ثانی کو حق حاصل ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کر دے۔ اگر فسخ نکاح کا معاملہ جماع سے پہلے پہلے طے ہو جائے تو خاوند دیا ہوا حق مہر واپس لے سکتا ہے۔

۲- حق مہر جس کا مقررہ وقت آ گیا ہو اگر خاوند کے پاس ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو جماع سے پہلے پہلے عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ نکاح فسخ کر دے‘ البتہ جماع کے بعد اُس کو یہ حق حاصل نہیں رہے گا۔

۳- نان نفقہ کی مجبوری‘ جو خاوند اپنی بیوی کا نان نفقہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو جس قدر ممکن ہو عورت انتظار کر لے پھر وہ بذریعہ عدالت فسخ نکاح کر سکتی ہے۔

۴- اگر خاوند لاپتہ ہو جائے‘ اس کی کوئی خبر نہ ہو‘ بیوی کے لیے اخراجات بھی نہیں چھوڑے‘ کسی کو خرچ کرنے کی ذمہ داری بھی نہیں دی‘ اور کوئی خود سے بھی اس کی بیوی پر خرچ نہیں کر رہا‘ اس عورت کے پاس بھی اتنا مال نہیں ہے جس سے وہ زندگی گزار سکے اور بعد میں خاوند سے لے لے‘ ایسی مجبوریوں کی صورت میں‘ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سرکاری عدالت کے ذریعے فسخ نکاح کروا لے۔

غیر مسلم سے نکاح

غیر کتابی کافر عورت سے مسلمان کے لیے نکاح کرنا حرام ہے' اور عورت کے لیے کتابی یا غیر کتابی مرد سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر عورت خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لیتی ہے تو جب تک اس کا خاوند مسلمان نہ ہو جائے اسے جماع کی اجازت نہ دے ورنہ حرام ہو گا۔ غیر مسلم سے نکاح کے حوالے سے بعض مسائل و احکام ملاحظہ فرمائیں:

۱- اگر میاں بیوی دونوں بیک وقت مسلمان ہو جائیں تو ان کا نکاح باقی رہے گا بشرطیکہ وہاں کوئی دوسری رکاوٹ نہ ہو' مثلاً سابقہ نکاح میں عورت خاوند کی محرم رشتہ دار تھی' یا اس مرد کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی نہ تھا۔ ایسی مخصوص صورتوں میں ان کے درمیان تفریق کروا دی جائے گی۔

۲- اگر کتابی عورت کا خاوند مسلمان ہو جائے تو ان دونوں کا نکاح برقرار رہے گا۔

۳- جب غیر کتابی کافر میاں بیوی سے کوئی ایک بھی مسلمان ہو گیا اور ان کا جماع نہیں ہوا تو نکاح باطل ہو جائے گا۔

۴- اگر کافر مرد (کتابی ہو یا غیر کتابی ہو) کی بیوی مسلمان ہو جائے اور ابھی تک جماع نہیں ہوا تو نکاح فسخ ہو گیا' اس لیے کہ مسلمان عورت کافر مرد کے لیے حلال نہیں ہے۔

۵- اگر جماع کے بعد کافر مرد کی بیوی مسلمان ہو جاتی ہے تو عدت ختم ہونے

تک معاملہ رکا رہے گا۔ اگر خاوند مسلمان نہیں ہوتا تو عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح بھی ختم ہو جائے گا۔ اب مسلمان عورت جس سے چاہے نکاح کر لے اور اگر چاہے تو خاوند کے اسلام کا انتظار کر لے' البتہ اس عرصے میں یہ انتظار کرنے والی بیوی کا کوئی حق خاوند کے نام نہیں ہوگا اور مرد کا بھی کوئی اختیار اس عورت پر نہیں ہوگا۔ اگر خاوند اسلام قبول کر لیتا ہے تو یہ عورت اس کی بیوی ہوگی' تجدید نکاح کی ضرورت نہیں' خواہ سالہا سال تک اس عورت نے اس مرد کا انتظار کیا ہو' یہی سارے احکام ہوں گے اگر کافر غیر الکتابیہ کا خاوند مسلمان ہو جائے۔

٦- اگر جماع سے پہلے ہی بیوی اسلام سے مرتد ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور اُس کو مہر بھی نہیں ملے گا۔ اور اگر خاوند مرتد ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور اسے آدھا مہر دینا ہوگا' اور اگر میاں بیوی میں سے مرتد ہونے والا دوبارہ مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے سابقہ نکاح پر بحال رہیں گے' بشرطیکہ ان کے درمیان طلاق نہ ہوئی ہو۔

اہل کتاب کی عورت سے نکاح کے نقصانات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب نکاح کو حلال کیا تو اُس کا ہدف تھا کہ اخلاق کی اصلاح ہو' غلط کاموں سے معاشرے کو پاک رکھا جائے' شرمگاہوں کی حفاظت ہو' معاشرے کے لیے اسلامی نظام وقانون کو لاگو کیا جا سکے' اور ایک ایسی امت پیدا ہو جو أشهد أن لا الـه الا الله محمدٌ رسول الله پر قائم ہو' اور یہ عظیم مقاصد اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب نیک خاتون سے نکاح ہو' جو دین'

شرافت اور اخلاق محمودہ کی مالک ہو' البتہ اگر ایک مسلمان اہل کتاب کی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کے نقصانات اس طرح ظاہر ہوں گے:

ا- گھریلو ماحول میں: چھوٹے گھرانے کے اندر اگر خاوند مضبوط مزاج کا مالک ہے تو وہ لازماً اپنی بیوی پر اثر انداز ہوگا۔ غالب گمان یہی ہے کہ وہ خاتون مسلمان ہو جائے گی' لیکن اس سے مختلف ہونے کا بھی امکان ہے' تو ایسی صوت میں جو کام اس خاتون کے نظریئے کے مطابق صحیح ہے وہ اُسے اپنائے گی' مثلاً شراب پیئے' خنزیر کا گوشت کھائے' اور آزاد دوستیاں بنائے وغیرہ' اس طرح مسلمان خاندان ٹوٹ پھوٹ جائے گا' اور بالکل بکھر جائے گا اور بچے برائیوں پر پروان چڑھیں گے' اور معاملہ مزید بگڑ سکتا ہے جب سخت مزاج اور ضدی عورت بچوں کو اپنے مذہب کی عبادت گاہ میں لے جائے۔ اس طرح وہ عیسائیوں کی عبادت دیکھ دیکھ کر اس کے عادی ہو جائیں گے' مثل مشہور ہے ''جو آدمی جس عادت پر بڑا ہوا اسی کے ساتھ مرتا ہے''۔

۲- اسلامی معاشرے پر اثرات: اسلامی معاشرے کے اندر اہل کتاب خواتین کی کثرت انتہائی خطرناک معاملہ ہے' اس طرح وہ امت اسلامیہ کے اندر بیٹھ کر اپنے نظریات پھیلائیں گی' اور ان کے عیسائی عادات کو اپناتے رہنے کی وجہ سے مسلم معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا' مثلاً مرد عورت کا آزادانہ میل جول' کپڑوں سے آزادی اور اسی طرح کی دوسری خلافِ اسلام حرکتیں معاشرے میں پھیل جائیں گی۔

خواتین کے مسائل

عورت کا اسلام میں مقام

اسلام میں عورت کے مقام پر بات کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ دوسری قومیں عورت کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہیں اُس کو واضح کر دیا جائے اور ان قوموں کا عورت کے ساتھ کیا رویہ اور سلوک تھا اسے بھی بیان کر دیا جائے۔

یونانی معاشرہ: اہل یونان کے ہاں عورت کی خرید و فروخت ہوتی تھی' اسے کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے' اور تمام حقوق صرف مرد کے لیے تھے' وہ حق وراثت سے بھی محروم تھی' اور مال خرچ نہیں کر سکتی تھی۔ مشہور یونانی فلسفی سقراط نے کہا تھا: ''دنیا کی تباہی کا سب سے بڑا سبب عورت کا وجود ہے' عورت زہریلے درخت جیسی ہے جس کی شکل ضرور خوبصورت ہوتی ہے لیکن جب پرندے اس درخت کو کھاتے ہیں فوراً مر جاتے ہیں''۔

رومی معاشرہ: اہل روم کا خیال تھا کہ عورت کی روح ہی نہیں ہوتی' رومی معاشرے میں عوت بے قیمت چیز کا نام تھا' اس کے کوئی حقوق ہی نہیں ہیں' ان کا نعرہ تھا کہ ''عورت بے چیز کا نام ہے'' اسی لیے عورت کو سزا دی جاتی تھی' اس کے جسم کے اوپر گرم گرم تیل ڈالا جاتا' ستون سے باندھ دیا جاتا' بے قصور عورت کو بھی گھوڑے کی دم سے باندھ کر اس قدر دوڑایا جاتا کہ وہ مر جاتی۔

ہندی معاشرہ: کچھ اسی قسم کا رویہ ہندوستانی معاشرے کا تھا' بلکہ اس سے آگے بڑھ اگر کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو عورت کو زندہ جلا دیا جاتا۔ (اس رسم کو سَتی کا نام دیا جاتا تھا جس کو موجودہ ہندوستانی قانون میں جرم قرار دے دیا گیا ہے۔)

چینی معاشرہ: اہل چین نے عورت کو تکلیف دہ پانی قرار دیا ہے جو انسانی خوشی اور مال کو دھو ڈالتی ہے۔ ایک چینی کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی بیوی کو بیچ لے' اور اُسے اس بات کا بھی اختیار تھا کہ بیوی کو زندہ درگور کر دے۔

ملت یہود: یہودی عورت کو ملعون قرار دیتے ہیں' اس لیے کہ عورت (حواء) نے حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلایا اور انہوں نے درخت کو کھالیا۔ یہودیوں کے ہاں حالت حیض میں عورت نجس ہوتی ہے' جو کہ گھر کو ناپاک کر دیتی ہے اور ہر وہ چیز بھی ناپاک ہو جاتی ہے جسے حیض والی عورت چھو لے۔ علاوہ ازیں بھائیوں کی موجودگی میں بہن اپنے باپ کی وارث نہیں بن سکتی۔

ملت نصاریٰ: عیسائیوں کی رائے میں عورت شیطان ہے' ایک عیسائی پادری نے کہا ہے کہ: ''عورت انسان ہی نہیں ہے''۔ عیسائی پوپ بونافنتور (Saint Bonaventure 1217-1274) کہتا ہے: ''جب تمہیں عورت نظر آئے تو یہ نہ سمجھو کہ تم انسان کو دیکھ رہے ہو اور نہ ہی کسی حیوان کو دیکھ رہے ہو بلکہ جس چیز کو تم دیکھ رہے ہو وہ خالص شیطان ہے اور جو اس کی آواز سن رہے ہو سانپ کی پھنکار ہے''۔

حتیٰ کہ یورپ کے سِوِل لاء (شہری قوانین) میں پچھلی صدی تک عورت کو

شہری ہی نہیں مانا جاتا تھا' اسی اعتبار سے عورت کے شخصی حقوق بھی نہیں تھے' اُس کو ذاتی ملکیت رکھنے کا بھی حق نہیں تھا حتی کہ وہ اپنے ذاتی لباس کی بھی مالک نہیں تھی۔اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ نے ۱۵۶۷ء میں قانون پاس کیا تھا کہ عورت کو کسی چیز پر بھی اختیار نہیں دیا جاسکتا۔

ہنری ہشتم (Henry VIII) کے زمانے میں برطانوی پارلیمنٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ عورت انجیل کی تلاوت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

۱۵۸۶ء میں فرانس میں ایک کانفرنس بلائی گئی جو اس بات کو طے کرے کہ کیا عورت انسان ہے یا انسان نہیں ہے؟ اس کانفرنس نے فیصلہ دیا کہ عورت ہے تو انسان ہی لیکن مرد کی خدمت کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔

۱۸۰۵ء تک انگریزی قانون اس بات کی اجازت دیتا تھا کہ خاوند اپنی بیوی کو بیچ سکتا ہے اور چھ ٹکے عورت کی قیمت مقرر کی گئی تھی۔

عرب جاہلی معاشرہ: اسلام آنے سے پہلے عربوں کے ہاں عورت قابل حقارت چیز تھی' جو وارث نہیں بن سکتی تھی اور نہ اُس کی حفاظت کی جاتی تھی اور نہ ہی عورت کے حقوق تھے' بلکہ عربوں کی بڑی اکثریت بچیوں کو زندہ درگور کردیتی تھی۔

ملت اسلام اور عورت:

پھر اسلام آ گیا' تاکہ عورتوں سے تمام ظلم و زیادتی کو ختم کردے' اور واضح کردے کہ مرد اور عورت دونوں برابر ہیں' جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَّأُنثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات ١٣)

''اے لوگو! بے شک ہم نے تم سب کو ایک مرد' ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندان اور قبیلے بنا دیئے تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو' البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے زیادہ مقام والا وہ ہوگا جو زیادہ متقی ہوگا' بلاشبہ اللہ خوب علم رکھنے والا ہے اور خوب باخبر ہے''۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَمَن يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيرًا﴾ (النساء ١٢٤)

''جو بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو پس ایسے ہی لوگ جنت میں جائیں گے اور اُن پر ذرا برابر بھی ظلم نہیں ہوگا''۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ (العنکبوت:٨)

''اور ہم نے انسان کو تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے''۔

خواتین کے بارے میں بالخصوص رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ اِيُمَاناً أَحْسَنُهُمْ أَخْلاقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا)) [سنن الترمذی ۱۱۷۸، امام البانی رحمہ اللہ نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔]

''مؤمنین میں سے سب سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے' اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے اپنی خواتین کے لیے اچھے ہیں''۔

اور ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا: میرے اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔سوال کرنے والے نے دریافت کیا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔سوال کرنے والے نے دریافت کیا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔سوال کرنے والے نے دریافت کیا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ''۔یعنی تین مرتبہ عورت ذات ماں حسن اخلاق کی حقدار ہے اور اس کے بعد باپ۔اس سے اسلام کا اخلاق واضح ہو جاتا ہے۔ [بخاری ۵۶۲۶]

خواتین کے حقوق

ہر عورت کے کچھ معلوم حقوق ہیں' جن کا علم خود عورت کو ہونا چاہئے اور معاشرے کو بھی چاہئے' کہ ان حقوق کو مان لے تاکہ عورت جب چاہے اپنا حق وصول کر لے۔ان حقوق کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حق ملکیت: ہرعورت اپنی ذاتی ملکیت رکھ سکتی ہے' گھر' زمین' کارخانہ' باغ' سونا' چاندی اور مختلف قسم کے جانور جو چاہے خرید سکتی ہے' خواہ یہ عورت ماں ہو' بیوی ہو' بیٹی ہو' یا بہن ہو۔

۲۔شادی کرنے اور انتخابِ شوہر کا حق: اسی طرح خلع لینے' اور تکلیف کی شکل میں طلاق طلب کرنے کا حق بھی رکھتی ہے۔عورت کے یہ حقوق بالکل ثابت ہیں۔

۳۔ حصول تعلیم: عورت کا حق ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کا علم حاصل کرے' جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت' عبادات اور اُن کو ادا کرنے کا علم' اور کون کون سے حقوق کی ادائیگی اُس پر واجب ہے؟ آداب زندگی کیا ہیں؟ اور کن اچھے اخلاق کو اپنانا اس عورت کی ذمہ داری ہے' ان سب چیزوں کا علم حاصل کرنا اُس کا حق ہے۔اللہ تعالیٰ کا حکم مرد عورت سب کے لیے برابر ہے' فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (محمد:۱۹)

''جان لو کہ اللہ تعالیٰ علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے''۔

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((طَلَبُ العِلمِ فَرِيضَةٌ علىٰ كُلِّ مُسلِم)) [سنن ابن ماجة ٢٢٤، امام البانی رحمہ اللہ نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

۴۔ **اپنے مال کو خرچ کرنے کا حق:** چاہے تو اپنے مال میں سے صدقہ کرے، یا اپنی ذات پر خرچ کرے، چاہے دوسروں پر خرچ کرے، جیسے خاوند، اولاد، والدین، یا والدین کے والدین، بشرطیکہ اسراف کی حد نہ پہنچے، جس طرح مرد خرچ کرسکتا ہے عورت بھی خرچ کرسکتی ہے۔

۵۔ **ذاتی پسند ناپسند کا حق:** عورت کو حق حاصل ہے کہ جس کو چاہے پسند کرے اور جسے چاہے ناپسند کرے، اس طرح وہ نیک بیبیوں سے محبت کرسکتی ہے، ان سے ملاقات کو جاسکتی ہے، اگر اُس کا خاوند ہو تو اس کی رضا مندی کے ساتھ ان کو تحفہ دے سکتی ہے، ان سے رابطہ کرسکتی ہے، ان سے حال احوال کا تبادلہ کرسکتی ہے، مشکل کی گھڑی میں ان سے اظہار ہمدردی کرسکتی ہے، بدکردار عورتوں سے نفرت کرسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اُن سے قطع تعلق کرسکتی ہے۔

۶۔ **حق وصیت:** اپنی زندگی میں اپنے مال میں سے تہائی مال کی وصیت کرسکتی ہے اور بغیر کسی اعتراض کے، اس کی وفات کے بعد اُس کو نافذ کیا جائے گا۔ اور وصیت کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے، جس طرح مرد وصیت کرسکتا ہے اسی طرح عورت بھی وصیت کرسکتی ہے۔ اس لیے کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کے ثواب کا محتاج ہے۔ بشرطیکہ وصیت کل مال کی تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ جو حکم مرد کے لیے ہے وہی حکم عورت کے لیے بھی ہے۔

۷۔ انتخاب لباس کا حق: عورت کا حق ہے کہ جو چاہے ریشم اور سونا پہنے‘ اور یہ دونوں چیزیں مردوں کے لیے حرام ہیں‘ البتہ ننگے ہونے اور نمائش حسن کی اجازت نہیں‘ یعنی ایسا جائز نہیں کہ آدھے کپڑے پہنے‘ یا چوتھائی کپڑے پہنے‘ یا سر ننگا کرے‘ یا گردن و سینے کی نمائش کرے‘ البتہ خاوند کی حد تک اس کی اجازت ہے۔

۸۔ بناؤ سنگھار کا حق: خاوند کو خوش رکھنے کے لیے وہ ہر طرح کا بناؤ سنگھار کرسکتی ہے‘ سرمہ لگائے‘ چہرے کی لالی استعمال کرے‘ ہونٹوں کو بنائے سنوارے‘ خوبصورت ترین لباس پہنے‘ البتہ ایسا لباس نہ پہنے جو غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے‘ یا بدکار عورتوں کی پہچان ہے۔ شک وشبہ اور غلط کار لوگوں کی پہچان سے بھی دور رہے۔

۹۔ خورد ونوش کا حق: جو اچھا لگے اور لذیذ محسوس ہو وہ کھائے پیے‘ کھانے پینے میں مرد عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں‘ جو شرعاً حلال ہے وہ مرد عورت دونوں کے لیے حلال ہے اور جو شرعاً حرام ہے وہ مرد عورت دونوں کے لیے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾

”کھاؤ پیو‘ البتہ اسراف نہ کرو‘ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“ (الاعراف ۳۱)

یہ حکم مرد عورت دونوں کے لیے برابر ہے۔

شوہر پر بیوی کے حقوق

عورت کے خاص طور پر بعض حقوق خاوند کے ذمہ ہوتے ہیں۔ خاوند کے حوالے سے عورت کی چند ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں اس لیے اُس کے حقوق بھی ہوتے ہیں۔ عورت پر ذمہ داریوں کی تفصیل یوں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے حکم کے بعد خاوند کی اطاعت کرتی ہے' اس کے کھانے پینے کی تیاری کرتی ہے' بستر ٹھیک کرتی' بچوں کو دودھ پلاتی ہے' اور اُن کی تربیت و نگہداشت کرتی ہے' خاوند کے مال اور عزت کی حفاظت کرتی ہے' اپنے آپ کو سنبھال کر رکھتی ہے اور جس قدر بناؤ سنگھار کی شرعاً اجازت ہے اپنے آپ کو اپنے شوہر کے لئے خوبصورت بنا کر رکھتی ہے۔

اسی حوالے سے بیوی کے بھی خاوند کے ذمہ کچھ حقوق قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرة:٢٢٨)

''جس طرح ان عورتوں کی ذمہ داریاں ہیں ان کے حقوق بھی ہیں معروف طریقے سے''۔

ہم ان حقوق کو تفصیل سے بیان کر دیتے ہیں تاکہ ہر مؤمن عورت کو اپنے حقوق کا علم ہو اور بغیر کسی ہچکچاہٹ اور خوف و خطرہ کے ان کا مطالبہ کر سکے اور خاوند کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی کے حقوق پورے کے پورے ادا کرے'

ہاں البتہ اگر عورت اپنے حقوق سے خود ہی دست بردار ہونا چاہے تو اس کا حق ہے۔ حقوق کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ غریبی' امیری کے اعتبار سے خاوند اپنی بیوی پر خرچ کرے گا۔ لباس' خوراک' دوا اور رہائش یہ سب نفقہ میں شامل ہیں۔

۲۔ بیوی کی عزت' جان' مال اور دین کی حفاظت کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے' کیونکہ خاوند اپنی بیوی کا نگران ہوتا ہے اور نگران اپنی ذمہ داری کی چیزوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۳۔ دینی احکام کی ضروری تعلیم کا انتظام کرے' اگر خود نہیں کرسکتا تو بیوی کو اجازت دے کہ وہ دینی حلقوں میں جا کر علم حاصل کرے' یہ دینی حلقے خواہ مسجد میں ہوں یا مدرسے میں' بشرطیکہ فتنے کا خطرہ نہ ہو اور نہ ہی بیوی کو نقصان ہو اور نہ ہی مرد کو نقصان پہنچے۔

۴۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:۱۹)

''اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گذارو''۔

اور اچھے طریقے سے زندگی گذارنے کا معنی ہے کہ جماع میں جو بیوی کا حق ہے اس میں کوتاہی نہ کی جائے' گالی گلوچ کے ذریعے اُسے تکلیف نہ دی جائے' اور نہ ہی اس کو حقارت سے دیکھا جائے اور بے عزتی کی جائے۔

اگر فتنے کا ڈر نہ ہو تو اُسے قریبی رشتہ داروں سے میل جول سے منع نہ کیا جائے، کیونکہ یہ بھی حسن سلوک کا حصہ ہے، اور نہ ہی اُسے طاقت سے زیادہ کام کی ذمہ داری دی جائے، قول و عمل کے ذریعے اُس سے اچھا سلوک کیا جائے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي)) [الترمذی ۳۸۹۵]

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے اہل خانہ کے لیے تم سے زیادہ بہتر ہوں''۔

پردہ

اسلام نے پوری کوشش کی ہے کہ خاندان کو ٹوٹ پھوٹ اور ضائع ہونے سے بچایا جائے، اسی لیے آداب و اچھے اخلاق کی دیوار اُس کے اردگرد کھڑی کردی ہے، تا کہ دل برائی سے محفوظ رہیں، اور معاشرہ بھی صاف ستھرا رہے، نہ ہی شہوت رانی ہو اور نہ ہی جذبات بھڑکیں، اور جو جذبات فتنے کو ہوا دیتے ہیں اُن کے سامنے مضبوط رکاوٹ کھڑی کردی ہے، چنانچہ مرد عورت دونوں کو آنکھیں نیچے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

عورت کے احترام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے پردہ مقرر کیا ہے تا کہ اُس کی عزت و آبرو کو پامال ہونے سے بچایا جا سکے، بیمار دل والوں اور فسادی لوگوں سے اُسے بچایا جائے اور جو لوگ عزت و آبرو کی قیمت کو نہیں جانتے ایسے

لوگوں سے عورت کو محفوظ رکھا جائے' زہریلی نگاہوں سے بچا کر فتنے کا دروازہ بند کر دیا جائے۔اس طرح عورت کی عزت واحترام کی حفاظت کی جائے اور اُسے مکمل احترام دیا جائے۔علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے پردہ اشد ضروری ہے' غیر محرم رشتہ داروں اور اجنبی لوگوں سے پردہ کرے اور اپنی خوبصورتی کو چھپا کر رکھے' البتہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے بارے میں ضرور اختلاف موجود ہے' پردے کے حوالے سے بہت سارے دلائل موجود ہیں اور ہر گروہ نے اپنے اپنے دلائل سے بات کو سمجھا ہے' اور مخالف گروہ کے دلائل کی توجیہ وتاویل کر لی ہے اور جن دلائل سے پردہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط﴾ (الاحزاب:٥٣)

''اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو' تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی اسی میں ہے''۔

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ (الاحزاب ٥٩)

’’اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں‘ اس سے بہت جلد اُن کی شناخت ہو جائے گی پھر نہ ستائی جائیں گی‘ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ......﴾ (النور: ٣١)

’’مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور پنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اُس کے جو ظاہر ہے‘ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں‘ اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں‘ سوائے اپنے خاوندوں کے......‘‘۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ)) [صحیح البخاری ٥٥٣]

’’مسلمان عورتیں نمازِ فجر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہوتیں‘ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئیں‘ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو

پلٹ جاتیں' اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہ پاتا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر میں ہوتیں' سوار ہمارے پاس سے گزرتے' جب وہ ہمارے برابر آجاتے تو عورتیں اپنے سر کی اوڑھنیوں کو اپنے چہروں پر لٹکا لیتیں' جب سوار گزر جاتے تو اپنے چہرے ننگے کر لیتیں۔[سنن ابی داود ۱۸۳۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابتدائی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾(النور: ۳۱)

''وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیں''۔

تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ لیا اور اس کے دوپٹے بنا لیے۔[البخاری]

اس مسئلہ پر اور بھی بہت سارے دلائل موجود ہیں' پردے کے حکم میں اختلاف کے باوجود تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ضرورت کے وقت عورت اپنا چہرہ ننگا کر سکتی ہے' مثلاً حالت بیماری میں ڈاکٹر کے پاس معائنہ کروانے کے لیے۔ دوسری صورت میں تمام اہل علم اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اگر فتنے کا خطرہ ہو تو چہرہ ننگا کرنا جائز نہیں' جو لوگ عام طور پر چہرہ ننگا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں فتنے کی صورت میں وہ بھی چہرہ ڈھانپنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اس زمانے میں فتنے کا کس قدر شدید خوف موجود ہے جب کہ فساد

وشر سر پر چڑھ کر ناچ رہا ہے اور عام ہوگیا ہے۔ جو خواتین چہرہ ننگا کرتی ہیں اور اُس کو سجا کر نکلتی ہیں اور آنکھوں کو اضافی طور پر خوبصورت بناتی ہیں ایسی صورت میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے۔

اسلام نے عورت کے لیے حرام قرار دیا ہے کہ وہ پرائے مردوں کے ساتھ مل جل کر رہے' اور یہ ساری تدبیریں اس لیے ہیں کہ اخلاق' خاندان اور عزت و ناموس کی حفاظت ہو جائے' اسلام کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ گناہ سے تحفظ کی صورت پیدا کی جائے' فتنے اور فساد کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔عورت کا گھر سے نکلنا' مردوں سے میل جول رکھنا اور اپنی نمائش کرنا یہ سب حرکتیں شہوت کو بھڑکاتی ہیں' جرم کے راستے آسان کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّةِ الْاُوْلٰی﴾

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو' اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔'' (الاحزاب:۳۳)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِھِنَّ ط﴾ (الاحزاب:۵۳)

''جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے

طلب کرو، تمہارے اوران کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے''۔

رسول اکرم ﷺ نے مرد عورت کے باہمی اختلاط کو سختی سے روکا ہے اور جو شکل بھی اختلاط کا سبب بنتی ہو اُس سے بھی روکا ہے، حتیٰ کہ عبادات اور عبادت گاہوں میں اس سے روکا ہے۔

بسا اوقات عورت کو گھر سے باہر ایسی جگہ جانا ہی پڑتا ہے جہاں مرد حضرات ہوتے ہیں، مثلاً کوئی مرد نہیں ہے جو گھریلو ضروریات خرید لائے اور عورت خریداری کے لیے نکلتی ہے، یا اپنے لیے اور اپنے زیر کفالت بچوں کے لیے روٹی روزی کمانے نکلتی ہے، اور بھی اس قسم کی ضروریات ہوسکتی ہیں، ایسی صورتوں میں گھر سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ شریعت کی مقرر کردہ حدود کا خیال رکھے کہ پردہ کا اہتمام کرے، اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرے، مردوں سے علیحدہ رہ کر کام کرے، ان کے ساتھ اختلاط نہ بنائے۔

خاندان اور اخلاق کی حفاظت کی خاطر اسلام نے یہ قانون بنایا ہے کہ عورت تنہائی میں غیر محرم مرد سے نہ ملے، خاوند یا محرم کی عدم موجودگی میں کسی غیر محرم خاتون سے علیحدگی میں ملاقات کرنے پر رسول اکرم ﷺ نے شدید سختی کی ہے، اس لیے کہ شیطان کی مکمل کوشش ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اور اخلاق کو تباہ کردے۔

مسائل حیض و نفاس

حیض کا وقت اور مدت

۱- عام طور پر بارہ سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر تک حیض آتا ہے' ذاتی حالات' موسم اور ماحول کے اثرات کی وجہ سے پہلے یا بعد میں بھی آ سکتا ہے۔

۲- کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک حیض رہتا ہے۔

حاملہ کا حیض: عام طور پر جب عورت کو حمل ہو جاتا ہے تو حیض نہیں آتا' اگر حاملہ عورت کو خون آ جائے اور وہ ولادت سے دو تین روز پہلے ہو اور اُس کے ساتھ دردِ زِہ بھی ہو تو یہ نفاس کا خون شمار ہوگا' البتہ اگر ولادت سے کافی زمانہ پہلے ہو' یا ولادت سے ذرا پہلے ہو اور اُس کے ساتھ دردِ زِہ نہ ہو تو نہ یہ خون نفاس کا ہے اور نہ ہی حیض کا ہے۔ (اس کا حکم استحاضہ کے خون کا ہے۔)

حیض کی غیر معمولی حالتیں

حیض کی چند ایک غیر معمولی حالتیں ہیں:

اوّل: دِنوں میں کمی بیشی' مثلاً کسی عورت کو عام طور پر چھ دن حیض آتا تھا اب ساتویں دن بھی آ گیا' یا سات دن کی عادت تھی اب کی بار چھ دن میں ختم ہو گیا۔

دوم: آگے پیچھے ہونا' مثلاً عادتاً مہینے کے آخر میں خون آتا تھا' لیکن مہینے کے شروع میں آ گیا' یا مہینے کے شروع میں آتا تھا اور مہینے کے آخر میں آ گیا'

جب بھی خون اپنی مخصوص نشانیوں کے ساتھ آ گیا وہ حیض ہے' اور جب ختم ہو گیا تو عورت پاک ہو گئی چاہے عادت سے زیادہ آیا ہو یا کم' یا اپنے مقررہ وقت سے پہلے آیا ہو یا بعد میں آیا۔

سوم: پیلا یا گدرھا مادہ نکلنا' یہ کہ عورت پیلا سا خون دیکھے جیسے کہ زخم سے نکلنے والا پانی ہوتا ہے' یا گدرھا سا مادہ ہو جو کہ پیلے اور کالے کے درمیان مٹیالا ہوتا ہے' اگر اس طرح کا مادہ ایام حیض کے دوران آئے' یا طہر آنے سے پہلے آئے تو وہ حیض شمار ہوگا اور اس پر حیض کے احکام لاگو ہوں گے' اور اگر اس طرح کا مادہ طہر کے بعد آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔

چہارم: حیض رُک رُک کر آ رہا ہے' کسی وقت خون آتا ہے اور کبھی صاف ہوتی ہے یا اس سے ملتی جلتی صورت ہو' یہ حالت دو صورتوں میں ہوتی ہے:

پہلی صورت: اس قسم کی صورت حال عورت کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہو اور کبھی ختم نہیں ہوتی' یہ استحاضہ بیماری کا خون ہے اور جس عورت کو آئے وہ مستحاضہ کہلاتی ہے اور مستحاضہ کے احکام اس پر لاگو ہوتے ہیں۔

دوسری صورت: کہ خون عورت کو مسلسل نہیں آ رہا بلکہ بسا اوقات آ جاتا ہے' اور اس کے بعد صحیح طہر کا وقت ہوتا ہے' اور خون کا تعطل اگر ایک دِن سے کم وقت کے لیے ہو تو وہ طہر شمار نہیں ہوگا' اس قاعدے کے مطابق ایک دِن سے کم طہر شمار نہیں ہوگا' الا یہ کہ اس کی کوئی نشانی ہو مثلاً حیض کے ایام ختم ہونے کی صورت میں ہو' یا عورت سفید سا پانی دیکھ لے۔ سفید پانی سے مراد وہ پانی ہے

جو حیض ختم ہونے کے بعد رحم (بچہ دانی) سے نکلتا ہے۔

پنجم: خون خشک ہو جائے، کہ عورت کو صرف رطوبت نکلے، اگر رطوبت ایام حیض کے دوران ہو یا طہر سے ذرا پہلے ہو تو حیض شمار ہوگا، اور اگر طہر کے بعد ہو تو حیض شمار نہیں ہوگا۔

احکام حیض

اوّل: نماز: حائضہ عورت پر فرض اور نفل ہر قسم کی نماز ادا کرنی حرام ہے، اور ادا بھی نہیں ہوتی۔ اور ان دونوں میں عورت پر نماز واجب ہی نہیں ہوتی، الا یہ کہ ایک رکعت نماز جتنا وقت پالے، ایسی صورت میں اس وقت کی نماز اُس پر فرض ہو جاتی ہے، خواہ یہ وقت عورت نے ابتدا میں پایا ہو یا آخر میں پایا ہو۔ ابتدا میں وقت پانے کی مثال یوں ہے: غروب آفتاب کے بعد ایک رکعت نماز جتنا وقت پا کر عورت کو حیض آ گیا، جب عورت پاک ہوگی تو آج کی مغرب کی نماز کی قضا دے گی، اس لیے کہ حیض شروع ہونے سے پہلے اُس نے ایک رکعت ادا کرنے کا وقت پالیا تھا۔

آخر وقت کی مثال: سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت جتنا وقت موجود تھا اور عورت حیض سے پاک ہوگئی، جب عورت نہا دھو کر فارغ ہو جائے تو اس نماز فجر کی قضا دے گی، اس لیے کہ عورت نے نماز کے وقت میں سے اتنا وقت پالیا جس میں ایک رکعت ادا کرسکتی تھی۔

درج ذیل کام دورانِ حیض عورت کے لیے حرام نہیں ہیں بلکہ ان کی اجازت ہے‘ ذکر‘ تکبیر‘ تسبیح‘ تحمید‘ کھانے وغیرہ پر بسم اللہ پڑھنا‘ فقہ یا حدیث کی کتاب پڑھنا‘ دعا کرنا‘ دعا پر آمین کہنا‘ اور قرآن حکیم کی تلاوت سننا‘ البتہ حائضہ عورت کا خود سے قرآن کریم کی تلاوت کرنا منع ہے‘ لیکن اگر صرف آنکھ سے دیکھ کر اور دل سے سوچ کر ہو اور زبان سے تلاوت نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً قرآن حکیم کو یا کسی کھلی چیز کو سامنے رکھ کر صرف دیکھتی رہے یا دل ہی میں پڑھتی رہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ حائضہ عورت کو زبان سے بول کر قرآن حکیم کی تلاوت نہیں کرنی چاہیے‘ الا یہ کہ اس کی ضرورت ہو‘ مثلاً وہ معلّمہ ہو اور اسے بچیوں کو پڑھانا ہو‘ یا امتحان ہو اور طالب علم کو امتحان کی خاطر قرآن یاد کرنا ہو‘ یا اس قسم کی کوئی اور شکل ہو (جس کو حقیقی ضرورت کا نام دیا جاسکتا ہو۔)

دوم: روزہ: فرض ہو یا نفل روزہ رکھنا حائضہ عورت پر حرام ہے‘ اگر رکھ بھی لے تو صحیح نہیں ہوگا۔ البتہ جو روزے چھوٹ گئے ان کو ادا کرنا واجب ہے‘ اگر حالت روزہ میں حیض آگیا تو اس کا روزہ ختم ہوگیا‘ خواہ غروب آفتاب سے ذرا پہلے حیض آجائے (اُس کا روزہ ختم ہوگیا)۔ اگر فرض روزہ تھا تو اس دِن کے بدلے روزہ رکھنا فرض ہے‘ ہاں اگر غروب آفتاب سے پہلے اُس نے محسوس کیا کہ خون اپنی جگہ سے چل پڑا ہے لیکن باہر نہیں نکلا‘ اور غروب آفتاب کے بعد باہر نکل آیا تو اس کا روزہ صحیح ہے اور باطل نہیں ہوا۔ اگر طلوع فجر کے وقت تک عورت حالت حیض میں تھی‘ اس دن کا روزہ صحیح نہیں ہوگا‘ خواہ تھوڑی

دیر بعد پاک ہو جائے' ہاں اگر طلوع فجر سے ذرا پہلے عورت پاک ہو جائے' پھر روزہ رکھ لے اُس کا روزہ صحیح ہوگا' خواہ طلوع فجر کے بعد ہی نہائے دھوئے۔

سوم: طواف بیت اللہ: حالت حیض میں فرض ہو یا نفل بیت اللہ کا طواف حرام ہے اگر کر بھی لے تو صحیح نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ حج وعمرہ کے باقی ارکان و واجبات ادا کرسکتی ہے' مثلاً صفا' مروہ کے درمیان سعی کرنا' میدان عرفات میں قیام کرنا' منیٰ ومزدلفہ میں رات گذارنا' کنکریاں مارنا' وغیرہ وغیرہ۔ اس اصول کی بنیاد پر اگر ایک عورت نے حالتِ طہارت میں بیت اللہ کا طواف کرلیا' اور طواف کے فوراً بعد حیض آ گیا' یا صفا و مروہ کی سعی کے دوران حیض آ گیا' تو کوئی حرج نہیں' س کا حج وعمرہ صحیح ہے' اس لیے کہ پا کی طواف بیت اللہ کے لیے ضروری ہے' باقی ارکان کے لیے نہیں۔

چہارم: مسجد میں قیام کرنا: حیض والی عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے۔

پنجم: جماع کرنا: خاوند کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے' اور عورت کے لیے بھی حرام ہے کہ وہ خاوند کو ایسا کرنے دے' البتہ خاوند کے لیے یہ جائز ہے کہ جماع کو چھوڑ کر کسی طریقے سے اپنی شہوت پوری کر لے' مثلاً بوس و کنار کرنا یا شرمگاہ کے علاوہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔ والحمد للہ!

ششم: خاوند کے لیے حرام ہے کہ وہ دوران حیض اپنی بیوی کو طلاق دے' اگر اس حال میں بیوی کو طلاق دی تو خاوند نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی' اور ایک حرام کام کا ارتکاب کیا' اور خاوند پر واجب ہے کہ وہ

رجوع کرے اور پاک ہونے تک اُسے اپنے ساتھ رکھے' اس کے بعد اگر چاہے تو طلاق دے دے' اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگلے حیض تک معاملے کو ملتوی رکھے' جب بیوی دوسرے حیض سے پاک ہو جائے تو چاہے تو اپنے ساتھ رکھے اور چاہے تو طلاق دے دے۔

ہفتم: حیض والی عورت جب حیض سے فارغ ہو جائے تو اُسے سارے جسم کا غسل کرنا چاہیے' سر کے بال کھولنے ضروری نہیں' الا یہ کہ اس طرح سخت طریقے سے باندھے گئے ہوں کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچ پاتا ہو' جب حیض والی عورت کسی نماز کے وقت میں پاک ہو جائے تو فوراً غسل کرنا واجب ہوگا' تاکہ اس وقت کی نماز کو ادا کر سکے' اگر سفر میں ہو اور اُس کے ساتھ پانی نہ ہو' یا پانی تو ہو اور پانی کے استعمال سے نقصان کا خطرہ ہو' یا اُسے اس قسم کی بیماری لاحق ہو کہ پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو غسل کرنے کے بجائے تیمّم کر لے جب تک کہ مجبوری ختم نہیں ہو جاتی۔ اور جب مجبوری ختم ہو جائے تو غسل کر لے۔

استحاضہ (بیماری) کا خون اور احکام

''استحاضہ'' یعنی بیماری کا خون' یہ عورت کو مسلسل آتا رہتا ہے اور کبھی بند نہیں ہوتا' بس کبھی مہینے میں ایک دو دن کے لیے رک جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو خون مہینے میں پندرہ دن سے زیادہ ہو جائے وہ استحاضہ ہوتا ہے الا یہ کہ عورت کی یہی مستقل عادت ہو۔

استحاضہ والی عورت کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت: استحاضہ آنے سے پہلے عورت کو حیض کے ایام معلوم تھے، مقررہ دنوں میں وہ اس خون کو حیض کا خون شمار کرے گی اور اُس عورت پر حیض والے احکام لاگو ہوں گے، اس کے بعد والے دِن استحاضہ شمار ہوں گے اور استحاضہ کے احکام لاگو ہوں گے۔

مثال: ایک عورت کو مہینے کے ابتدائی چھ دنوں میں حیض آتا تھا، پھر اُسے استحاضہ بیماری کا خون آنے لگا، اور مسلسل آنے لگا، اب ہر مہینے کے ابتدائی چھ دن حیض شمار ہوں گے، اور اس کے بعد استحاضہ شمار ہوگا، اس قاعدے کے مطابق حیض کے معلوم دنوں میں عورت نماز، روزے سے چھٹی کرے گی، پھر نہا کر نماز روزہ شروع کردے گی اور باقی دنوں میں آنے والے خون کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

دوسری حالت: استحاضہ شروع ہونے سے پہلے اُس کو حیض آیا ہی نہیں ہے بس ابتداء ہی سے جب خون دیکھا استحاضہ چل رہا ہے، یہ عورت امتیازی نشانیوں کے ذریعے عمل کرے گی، جو خون کی واضح نشانیوں کے ذریعے سے پہچانا جاتا ہے، مثلاً کالے رنگ کا، گاڑھا، یا بدبودار تو یہ حیض کا خون ہوگا اور حیض کے احکام لاگو ہوں گے، ان نشانیوں کے بغیر جو خون آئے گا وہ استحاضہ شمار ہوگا۔

مثال: عورت نے جب ابتداء سے خون دیکھا اور وہ چلتا ہی رہا لیکن اس کی پہچان تھی، اس طرح کہ دس دن تک کالا خون تھا باقی دنوں میں سرخ خون تھا، یا

دس دن تک گاڑھا خون تھا باقی دنوں میں پتلا خون تھا' یا دس دن تک بدبودار خون تھا اور باقی دنوں میں بدبو کے بغیر خون تھا' تو پہلی مثال کے مطابق کالا خون حیض شمار ہوگا' دوسری مثال کے مطابق گاڑھا خون حیض ہوگا' اور تیسری مثال کے مطابق بدبودار خون حیض ہوگا' اس کے علاوہ جو خون آئے گا وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔

تیسری حالت: نہ تو عورت کو حیض معلوم ہے اور نہ ہی واضح نشانی موجود ہے' اس طرح کہ جب سے خون دیکھا ہے وہ مسلسل چل رہا ہے اور خون بھی ایک ہی شکل میں ہے یا اُس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں اور وہ حیض شمار نہیں ہوسکتا' ایسی عورت عام عورتوں کی عادت کے مطابق حیض شمار کرے گی' چنانچہ ہر ماہ کے چھ یا سات دِن حیض شمار کرے گی' جس دن سب سے پہلے خون ظاہر ہوا اُس دن کو ابتدائے حیض کہا جائے گا' اور باقی دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔

احکام استحاضہ: استحاضہ اور طہارت کے احکام برابر ہیں' استحاضہ میں مبتلا اور پاک عورتوں میں دو چیزوں کے علاوہ کوئی فرق نہیں:

اوّل: ہر نماز کے لیے مستحاضہ پر وضو کرنا فرض ہے۔

دوم: وضو کرنے سے پہلے اگر کہیں جسم یا کپڑے پر خون لگا ہے تو اُسے دھولے' اور تاکہ خون ادھر اُدھر نہ پھیلے شرمگاہ پر کوئی لنگوٹ جیسی چیز کس کر باندھ لے۔

احکامِ نفاس

نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے سبب رحم سے نکلتا ہے' یا تو ولادت کے ساتھ ہی یا اُس کے بعد' یا دردِ زہ کے ساتھ ایک دو دن پہلے' اور جب خون بند ہوجائے تو عورت پاک ہوجاتی ہے۔ اگر چالیس دن کے بعد بھی خون رواں رہے تو عورت کو چالیس دن کے بعد نہا دھو لینا چاہیے' اس لیے کہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہوتی ہے' خواہ خون چلتا ہی رہے' الا یہ کہ چالیس دن کے بعد اُسے حیض کا خون آ جائے' پھر انتظار کرے گی حتیٰ کہ حیض سے پاک ہوجائے۔

نفاس اُس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ ایسا بچہ جنم نہ دے جس میں انسانی ڈھانچہ بن چکا ہو' اگر ایسی چھوٹی سی چیز کو جنم دیا جس میں انسانی ڈھانچہ واضح نہ ہو تو اس خون کو نفاس کا خون نہیں کہا جائے گا' بلکہ وہ کسی رگ کا خون ہے' اس خون کا حکم مستحاضہ والے خون کا ہوگا۔ ابتدائے حمل کے بعد انسانی ڈھانچہ اسّی (۸۰) دنوں میں بن سکتا ہے اور اکثر اوقات نوے (۹۰) دنوں میں تیار ہوجاتا ہے۔

نفاس والی عورت کے لیے بھی وہی احکام ہیں جو حیض والی عورت کے ہوتے ہیں جن کا ذکر ہوچکا ہے۔

حیض وحمل کوروکنا

حیض کوروکنے والی دواء کا استعمال عورت کے لیے جائز ہے دوشرطوں کے ساتھ:

اوّل: عورت کوکسی نقصان کا خطرہ نہ ہو‘ اگرنقصان کا خطرہ ہوتو جائزنہیں۔

دوم: یہ کہ استعمال دوا خاوند کی اجازت سے ہو‘ بسا اوقات خاوند کواس بات سے نقصان ہوسکتا ہے۔

ایسی دوا کا استعمال بھی جائز ہے جوحیض کو چالو کردے۔

اس کی دوشرطیں ہیں:

(۱) خاوند کی اجازت ہو۔

(۲) یہ عمل کسی واجب سے فرار کا حیلہ نہ ہو‘ مثلاً روزوں سے بچنے کے لیے یا نماز سے بچنے کے لیے حیض چالو کررہی ہو۔

حمل کوروکنے والی دوا کا استعمال دوطرح کا ہوتا ہے:

(۱) جودوا مستقل طور پرحمل کوروک دے تویہ جائزنہیں ہے۔

(۲) وقتی طور پرحمل کوروکنا‘ مثلاً عورت کو بہت جلد حمل ہوجاتا ہے‘ اورحمل کی وجہ سے اسے بہت مشقت ہوتی ہے اورعورت چاہتی ہے کہ کم وبیش ہردوسال میں بچہ پیدا ہوتو اس طرح کرنا جائز ہے‘ بشرطیکہ:

(۱) عورت کا خاوند اجازت دے۔

(۲) دوا کے استعمال سے عورت کو (عارضی یا مستقل) تکلیف نہ ہو۔

مختصر سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ

بعثت محمدی سے پہلے عرب کی حالت:

اُس وقت عربوں کا معروف دین بُت پرستی تھا' کیونکہ عرب دین حنیف چھوڑ چکے تھے اس لیے بت پرستی کا شکار ہو گئے' اس زمانے کو جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کو پوجا جاتا تھا اُن میں سے مشہور بتوں کے نام تھے: لات' عزیٰ' مناۃ اور ہبل۔ کچھ عربوں کا دین یہودیت' عیسائیت اور مجوسی بھی تھا۔ ان میں سے بہت ہی تھوڑے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت "ابرہیمیت" پر قائم تھے۔

اقتصادی صورتِ حال: صحرانشین بادیہ' جانور پالتے تھے اور چراگاہوں میں چراتے تھے' البتہ دیہاتوں اور شہروں میں رہنے والے زراعت وتجارت میں مشغول رہتے تھے۔ ظہورِ اسلام سے پہلے مکہ مکرمہ جزیرہ عربیہ کا تجارتی مرکز تھا۔ طائف اور مدینہ منورہ جیسے بعض متمدن شہر بھی تھے۔ اس معاشرے میں ظلم و زیادتی بہت زیادہ تھی' کمزور کا کوئی حق نہیں مانا جاتا تھا' لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا' عزتیں لوٹ لی جاتیں تھیں' طاقتور کمزور کا حق ہڑپ کر جاتا تھا' بلاحدود متعدد عورتوں سے نکاح کیا جاتا تھا' زنا عام تھا' معمولی معمولی باتوں پر قبائل کے درمیان جنگ چھڑ جاتی تھی' بسا اوقات ایک ہی قبیلہ آپس میں لڑ پڑتا تھا۔ اسلام کی آمد سے پہلے جزیرہ عربیہ کے بارے میں یہ مختصر سی تصویر ہے۔

دوذبیحوں(۱) کی اولاد:

کثرتِ اولاد اور کثرتِ مال کی وجہ سے قریش آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب پر فخر کیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس نرینہ بچے عنایت کرے تو وہ کسی ایک کو بتوں کو راضی کرنے کے لیے ذبح کردے گا' ان کی آرزو پوری ہوگئی اور اُن کو دس نرینہ بچے عطا ہوئے' جن میں سے ایک حضور اکرم ﷺ کے والد گرامی جناب عبداللہ بھی تھے۔ جب جناب عبدالمطلب نے اپنی نذر پوری کرنا چاہی تو اپنے بچوں کے درمیان قرعہ اندازی کی' تو جناب عبداللہ کا نام نکل آیا' جب عبدالمطلب نے آپ ﷺ کے والد گرامی کو ذبح کرنا چاہا تو لوگ آڑے آ گئے تاکہ انہیں اس کام سے منع کریں' کہیں یہ کام لوگوں میں سنت رواج ہی نہ بن جائے' بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں میں قرعہ نکالا جائے' اس طرح یہ حضرت عبد اللہ کا فدیہ بن جائیں گے۔ جب قرعہ نکالا تو دوبارہ نام حضرت عبداللہ کا نکل آیا' تو انہوں نے اونٹوں کی تعداد دوگنی کردی' پھر بھی قرعہ میں حضرت عبداللہ

(۱) حضور اکرم ﷺ کے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو ایک خواب کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ذبح کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ آپ کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ایک دنبہ بھیج دیا اور حضرت اسماعیل ذبح نہ ہوئے۔ اور بعد میں جناب عبد المطلب نے آپ ﷺ کے والد بزرگوار کو ذبح کرنا چاہا جو نہ ہوسکا' اسی لئے آپ ﷺ کو ''دوذبیحوں'' کی اولاد کہا جاتا ہے۔ (اضافہ از مترجم ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور)

ہی کا نام نکلا' اس طرح اونٹوں کی تعداد بڑھاتے گئے اور قرعہ میں نام حضرت عبداللہ کا نکلتا رہا' بالآخر اونٹوں کی تعداد سو ہوگئی' اب قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا' اس طرح جناب عبدالمطلب نے سو اونٹوں کا نذرانہ پیش کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کا فدیہ دیا۔

باقی بیٹوں کی بہ نسبت جناب عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ سے دلی لگاؤ زیادہ تھا بالخصوص سو اونٹ کا فدیہ دینے کے بعد۔ جب حضرت عبداللہ بڑے ہوئے تو جناب عبدالمطلب نے آپ کے لیے بنی زہرہ قبیلے کی بچی ''آمنہ بنت وہب'' کا انتخاب کیا' اور اُن سے آپ کا نکاح ہوگیا' اور حضرت آمنہ کو حمل ہوگیا' حضرت آمنہ کے حاملہ ہونے کے تین ماہ بعد حضرت عبداللہ تجارتی قافلے کے ساتھ شام روانہ ہوئے' واپسی میں آپ بیمار پڑ گئے' چونکہ بنی نجار آپ کا ننھیالی خاندان تھا اس لیے وہیں رک گئے' وہیں آپ نے وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

حمل کے مہینے مکمل ہوئے' اور آپ ﷺ کی ''سوموار'' کے دن پیدائش ہوئی' البتہ آپ ﷺ کی پیدائش کا مہینہ اور تاریخ صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکا' ایک روایت کے مطابق آپ کی پیدائش ۹ ربیع الاول کو ہوئی' دوسری روایت کے مطابق بارہ ربیع الاول کو' تیسری روایت کے مطابق رمضان المبارک میں' ان کے علاوہ بھی روایات موجود ہیں اور یہ واقعہ ۵۷۱ء میں ہوا۔ اسی سال کو ''عام الفیل'' بھی کہا جاتا ہے۔ (وہ سال جس میں ہاتھیوں والوں نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی۔)

ہاتھیوں کا واقعہ:

ہوا یوں کہ یمن میں نجاشی کے گورنر ابرہہ نے دیکھا کہ عرب مکہ میں جا کر خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں' اس کو عظمت دیتے ہیں اور دور دور سے چل کر وہاں پہنچتے ہیں' چنانچہ صنعا میں ایک بہت بڑا کنیسہ تعمیر کیا' تا کہ عرب کے حاجی مکہ مکرمہ کی بجائے یہاں صنعا آئیں۔ کنانہ قبیلے کے ایک آدمی کو اس کنیسے کی خبر ہوئی' رات کو وہاں پہنچا اور کنیسے کی دیواروں کو گندگی سے لیپ دیا' جب ابرہہ کو اس واقعے کا علم ہوا تو غصے سے بھڑک اٹھا اور ساٹھ ہزار پر مشتمل ایک عظیم لشکر تیار کیا' ان کے ساتھ نو ہاتھی بھی تھے' یہ لشکر مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا تا کہ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے اور سب سے بڑا ہاتھی اپنے ذاتی استعمال کے لیے رکھ لیا۔ جب یہ لشکر مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گیا' تو ابرہہ نے لشکر کو مکہ مکرمہ میں داخل کرنے کے لیے لیس کر دیا' لیکن بڑا ہاتھی بیٹھ رہا اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ جب اُس کا رخ کسی دوسری طرف کرتے تو اٹھ کر تیزی سے چلنے لگتا' اور جونہی اس کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرتے' دھڑام سے بیٹھ جاتا۔ یہ لوگ اسی الجھن کا شکار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کا جھنڈ بھیج دیا' جو جہنم کی آگ میں تپائی ہوئی کنکریاں اُن کو مار رہا تھا' ہر پرندہ تین کنکریاں اٹھائے ہوئے تھا' ایک کنکری چونچ میں اور دو کنکریاں دونوں پاؤں میں جو کہ چنے کے برابر تھیں' جس کسی کو بھی کنکری لگتی اُس کے اعضاءِ جسم ٹوٹ کر گر

جاتے، بالآخر مر جاتا۔ یہ لوگ بھاگے، اور راستے میں ہلاک ہوتے رہے، کوئی یہاں گرا، کوئی وہاں گرا، اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کو اس قسم کی بیماری لگا دی جس سے اُس کی انگلیاں جھڑ گئیں، صنعاء تک پہنچتے پہنچتے بیماری نے اس پر بُری طرح قبضہ کرلیا تھا، بالآخر وہاں پہنچ کر مر گیا۔ البتہ قریش کے قبائل اِدھر اُدھر وادیوں میں پھیل گئے، اور پہاڑوں میں پناہ لی تا کہ اتنے عظیم لشکر سے اپنے آپ کو بچالیں، جب انہیں معلوم ہوا کہ لشکر کا انجام برا ہوا ہے تو پُرامن طریقے سے اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پچاس دِن پہلے پیش آیا۔

آپ ﷺ کی پرورش:

آپ ﷺ کو پیدائش کے بعد ابولہب کی لونڈی ''ثویبہ'' نے دودھ پلایا، وہ اس سے پہلے آپ ﷺ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلا چکی تھی، اس اعتبار سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ''دودھ بھائی'' بھی ہوئے۔ عربوں کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صحرائی زندگی میں رکھ کر دودھ پلانے کا اہتمام کرتے تھے، اس لیے کہ صحراء میں بدنی صحت کا بہتر اہتمام ممکن ہے۔ اسی مقصد کی خاطر آپ ﷺ بھی دوسری دودھ پلانے والی کے پاس پہنچ گئے۔ ہوا یوں کہ جن دنوں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی صحرا سے بنی سعد قبیلے کی عورتیں مکہ مکرمہ آئیں تا کہ ایسے بچوں کو تلاش کریں جن کو دودھ پلاسکیں، اور عورتیں گھروں میں گھومنے لگیں۔ غریبی اور یتیمی کی وجہ سے تمام

عورتوں نے آپ ﷺ میں دلچسپی نہیں لی' دوسری عورتوں کی طرح حلیمہ سعدیہ نے بھی آپ ﷺ میں دلچسپی ظاہر نہیں کی' جب حلیمہ سعدیہ نے دوسرے گھروں کا چکر لگایا تو کسی کھاتے پیتے گھرانے کا بچہ پانے میں کامیاب نہ ہوسکیں جو ان کی کمزور مالی حالات' غریبی کی شدت کو ہلکا کر سکے بالخصوص اُس سال جس میں کہ قحط سالی بڑھ گئی تھی، چنانچہ حلیمہ نے کم مزدوری پر غریب و یتیم بچے کو قبول کرنے کے لیے وہ دوبارہ آمنہ کے گھر چلی آئیں' حضرت حلیمہ اپنے خاوند کے ساتھ کمزور گدھی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ آئی تھی' جس کی چال بھی بہت کمزور تھی' البتہ واپسی پر جب محمد ﷺ حلیمہ کی گود میں تھے یہی نحیف سی گدھی تیز تیز دوڑ رہی تھی' حتیٰ کہ اُس نے سب سواریوں کو پیچھے چھوڑ دیا' یہاں تک کہ سارے ساتھی تعجب کرنے لگے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ ان کو دودھ بہت کم آتا تھا' ان کا اپنا دودھ پیتا بچہ بھوک کی شدت سے رو رو کر بے حال ہو جاتا تھا' جونہی اُس نے آپ ﷺ کو دودھ پلانا شروع کیا تو اُن کے سینے میں خوب دودھ اتر آیا۔ نیز بیان کرتی ہیں کہ بنی سعد کے قبیلے کے علاقے میں خشک سالی تھی' جونہی یہ مبارک بچہ دودھ پینے کے بہانے اس علاقے میں آیا' تو زمین سے بھی خوب سرسبزی ابھری اور جانور بھی خوب موٹے تازے ہو گئے' اور اُن کا حال خشک سالی اور غریبی سے بدل کر خوشحالی اور فراوانی ہو گیا۔

آپ ﷺ نے حلیمہ کے ساتھ دو سال گذارے' وہ آپ کا از حد خیال

رکھتی تھیں، اُسے احساس تھا کہ اس بچے کو غیر معمولی حالات نے گھیر رکھا ہے، دو سال گزرنے کے بعد حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو لے کر آپ کی والدہ اور دادا کے پاس مکہ مکرمہ آئیں۔ چونکہ حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کی ایسی برکت دیکھ چکی تھیں جس نے سارے حالات کو بدل ڈالا تھا، چنانچہ انہوں نے حضرت آمنہ سے پرزور انداز میں درخواست کی کہ محمد دوبارہ ان کے ساتھ ہی رہیں گے۔ چنانچہ حضرت آمنہ نے حضرت حلیمہ کی درخواست منظور کرلی، اس طرح حضرت حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو لے کر دوبارہ قبیلہ بنی سعد پہنچ گئیں، وہ خوشی سے پھولے نہ سماتی تھیں اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہی تھیں۔

شق صدر کا واقعہ

آپ ﷺ کی عمر تقریباً چار سال تھی، ایک دن ایسا ہوا جبکہ آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ کھیل رہے تھے اور اپنی رہائش سے ذرا دور تھے، جناب حلیمہ سعدیہ کا بیٹا دوڑتا ہوا آیا، پریشانی اُس کے چہرے سے عیاں تھی، اور اپنی ماں سے کہا کہ قریشی بھائی (محمد ﷺ) کی مدد کو پہنچیں۔ ماں نے بیٹے سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ اُس نے بیان کیا کہ: دو آدمی سفید کپڑوں میں ملبوس آئے اور انہوں نے بھائی کو پکڑ لیا، اور اُسے لٹا کر اُس کا سینہ چیر دیا۔ ابھی بچے نے اپنی بات بھی پوری نہ کی تھی کہ حضرت حلیمہ آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑی، کیا دیکھتی ہے کہ آپ ﷺ اپنی جگہ چپ چاپ کھڑے ہیں، چہرہ پیلا ہے، رنگ بدلا

ہوا ہے‘ حضرت حلیمہ نے آپ سے واقعہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے بتایا میں بخیریت ہوں‘ آپ ﷺ نے بتایا کہ دو آدمیوں نے جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے‘ مجھے پکڑا اور میرا سینہ چیر دیا‘ میرا دل نکالا اور ایک کالا سا لوتھڑا نکال کر اسے پھینک دیا‘ پھر دِل کو ٹھنڈے پانی سے دھویا‘ اُسے دوبارہ اپنی جگہ لگا دیا‘ پھر سینہ بند کر دیا‘ اس کے بعد چلے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو لے کر اپنی رہائش گاہ پر آ ئیں‘ اگلے دن صبح سویرے آپ کو لے کر مکہ پہنچ گئیں‘ حضرت حلیمہ کی بے وقت آمد پر حضرت آمنہ کو حیرانگی ہوئی حالانکہ حضرت حلیمہ بچے میں خاصی دلچسپی رکھتی تھیں۔ حضرت آمنہ نے سبب دریافت کیا تو انہوں نے شق صدر کا سارا معاملہ بتا دیا۔

والدہ اور دادا کی وفات:

حضرت آمنہ اپنے یتیم بچے کو لے کر مدینہ منورہ میں بنونجار میں اپنے بھائیوں کے ہاں چلی گئیں اور وہاں چند دن قیام فرمایا‘ مکہ کی طرف واپسی میں ’’ابواء‘‘ کے مقام پر آپ کی وفات ہوگئی اور وہیں دفن ہوئیں۔ اس طرح چھ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کو الوداع کہہ دیا‘ (والدہ محترمہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کو گود لے لیا) اب یہ ذمہ داری آپ کے دادا عبدالمطلب پر آ گئی‘ انہوں نے آپ ﷺ کا بیحد خیال رکھا‘ آپ کی پرورش کی‘ تربیت کی‘ شفقت دی‘ اس طرح جب آپ کی

عمر آٹھ سال تھی تو دادا بھی فوت ہو گئے۔ اب آپ کی پرورش کی ذمہ داری حضرت ابو طالب کی طرف منتقل ہو گئی' حضرت ابو طالب مالی طور پر کمزور تھے اور خاندان بڑا تھا' پھر بھی آپ نے خود اور آپ کی بیوی نے آپ ﷺ کو سگے بچوں کی طرح پالا' اس وجہ سے آپ کو اپنے چچا سے خاصا دلی تعلق ہو گیا تھا۔ ان حالات میں آپ نے ابتدائی پرورش پائی' آپ نے سچائی اور امانت کے اصولوں پر تربیت حاصل کی' حتیٰ کہ صادق و امین کے لقب سے معروف ہو گئے' اگر معاشرے میں یہ کہا جائے کہ صادق و امین آیا ہے تو سب کو معلوم تھا کہ اس سے مراد آپ ﷺ ہی ہیں۔

تجارت اور شادی:

جونہی آپ ﷺ تھوڑے بڑے ہوئے تو زندگی کے معاملات کو خود سنبھالنے لگے' اور اپنی کمائی کرنے لگے' آپ ﷺ نے کام اور کمائی کا سلسلہ شروع کر دیا' چنانچہ تھوڑی سی مزدوری پر اپنے ہم قبیلہ قریشیوں کی بکریاں چرانے لگے۔ ملکِ شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلوں میں شریک ہوئے' جن میں خدیجہ بنت خویلد کا بہت بڑا حصہ ہوتا تھا' خدیجہ بیوہ اور مالدار خاتون تھیں' میسرہ نامی غلام خدیجہ کے کاروبار کا انچارج اور مینیجر تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی برکت اور امانت کے طفیل ریکارڈ توڑ منافع ہوا' اس عظیم منافع کا سبب جب خدیجہ نے اپنے مینیجر سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ محمد بن عبد

اللہ ہی بیچتے اور سودا کرتے تھے' اور لوگ جوق در جوق آپ کے پاس چلے آتے تھے' کسی پر ظلم کئے بغیر خوب منافع کمایا۔ خدیجہ نے میسرہ کی باتوں کو خوب دھیان سے سنا حالانکہ خدیجہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں کچھ کچھ جانتی تھی۔ چنانچہ خدیجہ کو بہت خوشی ہوئی اور آپ سے نکاح کا پختہ ارادہ کرلیا۔ خدیجہ نے اپنی ایک سہیلی کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ اس معاملے میں آپ کی رائے معلوم کر سکے' اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ اس عورت نے خدیجہ کی طرف سے آپ کو پیغام نکاح دیا جسے آپ نے قبول فرمالیا اور اس طرح نکاح مکمل ہوگیا۔ دونوں میاں بیوی آپس میں خوش تھے' اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ کے مال سے تجارت کرنی شروع کردی اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ جونہی سال بہ سال گزرتے گئے' اور حضرت خدیجہ کے بطن سے بچے پیدا ہوتے رہے' زینب' رقیہ' ام کلثوم' اور فاطمہ نامی بیٹیاں پیدا ہوئیں اور لڑکوں میں قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے اور یہ دونوں بچپن ہی میں وفات پاگئے۔

نبوت:

آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس سال کو پہنچ رہی تھی کہ آپ غار حراء میں جا کر تنہائی اور خلوت کی زندگی گذارنے لگے۔ غار حراء مکہ مکرمہ سے مشرق میں واقع پہاڑ میں ہے۔ آپ ﷺ مسلسل کئی کئی راتیں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت

کرتے تھے' ادھر رمضان المبارک کی اکیسویں تاریخ تھی' آپ ﷺ غار میں ہی تھے اور چالیس سال کی عمر مکمل ہو چکی تھی' حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے' جبریل نے آپ ﷺ سے کہا: ''پڑھیئے''۔ آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں' جبریل علیہ السلام نے دوسری اور تیسری بار یہی کہا اور آپ نے بھی وہی جواب دیا' تیسری بار جبریل علیہ السلام نے کہا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ، الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾

''پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے' جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا' انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا''۔ (العلق)

پھر وہ فرشتہ وہاں سے چلا گیا' رسول اکرم ﷺ اس کے بعد غار میں ٹھہر نہ سکے اور گھر چلے آئے' جب اپنی بیوی حضرت خدیجہ کے پاس پہنچے تو اُن کا دل دھک دھک کر رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: ''زَمِّلُوْنِی، زَمِّلُوْنِی'' (مجھے کپڑا اڑھاؤ' مجھے کپڑا اڑھاؤ!) آپ ﷺ کو کپڑا اوڑھنے کو دیا گیا' بالآخر خوف و وحشت کی کیفیت ختم ہوگئی' چنانچہ آپ نے حضرت خدیجہ کو سارا ماجرا کہہ سنایا' پھر فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا' حضرت خدیجہ نے ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا: ''قسم بخدا' اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ کو ناکام نہیں کرے گا' آپ کی تو

شان یہ ہے کہ صلہ رحمی کرتے ہیں' لوگوں کا بوجھ بانٹتے ہیں' محروموں کو عطا کرتے ہیں' مہمان داری کرتے ہیں' جائز مشکلات میں لوگوں کا سہارا بنتے ہیں۔[صحیح البخاری۳ و صحیح مسلم ۱۶۰]

کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ دوبارہ غار حراء عبادت کے لیے تشریف لائے' جب آپ عبادت سے فارغ ہوئے تو مکہ مکرمہ جانے کے لیے غار سے واپس چل پڑے' جب آپ وادی میں پہنچے تو حضرت جبریل امین کرسی پر بیٹھے زمین و آسمان کے درمیان نظر آئے تو جبریل امین نے ان آیات کی وحی کی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ، وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ (المدثر۱-۶)

''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے! اٹھو اور خبردار کرو' اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو' اور اپنے کپڑے پاک رکھو' اور گندگی سے دور رہو''۔

اس کے بعد سلسلہ وحی چل پڑا اور پے در پے وحی آتی رہی۔

جب آپ ﷺ نے اپنی دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا' تو آپ کی محترم شریک حیات نے ایمان کی پکار پر لبیک کہا' اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دی' حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو تسلیم کیا' اور سب سے پہلے مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے جگری دوست ابوبکر سے بات کی تو وہ بھی ایمان لے آئے' آپ کی تصدیق کی اور ذرا برابر بھی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔ چونکہ حضرت ابوطالب نے حضور اکرم ﷺ کی والدہ اور دادا کی وفات کے بعد آپ کو پالا تھا

تو آپ نے بھی (جب اپنے پیر پر کھڑے ہوئے تو) وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے چچازاد بھائی علی کو پالنا شروع کر دیا اور اُن پر خرچ کرتے رہے' اس ماحول میں اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو شرحِ صدر عطا کیا اور وہ بھی مسلمان ہو گئے' ان حضرات کے بعد حضرت خدیجہ کے غلام زید بن حارثہ مسلمان ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ خفیہ دعوت دیتے رہے' اور مسلمان بھی اپنا اسلام چھپاتے رہے' اس لیے کہ صورت حال یہ تھی کہ جب کسی کے مسلمان ہونے کی خبر قریش کو مل جاتی تو اُسے شدید ترین سزا دیتے تاکہ وہ اسلام سے واپس آ جائے۔

علانیہ دعوت:

جب رسول اللہ ﷺ نے انفرادی اور خفیہ دعوت و تبلیغ کے تین سال پورے کر لیے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا:

﴿فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ﴾ (الحجر ۹۴)

''جس چیز کا آپ کو حکم مل چکا ہے اُس کو کھلے بندوں بیان کر دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے''۔

ایک روز آپ ﷺ صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو پکارنے لگے' اور بہت سارے لوگ اکٹھے ہو گئے' ان لوگوں میں آپ کا چچا ابولہب بھی شامل تھا' جو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی دشمنی میں سب سے آگے تھا۔ جب لوگ اکٹھے ہو چکے تو فرمایا: ''تم کیا کہتے ہو' اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے

دشمن تمہاری تاک میں ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہمارے تجربے میں تو آپ صرف صادق وامین ہی ثابت ہوئے ہیں۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا: ''سخت ترین عذاب سے پہلے پہلے میں تمہاری طرف ڈرانے والا بن کر آیا ہوں''۔ اس کے بعد آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے لگے' اور جو بت پرستی وہاں کے رواج میں تھی اُس کی تردید کرنے لگے۔ وہاں موجود ابولہب پھٹ پڑا اور کہا: (معاذ اللہ) تیرا ستیاناس! کیا اس کام کے لیے ہمیں اکٹھا کیا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے بارے میں ایسی سورت اتار دی جو قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی' فرمایا:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ، مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ، سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ، وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ، فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ (المسد) [صحیح البخاری تفسیر سوة المسد]

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے' اور وہ خود ہلاک ہو گیا' نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اُس کی کمائی' وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا' اور اُس کی بیوی بھی جائے گی جو کہ لکڑیاں ڈھونے والی ہے''۔

نبی اکرم ﷺ دعوت وتبلیغ پر ڈٹے رہے اور جہاں بھی لوگوں کا اجتماع نظر آتا انہیں برملا دعوت دیتے' خانہ کعبہ کے پاس نماز ادا کرتے' لوگوں کے اجتماعات میں شریک ہوتے' دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے مشرکوں کے بازاروں میں بھی جاتے' اور بہت پریشانی اور تکلیف برداشت کرتے۔ جو

لوگ آپ ﷺ پر ایمان لے آتے مشرکین انہیں بھی خوب سزا دیتے۔ متعدد واقعات میں سے چند ایک کا خلاصہ یوں ہے کہ حضرت یاسر، حضرت سمیہ اور ان کے بیٹے حضرت عمار (رضی اللہ عنہم) کو اس قدر عذاب دیا کہ یاسر اور سمیہ سزا کی سختی کی وجہ سے شہید ہو گئے، اور حضرت سمیہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں۔ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ کو بھی امیہ بن خلف اور ابو جہل کے ہاتھوں شدید سزا و تکلیف کا سامنا رہا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضرت بلال مسلمان ہوئے تھے، جب حضرت بلال کے مالک امیہ بن خلف کو ان کے اسلام کا علم ہوا تو اُس نے ہر قسم کے سزا کے طریقے آزمالیے تاکہ بلال اسلام کو چھوڑ دے، حضرت بلال نے بات ماننے سے انکار کیا اور اپنے دین پر ڈٹے رہے۔ امیہ حضرت بلال کو زنجیروں میں جکڑ کر مکہ مکرمہ سے باہر لے جاتا، اور اُن کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا، انہیں گرم تپتی ریت پر گھسیٹتا اور خود اور کارندوں کے ذریعے کوڑوں کی بارش کر دیتا۔ حضرت بلال ایک ہی لفظ بار بار دہراتے "اَحَد اَحَد"۔ اس حال میں ایک مرتبہ انہیں حضرت ابو بکر نے دیکھ لیا، آپ نے حضرت بلال کو امیہ سے خرید کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد کر دیا۔

اس قسم کے مشکل حالات میں حکمت کے تقاضے کے تحت اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو اسلام کے اظہار سے منع فرما دیا، اسی لیے آپ ﷺ صحابہ

کرام سے تنہائی میں ملتے تھے‘ اگر آپ برملا صحابہ کرام سے ملتے تو مشرکین آڑے آتے اور دعوت و تعلیم کا معاملہ رک جاتا‘ ممکن ہے کہ اس طرح دو گروہوں میں ٹکراؤ بھی پیدا ہوتا۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد بھی تھوڑی تھی اور وسائل بھی کمزور تھے تو ٹکراؤ کی صورت میں مسلمان مکمل طور پر ملیا میٹ ہو جاتے‘ چنانچہ حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ در پردہ دعوت کا کام کیا جائے‘ البتہ رسول اکرم ﷺ کا معاملہ یہ تھا کہ مشرکوں کی شدید ایذا رسانی کے باوجود مشرکوں کے سامنے کھلے عام دعوتِ دین اور عبادتِ رب کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

ہجرت حبشہ:

جن حضرات کے اسلام کی خبر مشرکین کو مل جاتی اُسے مسلسل سزا دیتے رہتے بالخصوص معاشرے کے کمزور افراد کو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں نجاشی کے پاس حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دیں‘ جہاں صحابہ کرام کو امن کی امید تھی‘ بالخصوص جبکہ بہت سارے صحابہ کو اپنی جان اور اپنے خاندان کی جان کے لالے پڑ رہے تھے‘ تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی‘ اور یہ واقعہ نبوت کے بعد پانچویں سال کا ہے۔ چنانچہ تقریبا ستر حضرات اپنے بیوی بچوں سمیت ہجرت حبشہ کر گئے‘ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان‘ ان کی اہلیہ رقیہ بنت الرسول ﷺ بھی شامل تھیں‘ قریشیوں نے پوری کوشش کی کہ وہاں بھی انہیں

چین سے نہ بیٹھنے دیں' وہاں کے بادشاہ کی خدمت میں انہوں نے تحائف پیش کئے' اور مطالبہ کیا کہ ان لوگوں کو اہل مکہ کے حوالہ کیا جائے' اہل مکہ نے الزام لگایا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ کو برا بھلا کہتے ہیں' جب نجاشی نے مسلمانوں سے حقیقت دریافت کی تو انہوں نے وضاحت میں قرآن حکیم کا بیان کہہ سنایا' صحیح بات کی وضاحت کی اور حضرت عیسی علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ کے بارے میں سورت مریم میں جو کچھ نازل ہوا ہے اُس کی تلاوت کردی۔ نجاشی نے مسلمانوں کی بات کی تائید کی اور انہیں قریشیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا' خود ایمان لے آیا اور اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔

<u>انوکھا واقعہ</u>: اسی سال رمضان المبارک کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ حرم شریف میں تشریف لائے' اور لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر سورت النجم کی تلاوت کرنے لگے' اور وہاں قریشیوں کا جم غفیر بھی موجود تھا' ان کافروں نے پہلے کبھی قرآن حکیم کی تلاوت نہیں سنی تھی' اس لیے کہ ان کافروں کے درمیان باہم معاہدہ تھا کہ محمد (ﷺ) کی کوئی بات نہ سنی جائے۔ جب اچانک ان لوگوں کے سامنے اس سورت مبارکہ کی تلاوت آ گئی' اور رس گھولتے کلام الٰہی نے ان کے کانوں کو رسیلے کلام سے آشنا کیا' ہر شخص کان لگا کر سننے لگا' اور اس آواز کے علاوہ اُسے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا' اور جب آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت

کی: ﴿فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا﴾ (النجم: ٦٢) ''اپنے رب کے سامنے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو''۔ آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور سب کے سب بے اختیار سجدے میں گر گئے۔

معاشرتی بائیکاٹ: قریش مسلسل نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہے' اور روز نت نئے انداز سے تکلیف دیتے' پریشان کرتے' دھمکیاں دیتے اور کبھی لالچ بھی دیتے' یہ سارے ہتھکنڈے مسلمانوں کو اپنے دین سے مزید قریب کرتے رہے اور اہل ایمان کی تعداد بڑھتی رہی۔ اب کافروں نے اسلام کے خلاف دشمنی کا ایک نیا محاذ کھول لیا' انہوں نے باہمی معاہدہ لکھا' اس پر سب نے دستخط کیے اور اُسے خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا' سب کے سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ مسلمانوں کا اور بنی ہاشم کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے' ان کے ساتھ خرید وفروخت' نکاح' اور ہر طرح کا تعاون ختم کر دیا جائے۔ مسلمان مجبوراً مکہ مکرمہ سے نکل کر شعب ابی طالب میں قیام پذیر ہو گئے' اس جگہ مسلمانوں کو شدید مشکلات سے واسطہ پڑا' ہر طرح کی تکلیف' سختی اور بھوک برداشت کرنی پڑی' صاحب حیثیت حضرات نے اپنا سارا مال مسلمانوں پر لٹا دیا' حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا مال خرچ کر دیا' وبائی امراض پھیل گئیں' بہت سارے لوگ موت کے کنارے پہنچ گئے' لیکن سب لوگ ڈٹے رہے اور صبر کرتے رہے' کوئی ایک بھی اپنے دین کو چھوڑ

کر پیچھے نہیں ہٹا‘ تین سال تک مسلسل یہ بائیکاٹ جاری رہا‘ حتی کہ قریشیوں میں سے چند سرکردہ حضرات نے آواز اٹھائی اور یہ لوگ بنی ہاشم کے قریبی رشتہ دار تھے‘ انہوں نے علی الاعلان معاہدہ سے دست برداری کا اظہار کردیا‘ جب معاہدہ نامہ خانہ کعبہ سے نکال کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ دیمک سارے معاہدے کو چٹ کرگئی ہے بس اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی باقی ہے‘ اس طرح یہ مشکل وقت ختم ہوا‘ بنو ہاشم اور مسلمان مکہ مکرمہ کو واپس پلٹ آئے‘ لیکن قریش حسب سابق مسلمانوں کو ستانے کے لیے اپنے ظالمانہ کردار پر ڈٹے رہے۔

غموں کا سال:

شدید ترین بیماری حضرت ابو طالب کے جسم میں سرایت کرگئی‘ اس طرح آپ ﷺ کے چچا صاحب فراش ہوگئے‘ چند ہی دن گزرے تھے کہ موت کی ہچکیوں نے آ گھیرا‘ حضور اکرم ﷺ ان کے سرہانے بیٹھ کر مرنے سے پہلے پہلے ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کے اقرار کا مطالبہ کرتے رہے‘ لیکن دوسرے کافر رشتہ دار بالخصوص ابوجہل انہیں اسلام قبول کرنے سے منع کرتے رہے۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے‘ کیا تو آباء واجداد کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ کیا تو عبد المطلب کی ملت سے منہ موڑ رہا ہے؟ یہ لوگ اسی طرح انہیں کوستے رہے حتیٰ کہ شرک پر ہی ابوطالب کی وفات ہوئی‘ حضور اکرم ﷺ کو حضرت ابوطالب کی وفات کا شدید رنج ہوا اور اس لیے بھی کہ اُن کی وفات شرک پر ہوئی تھی۔ ابوطالب کی وفات

کے دو ہی ماہ بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دار فانی سے کوچ کر گئیں، جس کا حضور اکرم ﷺ کو بے انتہا افسوس اور رنج ہوا، نتیجتاً ان دونوں کی وفات کے بعد کافروں کی طرف سے آپ ﷺ کی ایذا رسانی بہت بڑھ گئی۔

سفر طائف:

جب قریش کی سرکشی، فرعونیت، اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کا معاملہ بہت بڑھ گیا، تو حضور اکرم ﷺ نے طائف جانے کا پروگرام بنایا کہ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا کر دے۔ طائف کا سفر کچھ آسان معاملہ نہیں تھا، ایک طرف تو اونچے اونچے پہاڑوں میں گھیرا ہونے کی وجہ سے طائف تک کا راستہ انتہائی مشکل تھا، دوسری طرف اہل طائف کی طرف سے استقبال اور دعوت کے مقابلے میں جواب انتہائی تکلیف دہ تھا، ان لوگوں نے آپ کی بات پر کان نہیں دھرے بلکہ بری طرح دھتکار دیا، اور آپ ﷺ کے پیچھے اوباش بچوں کو لگا دیا، ان بچوں نے آپ کو اس قدر پتھر مارے کہ خون بہہ بہہ کر آپ کی ایڑیاں مبارک خون آلود ہو گئیں۔ انہی مشکل حالات میں آپ نے مکہ مکرمہ واپسی کا فیصلہ فرمایا۔ آپ ﷺ سخت پریشان اور غمگین تھے، اسی حال میں جبریل امین پہاڑوں کے فرشتے سمیت تشریف لائے، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا:

((إنّ اللّٰه بعَث إليک ملکَ الجبالِ لِتأمره بما شئتَ))

''اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کی طرف بھیجا ہے، آپ

اسے جو چاہیں حکم کریں''۔

پہاڑوں کے فرشتے نے کہا:

((یامحمد' إن شئتَ أن أطبق علیهم الأخشبین))

''اے محمد (ﷺ)! اگر آپ پسند کریں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو اس قوم پر اکٹھا کر دوں؟''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((بل أرجو أن یخرج اللّٰه مِن أصلابهم مَن یعبُد اللّٰهَ وحدَهُ لا یشرک به شیئًا))

''بلکہ میں تو یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے''۔

[صحیح البخاری ۳۲۳۱، وصحیح مسلم ۱۷۹۵]

حالانکہ آپ ﷺ کو ان لوگوں کی طرف سے شدید تکلیف پہنچ چکی تھی پھر بھی آپ نے اپنی قوم کے حق میں صبر اور شفقت کا مظاہر فرمایا۔

اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا!!

مشرکین مکہ مسلسل حضور اکرم ﷺ سے معجزات دکھانے کے بارے میں اصرار کرتے رہتے تھے کہ ایسے معجزے دکھائیں جن کو دیکھ کر انہیں آپ کی صداقت کا یقین آ جائے' اور یہ مطالبہ بار بار ہو چکا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے

مطالبہ کردیا کہ آپ چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے معجزے کو ظاہر کر دکھایا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا، قریش نے یہ نشانی دیر تک دیکھی اس کے باوجود ایمان نہیں لائے، بلکہ کہنے لگے محمد نے ہم پر جادو کر دیا ہے، ایک آدمی نے کہا: ''اگر محمد نے تم پر جادو کیا ہے تو سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتا''۔ تو قریشی باہر سے آنے والوں کی خبر کا انتظار کرنے لگے، جب باہر سے مسافر لوگ آئے اور قریشیوں نے واقعہ کی تصدیق چاہی تو انہوں نے جواب دیا، ہاں! ہم نے یہ ماجرا دیکھا ہے۔ ایسی روشن مثال اور نشانی دیکھنے کے باوجود بھی قریشیوں نے انکار کیا اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔

اسراء و معراج:

سخت مایوسی کے عالم میں حضور اکرم ﷺ طائف سے واپس آئے۔ اس سے پہلے ابو طالب کی وفات ہو چکی تھی، فوراً بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رحلت فرما چکی تھیں، ان حالات میں قریشیوں کے مظالم بھی مسلمانوں پر بڑھ چکے تھے، اس طرح غموں نے ہر طرف سے آپ ﷺ کو گھیر رکھا تھا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی و اطمینان کا سامان ہو گیا، ایک رات کو آپ ﷺ آرام کر رہے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام براق سمیت تشریف لائے، براق گھوڑے کی مانند جانور ہوتا ہے، اس کے دو پر ہوتے ہیں، بجلی کی مانند تیز سفر کرتا ہے، آپ ﷺ کو اس سواری پر بٹھایا اور فلسطین میں بیت المقدس

تک لے آئے۔ اور وہاں سے آپ ﷺ آسمان کی طرف پرواز کر گئے' اور اللہ تعالیٰ کی بہت ساری نشانیاں دیکھیں' اور آسمان پر ہی آپ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں' اور اسی رات آپ ﷺ واپس مکہ تشریف لے آئے اور آپ کا دل خوش اور مطمئن ہو چکا تھا' یقین مزید پختہ ہو چکا تھا۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَاط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (الإسراء ۱)

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کروائی جس کے اردگرد کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیوں کا نظارہ کروائیں' یقیناً اُس کی ذات سمیع و بصیر ہے''۔

اگلے دن صبح کو آپ ﷺ خانہ کعبہ گئے' اور لوگوں کو سابقہ رات کا ماجرا کہہ سنایا' نتیجتاً کافر مزید سختی سے آپ کی تردید کرنے لگے اور مزید مذاق اڑانے لگے۔ وہاں موجود کسی نے دریافت کیا کہ آپ ہمارے سامنے بیت المقدس کی شکل بیان کریں' وہ آپ کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے تھے' تو آپ ﷺ نے بیت المقدس کے ایک ایک حصے کی تفصیلات سے انہیں آگاہ کر دیا۔ مشرکین اس جواب پر مطمئن نہیں ہوئے' بلکہ انہوں نے دوسری دلیل کا بھی مطالبہ کر دیا' تو

آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے راستے میں ایک قافلہ مکہ مکرمہ کی طرف آتے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے قافلے کا مکمل تعارف بیان کر دیا' کہ اتنے اونٹ ہیں اور اس وقت پہنچے گا۔ آپ ﷺ نے تو ہر بات صحیح صحیح کہہ سنائی لیکن کافر اپنی گمراہی اور ڈھٹائی پر جمے رہے اور آپ ﷺ کی بات نہ مانی۔ اسراء سے اگلی صبح حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو پانچوں نمازوں کا طریقہ اور اوقات سکھائے' اس سے پہلے صبح کو دو رکعت نماز تھی اور شام کو دو رکعت نماز تھی۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی دعوت صرف مکہ مکرمہ آنے والوں کے لیے مخصوص کر رکھی تھی' جبکہ اہل مکہ نے حق کے خلاف دشمنی کی قسم کھالی تھی' حضور اکرم ﷺ آنے والوں کے پاس اُن کے پڑاؤ کی جگہ جاتے' اسلام کو اُن کے سامنے پیش کرتے اور اس کی وضاحت کرتے' دوسری طرف آپ ﷺ کا چچا ابو لہب آپ کے پیچھے پیچھے رہتا اور ان لوگوں کو آپ ﷺ سے اور آپ کی دعوت سے بدگمان کرتا' ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک جماعت مدینہ منورہ (اُس وقت کے یثرب) سے آئی' آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی' انہوں توجہ سے آپ کی بات سنی' پھر وہ لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کرنے پر متفق ہو گئے' کیونکہ اہل مدینہ نے یہودیوں سے سُن رکھا تھا' کہ ایک نبی آنے والا ہے اور اُس کا زمانہ بھی قریب ہے' جب آپ ﷺ نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی نبی ہے جس کا یہودی تذکرہ کیا

کرتے ہیں، چنانچہ وہ جلدی سے مسلمان ہوگئے، آپس میں کہنے لگے کہ کہیں یہودی ہم سے اس بارے میں آگے نہ بڑھ جائیں۔ وہ چھ آدمی تھے، اگلے سال مدینہ منورہ سے بارہ آدمی آئے، وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی، جب یہ لوگ مدینہ منورہ جانے لگے، تو آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ کردیا تاکہ حضرت مصعب اہل مدینہ کو قرآن سکھائیں اور دین کے احکام بتائیں، اللہ تعالیٰ کی نصرت وتوفیق سے حضرت مصعب نے اہل مدینہ پر خوب محنت کی اور ایک سال کے بعد مکہ مکرمہ لوٹے تو اُن کے ساتھ اہل مدینہ میں سے بہتر (۷۲) مرد اور دو عورتیں تھیں، یہ لوگ حضور اکرم ﷺ سے ملے اور ان لوگوں نے دین کی مدد کی خاطر آپ ﷺ سے عہد کیا، اور اُس دین کو قائم کرنے کی حامی بھری۔ اس کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ پلٹ گئے۔

دعوت کا نیا ٹھکانہ

حق اور حق کو ماننے والوں کے لیے مدینہ منورہ نئی اور پُرامن پناہ گاہ بن گیا، چنانچہ مسلمانوں نے وہاں کے لئے ہجرت کرنا شروع کیا، ادھر قریشیوں نے عزم جازم کر رکھا تھا کہ مسلمانوں کو ہجرت مدینہ سے روکے رکھنا ہے، مہاجرین نے اس سلسلے میں قسم قسم کی تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کیں، چنانچہ مسلمان قریش کے خوف سے چھپ چھپا کر ہجرت کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کرتے رہتے تو

آپ بار بار یہی کہتے: ''جلدی مت کرو' شاید اللہ تعالیٰ تم کو ساتھی عطا کر دے''۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی اکثریت ہجرت کر گئی۔

جب قریشیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی طاقت مدینہ منورہ میں اکٹھی ہو رہی ہے تو وہ بالکل پاگل ہو گئے' آپ ﷺ کی دعوت اور مقام کی ترقی سے خوف کھانے لگے' انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور بالآخر وہ لوگ معاذ اللہ حضور اکرم ﷺ کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے۔ ابوجہل نے مشورہ پیش کیا کہ ہم ہر قبیلے سے ایک کڑیل جوان کو تلوار تھما دیں' یہ سب مل کر محمد کا گھیراؤ کر لیں اور یک بارگی حملہ کر دیں' (نقلِ کفر کفر نباشد) اس طرح محمد کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا' اس واقعے کے بعد بنو ہاشم تمام لوگوں سے تو دشمنی لینے سے رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کافروں کی اس سازش کو آپ ﷺ کے سامنے بے نقاب کر دیا' تو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ہجرت کرنے کا پروگرام بنایا' رات کو حضور اکرم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بستر پر سو رہیں' تاکہ لوگوں کو یہی مغالطہ رہے کہ آپ ابھی تک گھر میں موجود ہیں۔

سازش کرنے والے اکٹھے ہو کر آ گئے اور گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا' انہوں نے فی الواقع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر موجود پایا لیکن اُن کا یقین تھا کہ یہ محمد ہی ہیں' تو یہ لوگ آپ کے نکلنے کا انتظار کرنے لگے' تاکہ یک بارگی آپ پر

حملہ کر کے قتل کر دیں' جب حضور اکرم ﷺ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے گھر سے نکلے تو وہ گھیراؤ کر چکے تھے' آپؐ نے ان کے سروں پر مٹی ڈالی' اللہ تعالیٰ نے ان کی نظروں کو اُچک لیا اور ان لوگوں کو آپ کی تشریف آوری کا کچھ پتا نہ چلا۔ اس طرح آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچ گئے' گھر سے مدینہ منورہ کے لیے اکٹھے نکلے' اور غار ثور میں جا کر چھپ گئے' ادھر قریش کے نوجوان صبح تک آپ کے نکلنے کا انتظار کرتے رہے' جب صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بستر سے اٹھے تو اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا کہ کہاں گئے ہیں؟ تو حضرت علی نے کچھ نہ بتایا' انہوں نے حضرت علی کو مارا' گھسیٹا لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا' اس کے بعد قریش نے ہر طرف آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے آدمی روانہ کر دیئے۔ اور جو کوئی محمد (ﷺ) کو زندہ یا مردہ (معاذ اللہ) لے آئے اُس کے لیے سو اونٹوں کا انعام مقرر کر دیا۔ آپ ﷺ کو تلاش کرنے والے اس غار کے دہانے تک پہنچ گئے جس میں آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پناہ لیے ہوئے تھے' اگر ان میں سے کوئی آدمی اپنے پاؤں والی جگہ کو دیکھتا تو آپ دونوں کو دیکھ لیتا۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے بارے میں فکر بڑھ گئی' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما ظنّک یا أبابکر باثنین اللہ ثالثھما؟ لا تحزن إنّ اللہ معنا)) [صحیح البخاری وصحیح مسلم]

''اے ابوبکر! تمہارا کیا خیال ہے جہاں دو ہوں اور ان کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

لیکن لوگ انہیں دیکھ نہ پائے' آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں تین دن تک رہے' اس کے بعد مدینہ منورہ کی چل پڑے' راستہ لمبا تھا' گرمی سخت تھی' دوسرے دِن شام کو ان دونوں کا گزر ایک عورت کے خیمہ کے پاس سے ہوا جسے اُمّ معبد کہا جاتا تھا' انہوں نے عورت سے کھانے پینے کا کہا' تو اس عورت کے پاس کچھ نہ پایا' بس ایک کمزور سی بکری تھی جو کمزور جان کی وجہ سے چراگاہ نہیں جاسکتی تھی' ایک قطرہ دودھ اُس میں نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے' اس کے تھنوں کو چھوا تو دودھ بہہ نکلا' آپ نے اسے دوہا اور ایک بڑا برتن بھر گیا' یہ منظر دیکھ کر اُمّ معبد ششدر رہ گئیں' سب نے سیر ہو کر پیا' پھر آپ ﷺ نے دوبارہ دوہا اور برتن پھر بھر گیا' اسے اُم معبد کے پاس چھوڑ دیا اور اپنے سفر پر نکل پڑے۔

اور ادھر اہل مدینہ روزانہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے رہتے تھے' جب آپ ﷺ کی تشریف آوری کا دن تھا تو سب لوگ خوشی خوشی اور مرحبا مرحبا کی صدائیں بلند کرتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے جنوب میں واقع قباء میں نزول فرمایا' جہاں چار دِن ٹھہرے اور مسجد قباء کی بنیاد رکھی اور اسلام میں یہ پہلی مسجد تھی۔ پانچویں روز آپ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے' کئی انصاری صحابہ نے کوشش کی کہ آپ ﷺ کی مہمان نوازی کی سعادت حاصل کریں' یہ لوگ

آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ رہے تھے' دوسری طرف آپ ﷺ ان لوگوں کے جذبات کا شکریہ ادا کر کے کہہ رہے تھے: ((دعوها فإنها مأمورة)) ''اسے چھوڑ دیں' اسے راہنمائی مل چکی ہے''۔ جب اونٹنی اس جگہ پہنچی جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو بیٹھ گئی' اور آپ ﷺ ابھی اترے بھی نہیں تھے تو دوبارہ اٹھ گئی اور آگے چل پڑی' پھر پلٹ کر اپنی جگہ آ گئی' اور بیٹھ گئی' اُس وقت آپ ﷺ اونٹنی سے اتر گئے اور یہی جگہ مسجد نبوی کے لیے منتخب ہوگئی۔ آپ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بعد تین دن تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے' جو جو امانتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں انہیں امانت والوں تک پلٹا دیا' پھر مدینہ منورہ کو چل پڑے اور قبا میں جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دی۔

آمد مدینہ:

جس جگہ آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی اس جگہ کو خرید کر آپ ﷺ نے مسجد بنا دیا' آپ ﷺ نے مہاجرین (جو لوگ مکہ سے گھر بار چھوڑ کر آپ کے ساتھ آئے تھے) اور انصار (جن اہل مدینہ نے آپ ﷺ کو اور مہاجر صحابہ کو پناہ دی تھی) کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا' اس طرح کہ ایک انصاری ساتھی کو ایک مہاجر کا بھائی قرار دے دیا' جو اُس کے مال میں بھی اس کا شریک ہو گیا' اور مہاجر و انصار مل کر کام کرنے لگے' اور اُن کے درمیان بھائی چارے کی فضا مضبوط ہو گئی۔

مکہ کے قریشیوں اور یہودیوں کے درمیان تعلقات پہلے سے موجود تھے' قریشی یہودیوں کے ذریعے سے مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے تھے' نیز مکہ کے قریشی مسلمانوں کو دھمکاتے تھے کہ اُن کو بالکل ختم کر کے دم لیں گے' اس طرح مسلمان داخلی اور خارجی طور پر دہرے خطرے میں گھرے ہوئے تھے' حالات اس حد تک پریشان کُن ہو گئے تھے' کہ صحابہ کرام ہتھیار ساتھ رکھ کر سوتے تھے' ایسے پریشان کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اجازت نازل فرمادی۔ اب رسول اللہ ﷺ ادھر اُدھر فوجی دستے بھیجنے لگے' تاکہ دشمن کی نقل وحرکت کی خبر رکھی جاسکے' اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے تجارتی قافلوں پر بھی دباؤ بڑھانا شروع کر دیا' تاکہ ان لوگوں کو مسلمانوں کی طاقت کا احساس ہو' اور کافر بھی باہمی پُرامن رہنے کی بات کریں اور مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا موقع مل جائے۔ ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ نے بہت سارے قبائل کے ساتھ معاہدے کئے اور ایک دوسرے کے حلیف بنے۔

غزوۂ بدر

آپ ﷺ نے طے کر لیا کہ شام سے آنے والے تجارتی قافلے کا راستہ روکا جائے' تو آپ تین سو تیرہ ساتھیوں کو لے کر نکلے' ان لوگوں کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور قریشیوں کا تجارتی قافلہ ہزار ونٹ پر مشتمل تھا' جس کا سربراہ ابوسفیان تھا اور اُس کے ساتھ صرف چالیس آدمی

تھے۔ ابوسفیان کو علم ہو گیا کہ مسلمان اُس کے مقابلے کے لیے آ رہے ہیں، ابو سفیان نے مکہ والوں کو پیغام بھیج کر صورت حال سے مطلع کر دیا، اور امداد کی اپیل کی، اور خود دوسرے راستے سے نکل گیا اور مسلمان اُس کو نہ پا سکے، دوسری طرف قریش مکہ ایک ہزار لڑاکو جوانوں کو لے کر نکلے، ادھر ابوسفیان کا ایلچی بھی آ گیا جس نے بتایا کہ قافلہ بچ کر نکل آیا ہے۔ ابوسفیان کا پیغام تھا کہ واپس مکہ چلے جائیں، لیکن ابوجہل نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور سفر جاری رکھا۔

جب رسول اکرم ﷺ کو خبر ہوئی کہ قریش چڑھائی کرنے نکل پڑے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ کیا، تو بالاتفاق فیصلہ یہ تھا کہ دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے اور اُن سے جنگ کی جائے۔ سن ۲ ہجری سترہ رمضان المبارک کو دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور شدید جنگ ہوئی، بالآخر مسلمانوں کی جیت پر معرکہ مکمل ہوا، چودہ مسلمان شہید ہوئے، ستر مشرک مارے گئے اور ستر ہی قید ہوئے۔ انہی دنوں میں حضرت رقیہ بنت رسول (رضی اللہ عنہا) نے وفات پائی، آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں، حضور اکرم ﷺ کی سفارش پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رک گئے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے تا کہ اپنی بیمار بیوی کے ساتھ رہ سکیں۔ معرکہ بدر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا، اسی لیے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت عثمان کے نکاح میں رہی ہیں۔

معرکہ بدر کے بعد مسلمان شاداں وفرحاں مدینہ منورہ کو لوٹے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد مل چکی تھی۔ مسلمانوں کو قیدی بھی ملے اور مال غنیمت بھی ملا۔ جنگی قیدیوں میں سے کسی نے نقد فدیہ دے کر جان خلاصی کروائی' کسی کو بغیر فدیے کے بھی چھوڑ دیا گیا' کسی کا فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔

غزوۂ اُحد

غزوۂ بدر کے ٹھیک ایک سال بعد مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان یہ معرکہ بپا ہوا' غزوہ بدر کی شکست کا بدلہ چکانے کے لیے کافروں نے ٹھان لی تو تین ہزار جنگجو جوانوں کا لشکر لے کر نکلے' اور سات سو مسلمانوں نے اُن کا مقابلہ کیا' ابتداء میں مسلمانوں کو کافروں پر فتح نصیب ہوئی' اور کافر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگنے لگے' لیکن دوبارہ پلٹ آئے اور پہاڑی کے دامن سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ یہ وہی پہاڑی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے تیراندازوں کو مقرر کیا تھا' غنیمتیں اکٹھی کرنے کے لیے یہ لوگ بھی پہاڑی سے اتر آئے' اس طرح کافروں کا پلہ مسلمانوں پر بھاری رہا۔

غزوۂ خندق

معرکہ احد کے بعد یہودیوں کا وفد اہل مکہ کے ہاں گیا' اور مسلمانوں کے خلاف مدینہ منورہ پر چڑھائی کی ترغیب دی' اور ہر طرح کی امداد کا وعدہ کیا'

کافروں نے وفد یہود کی بات مان لی' پھر یہودیوں نے دوسرے قبائل کو بھی بھڑکایا کہ مسلمانوں کا مل جل کر قلع قمع کر دیا جائے' انہوں نے بھی اتفاق کیا' تو ہر طرف سے کافر و مشرک مدینہ منورہ کا رخ کرنے لگے' اس طرح دس ہزار کا لشکر جرار مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑا۔

حضور اکرم ﷺ بھی دشمنوں کی سازشوں سے باخبر تھے' تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ کے جس طرف پہاڑ نہیں ہیں اُس طرف خندق کھود دی جائے۔ تمام مسلمان خندق کی کھدائی میں شریک ہوگئے' اس طرح جلد ہی یہ منصوبہ مکمل ہوگیا' نیتجتاً مشرکین مدینہ منورہ سے باہر ہی تقریباً ایک مہینہ خیمہ لگائے پڑے رہے' وہ خندق پار نہیں کر سکتے تھے' آخر میں اللہ تعالیٰ نے سخت تیز آندھی بھیجی جس کی وجہ سے مشرکوں کے خیمے اکھڑ گئے۔ کافر خوف سے گھبرا اٹھے' اور جلد ہی کوچ کر گئے' اور اپنے اپنے علاقوں کو پلٹ گئے' تنہا اللہ تعالیٰ نے تمام لشکروں کو شکست دی اور مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

فتح مکہ:

سن ۸ ہجری کو آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر کے اُسے فتح کیا جائے' چنانچہ ۱۰ رمضان المبارک کو دس ہزار جاں نثار مجاہد صحابہ کرام کے ساتھ نکلے اور بغیر جنگ کے ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے' کیونکہ قریشی ہتھیار

ڈال چکے تھے' اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ المسجد الحرام میں داخل ہوئے' کعبۃ اللہ کا طواف کیا' پھر اندر جا کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر ان تمام بتوں کو توڑ دیا جو خانہ کعبہ کے اندر تھے یا اوپر تھے' پھر خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے' ادھر قریشی نیچے خانہ کعبہ کے دروازے کے پاس کھڑے اپنے بارے میں فیصلے کا انتظار کر رہے تھے' تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم کیا سوچ رہے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ''ہم بھلائی کی توقع کر رہے ہیں کیونکہ آپ کریم النفس بھائی' اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ تم سب آزاد ہو''۔ آپ ﷺ نے اپنے ایسے دشمنوں کے بارے میں عفو و درگزر کی عظیم مثال پیش کی جنہوں نے آپ کے صحابہ کو شدید اذیت و تکلیف میں مبتلا رکھا تھا' حتیٰ کہ آپ ﷺ کو بھی آپ کے شہر سے نکال باہر کیا تھا''۔

مکہ مکرمہ فتح ہو جانے کے بعد لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے۔ سن ۱۰ ہجری کو آپ ﷺ نے حج کیا' اور آپ نے ایک ہی حج کیا ہے' آپ کے ہمراہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد نے حج کیا' اور حج کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔

وفود کی آمد اور بادشاہوں کے نام خطوط نویسی

نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا معاملہ چار سو پھیل گیا' آپ کی دعوت بھی دور دور

تک پہنچ گئی‘ ہر طرف سے لوگ فوج در فوج مدینہ منورہ کا رخ کرنے لگے اور اسلام میں داخلے کا اعلان کرنے لگے۔

دوسری طرف نبی اکرم ﷺ نے بادشاہوں اور قبیلوں کے سرداروں کے نام خط لکھنے شروع کئے‘ انہیں اسلام کی دعوت دی‘ کسی نے بات مان لی اور اسلام قبول کرلیا‘ کسی نے ادب واحترام کے ساتھ جواب لکھا‘ تحائف ارسال کئے البتہ اسلام نہیں قبول کیا‘ کوئی آگ بگولہ ہوگیا اور آپ ﷺ کے خط مبارک کو شہید کردیا۔ فارس کے بادشاہ کسریٰ نے یہی حرکت کی جس نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا‘ چنانچہ آپ ﷺ نے اُس کو بددعا دی‘ فرمایا: ((اللّٰھمّ مزّق مُلکہ)) ”اے اللہ! اُس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کردے“۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ اُس کے بیٹے نے اس پر حملہ کردیا اور اُسے قتل کردیا اور خود بادشاہ بن گیا۔

مصر کا بادشاہ مقوقس مسلمان تو نہیں ہوا‘ البتہ رسول اللہ ﷺ کے سفیر کا احترام کیا‘ اور اُس کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحائف ارسال کئے۔ یہی معاملہ قیصر روم نے کیا‘ اُس نے بھی ادب واحترام کے ساتھ جواب دیا‘ آپ ﷺ کے سفیر کا احترام کیا‘ اور اُسے تحائف پیش کئے۔ حاکم بحرین منذر بن ساوی کا معاملہ یہ رہا کہ جب اُسے آپ ﷺ کا خط ملا تو اُس نے اہل بحرین کو پڑھ کر سنایا‘ اُن میں سے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے اور کچھ نے انکار کردیا۔

رحلتِ آخرت

ادائیگی حج سے واپسی کے دو' ڈھائی ماہ بعد بیماری کی ابتداء ہوگئی' اور روز بروز بڑھتی چلی گئی' جب نماز کی امامت سے معذوری ہوگئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

سن ۱۱ ہجری ۱۲ ربیع الاوّل بروز سوموار آپ ﷺ سفر آخرت پر روانہ ہوگئے' اُس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی' جب خبر صحابہ کرام کو ملی تو قریب تھا کہ اپنے ہوش وحواس کھودیتے' انہیں خبر پر یقین نہیں آرہا تھا' بالآخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا' انہیں مطمئن کر رہے تھے اور انہیں بتا رہے تھے کہ محمد ﷺ بھی ایک بشر ہیں' ان کو بھی موت آئی ہے جس طرح کہ دوسرے بشر کو موت آتی ہے۔ اس وضاحت کے بعد لوگ مطمئن ہوگئے' آپ ﷺ کو غسل دیا گیا' کفنائے گئے' اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں دفن ہوئے۔

آپ ﷺ نبوت سے پہلے چالیس سال تک مکہ مکرمہ میں رہے اور تیرہ سال نبوت کے بعد' اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کا قیام دس سال تک رہا۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا' اس طرح آپ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ راشد قرار پائے۔

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک

آپ ﷺ کا قد درمیانہ تھا' نہ بہت لمبے اور نہ بالکل چھوٹے' آپ ﷺ کے شانے کشادہ' اعضاءِ جسم متناسب' کشادہ سینے والے' خوبصورت ترین چہرے والے' رنگت سفید جس میں گلابی رنگ جھلک رہا تھا' گول چہرہ' سرمائی آنکھیں' باریک ناک' منہ بھی خوبصورت' گھنی داڑھی' عمدہ خوشبودار جسم' نرم نرم جسم۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے عنبر' کستوری اور کوئی دوسری خوشبو آپ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ خوشگوار نہیں پائی' اور آپ ﷺ کے ہاتھ سے زیادہ نرم و ملائم میں نے کوئی چیز نہیں چھوئی۔ ہشاش بشاش چہرہ' ہمیشہ مسکراتے ہوئے' خوبصورت آواز' مختصر گفتگو۔ آپ ﷺ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت' سب سے زیادہ سخی' اور سب سے زیادہ بہادر انسان تھے۔

آپ ﷺ کے اخلاق

آپ ﷺ سب سے زیادہ بہادر اور نڈر انسان تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''جب معرکہ گرم ہو جاتا' اور لوگ آپس میں بھڑ جاتے تو ہم آپ ﷺ کی اوٹ کا سہارا لیتے''۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی انسان تھے' ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے انکار کیا ہو' آپ ﷺ انتہائی حلیم اور بردبار مزاج تھے' نہ کبھی اپنی ذات کے

لیے انتقام لیا اور نہ اپنی ذات کی خاطر غصہ کھایا' یہ اور بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کو توڑا جائے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے۔ حق کے معاملے میں آپ ﷺ کی نظر میں قریبی رشتہ دار اور اجنبی' طاقتور اور کمزور سب کے سب برابر تھے۔ اور یہ بات زور دے کر کہی اور ثابت کی کہ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں ہے سوائے تقوی کی بنیاد کے' اور یہ کہ لوگ باہم برابر ہیں' اور یہ کہ سابقہ امتوں کے ہلاک ہونے کا سبب یہ ہے کہ جب حیثیت والا آدمی چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے' اگر کمزور آدمی یہی غلطی کرتا تو اُس پر قانون لاگو کر دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم بخدا' اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا''۔ [صحیح البخاری ۳٤۷٥]

آپ ﷺ کسی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے' اگر پسند آیا کھا لیا' ورنہ چھوڑ دیا' ایسا بھی ہوا کہ مہینہ' دو مہینہ کا عرصہ گزر گیا اور آپ ﷺ کے گھر میں آگ نہیں جلی' آپ کے خاندان کی گزر اوقات پانی اور کھجور پر ہوتی تھی۔ آپ ﷺ خود شدتِ بھوک سے پیٹ پر ایک یا دو پتھر باندھ لیتے تھے۔ گھریلو کاموں میں اہل خانہ کی مدد کرتے' بیماروں کی عیادت کرتے' تواضع وانکساری آپ ﷺ میں بہت زیادہ تھی' امیر ہو یا غریب' عام آدمی ہو یا صاحب حیثیت جو بھی آپ ﷺ کو بلا لیتا تشریف لے جاتے' بیمار ہوتا تو عیادت کرتے' کسی غریب سے غربت کی وجہ سے نفرت نہ کرتے' کسی بادشاہ سے اسکی بادشاہت کی وجہ سے نہ ڈرتے، گھوڑا' اونٹ' گدھا اور خچر ہر قسم کی سواری پر سوا ہوتے۔

اگرچہ آپ ﷺ کو پریشانیوں اور مشکلات نے گھیر رکھا تھا پھر بھی آپ بہت زیادہ مسکرانے والے اور سب سے اچھے اخلاق والے انسان تھے' خوشبو آپ کو بہت زیادہ محبوب تھی' تکلیف دہ بو کو ناپسند کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عظیم اخلاق اور انتہائی خوبصورت کردار سے متصف فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس قدر عظیم علم سے نوازا تھا جو اوّلین و آخرین کے پاس نہ تھا' حالانکہ آپ ﷺ اُمی تھے' نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے' کسی انسان نے آپ ﷺ کو تعلیم نہیں دی تھی' اس قرآن کو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے بارے میں چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

''اے نبی! چیلنج کردیں اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کی مثل لانا ناممکن ہے خواہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں''۔ (الإسراء)

جھٹلانے والوں کی زبان بند کرنے کے لیے آپ ﷺ بچپن سے ہی اُمی رہے' کہیں یہ نہ کہیں کہ اُس نے قرآن لکھ لیا ہے' یا کسی سے سیکھا ہے' یا سابقہ کتابوں سے اقتباس کیا ہے۔

معجزات

آپ ﷺ کا عظیم ترین معجزہ قرآن کریم ہی ہے' یہ ایسا معجزہ ہے جو قیامت

تک باقی رہے گا' یہ ایسا معجزہ ہے جس نے خطیبوں کو چپ کروا دیا' ادیبوں کو گنگ کر دیا' اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو چیلنج کیا ہے کہ ایسی دس سورتیں لے آئیں' یا ایک ہی ایسی سورت لے آئیں' کچھ نہیں ہوسکتا تو دس آیتیں ہی لے آؤ۔ مشرکوں کی بے بسی نے قرآن کریم کے معجزہ ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔

آپ ﷺ کے دیگر معجزات کی تفصیل یوں ہے:

ایک دن مشرکوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں کوئی نشانی دکھائیں' آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے چاند دو ٹکڑے ہوتے دکھایا۔ متعدد دفعہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ نکلا' کنکریوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا' پھر آپ ﷺ نے وہ کنکریاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں' پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں تو وہ اللہ کا ذکر کرنے لگیں۔

کھانے کے دوران حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں کھانے سے ذکرِ الٰہی کی آوازیں صحابہ کرام سنا کرتے تھے' پتھر اور درخت آپ ﷺ کو سلام پیش کرتے' بکری کی وہ دستی بھی بول اٹھی جس میں زہر ملایا گیا تھا جو ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کو اس لیے پیش کی تھی کہ کھا کر آپ ﷺ (معاذ اللہ) اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا' آپ ﷺ نے ایک درخت کو اشارہ کیا اور وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور پھر واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

جس بکری کا دودھ خشک ہو چکا اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو ان میں دودھ اتر آیا' آپ ﷺ نے خود بھی پیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں تو آپ نے اس پر تھوک مبارک لگا دیا وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں۔ایک صحابی کی ٹانگ زخمی ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئی۔آپ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی تھی' کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر' مال اور اولاد میں برکت عطا فرمائے' نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ہاں ایک سو بیس بچے پیدا ہوئے۔عام طور پر کھجور کا درخت سال میں ایک دفعہ پھل دیتا ہے' البتہ ان کا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک سو بیس سال عمر عطا فرمائی۔

آپ ﷺ منبر پر تھے' ایک صحابی نے قحط سالی کا شکوہ کیا' آپ ﷺ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی' اُس وقت آسمان پر ایک بدلی بھی نہ تھی' آناً فاناً پہاڑ کی مانند بادل آ گئے' اور اگلے جمعہ تک مسلسل موسلا دھار بارش ہوتی رہی' اگلے جمعہ کو بارش کی کثرت کا شکوہ ہوا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' تو بارش رک گئی' اور لوگ مسجد سے دھوپ میں باہر آئے۔

خندق کی کھدائی کے موقع پر ہزار کے قریب افراد جمع تھے' دو تین کلو جو تھے اور ایک بکری تھی تو سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا' اور اٹھ گئے' اور کھانا جوں کا توں باقی رہا۔اسی طرح حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹی اپنے والد اور ماموں

کے لیے تھوڑی سی کھجوریں لائی جو آپ ﷺ نے سارے ساتھیوں کو کھلا دیں جو کہ خندق کی کھدائی میں مصروف تھے۔

ایک موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کچھ کھانے کو تیار کیا تو آپ ﷺ نے سارے لشکر کے سامنے رکھ دیا اور وہ سیر ہو کر اٹھے۔

قریشیوں کا سو جوان بیٹھا آپ ﷺ کا انتظار کر رہا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ کو قتل کر دیں' آپ ﷺ وہاں سے نکل گئے' ان کے چہروں پر دھول ڈالی اور اُن کو خبر تک نہ ہوئی۔ سراقہ بن مالک نے آپ ﷺ کا پیچھا کیا کہ آپ کو قتل کر دے' جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے اُسے بد دعا دی' نتیجتاً اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔

سیرت النبی ﷺ سے حاصل شدہ دروس

خوش طبعی: آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سے مزاح ضرور فرماتے تھے لیکن بات حق کہتے تھے' اپنے اہل خانہ سے بھی خوش مزاجی فرماتے تھے' چھوٹے بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے' اور اپنے وقت سے ایک حصہ اُن کے لیے مخصوص رکھتے تھے' اور اُن کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرتے تھے جو بچوں کی حیثیت کے مطابق ہوتا تھا' اور اُسے سمجھ بھی سکتے تھے۔ بسا اوقات اپنے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتے اور اُسے ''یا ذا الاذنین'' (اے دو کانوں والے) کہتے' ایک آدمی نے درخواست کی اے اللہ کے رسول میرے لیے سواری

کا انتظام کر دیں تو آپ ﷺ نے اُسے مزاحیہ انداز میں فرمایا: ''ہم تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دے دیتے ہیں''۔ اُس نے کہا: ہم اونٹنی کے بچے کا کیا کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے''۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے بشاشت جھلکتی رہتی' صحابہ کرام نے ہمیشہ آپ سے اچھی بات ہی سنی ہے' حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں مجھے نبی اکرم ﷺ نے زیارت سے منع نہیں فرمایا' اور جب بھی مجھے دیکھا مسکرا دیئے۔ میں عرض کیا کہ میری کمزوری یہ ہے کہ میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا' آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ کر یہ دعا کی:

((اَللّٰھُمّ ثَبِّتہ واجعَلهُ هادیًا مّهدِیًّا)) [صحیح البخاری ٣٠٣٦]

''اے اللہ! اسے ثابت قدم بنا اور اسے ہدایت یافتہ بنا دے۔''

بیان کرتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں گھوڑے سے نہیں گرا۔

اسی طرح آپ ﷺ اپنے قریبی رشتہ کے لوگوں سے بھی مزاح فرما لیتے تھے' ایک دفعہ آپ ﷺ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور اُن کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر پر نہ پایا تو پوچھا: کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ نے کہا: میرا ان کا جھگڑا ہو گیا ہے' غصہ ہو کر باہر نکل گئے ہیں' آپ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے ہیں' کندھوں کی چادر اتر گئی ہے'

اور مٹی لگ گئی ہے، حضور اکرم ﷺ اپنے دست مبارک سے مٹی صاف کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: "قُم أبا تُراب، قُم أبا تراب" (مٹی میں لیٹنے والے اٹھو، مٹی میں لیٹنے والے اٹھو!)

بچوں سے سلوک

آپ ﷺ کے حسن سلوک سے بچوں کو خوب حصہ ملتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقابلہ میں دوڑ لگاتے تھے، جب حضرت عائشہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑی پٹولے کھیلتیں تو انہیں کچھ نہ کہتے، اس واقعے کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں روایت کرتی ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے گھر میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی، اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں، جب آپ ﷺ کی آمد کا علم ہوتا تو چھپ جاتیں، تو آپ ﷺ خود ان بچیوں کو میرے پاس بھیجتے، پھر ہم سب مل کر کھیلتیں۔

نہ صرف آپ ﷺ بچوں سے پیار کرتے بلکہ ان کا خیال بھی رکھتے تھے حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بات سناتے ہیں کہ ایک موقع پر نماز عشاء کے وقت آپ ﷺ تشریف لائے اور حضرت حسن یا حضرت حسین کو اٹھائے ہوئے تھے، آپ ﷺ مصلے پر تشریف لے گئے اور بچے کو بٹھا دیا، نماز پڑھانی شروع کر دی، اور لمبا سجدہ کیا۔ عبد اللہ کے والد شداد نے بتایا کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا اور بچہ آپ کی پشت پر تھا اور آپ سجدہ میں

تھے۔ کہتے ہیں‘ میں دوبارہ سجدہ میں چلا گیا‘ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے خاصا لمبا سجدہ کیا ہے‘ ہمیں تو گمان ہونے لگا کہ آپ کو کچھ ہوگیا ہے یا وحی نازل ہورہی ہے‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کچھ نہیں ہے‘ اصل معاملہ یہ ہے کہ میرے بچے نے مجھے سواری بنالیا تھا‘ میں نے جلدی کرنا مناسب نہیں سمجھا‘ حتیٰ کہ وہ اپنی مرضی سے خود ہی اتر جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سب سے بہتر اخلاق کے مالک تھے‘ میرے چھوٹے بھائی سے کہتے تھے: ”اے ابوعمیر! چڑیا کے بچے کا کیا ہوا“؟ حضرت انس کے بھائی اس چڑیا سے کھیلا کرتے تھے‘ اس طرح بات کرنے سے وہ بچہ خوش ہوجاتا تھا۔

اہل خانہ سے برتاؤ

اہل خانہ سے معاملے کا تو حال یہ تھا کہ گویا ساری خوبیاں ہی جمع ہوگئیں‘ انتہائی تواضع سے کام لیتے‘ گھر والوں کی ضروریات کا خوب خیال رکھتے‘ عورت کے مقام وحیثیت کو انسان کی جگہ پر رکھ کر دیکھتے‘ خواہ ماں ہو‘ بیوی ہو یا بیٹی ہو۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا‘ کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں‘ پھر تیری ماں‘ پھر تیری ماں‘ پھر تیرا باپ‘ اور فرمایا: جس شخص کو والدین یا ان میں سے کوئی ایک مل گیا‘ اور اُس نے اِن کی خدمت نہیں کی‘ تو وہ آگ میں گیا‘ اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اوردور دھکا دے دیا۔

آپ ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ کا حال یہ تھا کہ جب آپ کی بیوی (کوئی اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا) کسی برتن سے پیتیں تو آپ بھی اسی جگہ منہ رکھ کر پیتے جہاں انہوں نے منہ رکھا تھا' آپ ﷺ اکثر فرماتے تھے: ''تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہے' اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں''۔

رحمتوں کی بارش

صفتِ رحمت کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''جو رحم کرتے ہیں رحمٰن بھی انہی پر رحم کرتا ہے' زمین والوں پر تم رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کرے گا''۔[صحیح الترمذی ١٩٢٤ للالبانی]

ہمارے نبی ﷺ کو اس اخلاق کریمہ میں سے خوب حصہ ملا تھا' سب کے ساتھ برتاؤ میں آپ کی یہ خوبی نمایاں رہی ہے' خواہ چھوٹا ہو یا بڑا' قریبی رشتہ دار ہو یا عام آدمی۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت اس وقت نظر آجاتی تھی جب آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے اور نماز کو مختصر کر دیتے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھنا چاہتا ہوں' بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں' مجھے یہ ناپسند ہے کہ بچے کی ماں کوفت کا شکار ہو''۔[صحیح البخاری ٧٠٧]۔

آپ ﷺ اُمت کے بارے میں انتہائی رحیم و شفیق تھے' اور شدید خواہش

مند تھے کہ سب کے سب لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں۔ ہوا یوں کہ ایک یہودی بچہ بیمار ہو گیا' وہ آپ کی خدمت بھی کیا کرتا تھا' آپ ﷺ اُس کی عیادت کے لیے تشریف لائے' آپ نے اُسے کہا کہ مسلمان ہو جا' بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اُس کے سر کے پاس ہی کھڑا تھا' اُس کے باپ نے کہا: ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو' تو بچہ مسلمان ہو گیا' پھر تھوڑی دیر بعد مر گیا۔آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے: ''اللہ کا شکر ہے جس نے اس بچے کو آگ سے بچا لیا''۔[صحیح البخاری ۱۲۹۰]

مثالِ صبر

آپ ﷺ کے صبر کی بات کریں تو آپ کی تو ساری ہی زندگی خود صبر کرنے' دوسروں کو صبر کی تلقین کرنے' خود جہاد کرنے اور دوسروں کو جہاد کی تلقین سے عبارت ہے۔ جب آپ ﷺ پر پہلی آیت نازل ہوئی ہے تب سے زندگی کی آخری سانس تک آپ صبر کرتے رہے' دوسروں کو صبر کا کہتے رہے اور مسلسل جد وجہد کرتے رہے۔نبوت ملتے ہی آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس راستے میں انہیں مشکلات اور سختیوں کا سامنا رہے گا۔ جب پہلی دفعہ جبریل امین تشریف لائے' تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو جناب ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں' تو جناب ورقہ نے آپ سے کہا: ''اے کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو شہر سے نکال دے گی''۔آپ

ﷺ نے حیرانگی سے پوچھا: ''کیا واقعی وہ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے کہا: ''ہاں ہاں' ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آیا ہے اس سے دشمنی رکھی گئی'' ۔[صحیح البخاری ۳]۔ اس بنیاد پر آپ ﷺ نے ابتداء سے ہی اپنے آپ کو مشکلات برداشت کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا' انہیں معلوم ہو گیا کہ تکلیفیں بھی آئیں گی' سازشیں بھی ہوں گی' اور دشمنی بھی ہو گی۔

آپ ﷺ کے صبر کی مثالیں تو بے شمار ہیں' بس چند ایک ملاحظہ فرمالیں۔

جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں قریشیوں کو اپنے رب کی دعوت پہنچا رہے تھے تو اپنے خاندان' قوم اور اہل مکہ کی طرف سے آپ کو جسمانی تکلیفیں دی گئیں' حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ بتائیں کہ مشرکوں نے آپ ﷺ کے ساتھ جو شدید ترین معاملہ کیا ہو اُس کی تفصیلات کیا ہیں؟ تو انہوں نے بتایا:

> نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا فرما رہے تھے' عقبہ بن ابی معیط آ گیا' اُس نے اپنی چادر آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کر کس دی اور آپ کا گلا بُری طرح گھونٹ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے عقبہ کو کندھوں سے پکڑ کر دھکیلا اور اُسے آپ ﷺ سے دور کیا' اور فرمایا: کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ: میرا رب اللہ ہے!'' [صحیح البخاری ۳٦٧٨]

ایک دن آپ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز ادا کر رہے تھے' ابو جہل اپنے

ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' کسی نے دوسرے سے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لے آئے اور جب یہ سجدے میں جائیں تو اُن کے اوپر رکھ دے؟ تو بدبخت ترین انسان اٹھا اور اوجھڑی لے آیا' اور دیکھتا رہا' جب آپ ﷺ سجدے میں گئے تو اُس نے اوجھڑی کو آپ کے کندھوں کے درمیان پیٹھ پر رکھ دیا' اس کے بعد وہ اس قدر ہنسے کہ لوٹ پوٹ ہو گئے' اور ادھر آپ ﷺ سجدے میں ہیں اور سر نہیں اٹھا سکتے' حتیٰ کہ آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اوجھڑی کو آپ ﷺ کی کمر مبارک سے ہٹایا۔

اس جسمانی تکلیف سے بھی زیادہ وہ نفسیاتی تکلیف تھی جو آپ ﷺ کو پہنچائی جارہی تھی کہ آپ کی دعوت کو رد کر دیا گیا' آپ ﷺ کو جھٹلا گیا' آپ کو کاہن' شاعر' مجنون' اور جادوگر کہا گیا۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ جو آیات آپ تلاوت فرما رہے ہیں سب پرانے قصے کہانیاں ہیں' اسی طرح کی ایک بات ابو جہل نے بطور ٹھٹھا کہی تھی: ''اے اللہ اگر یہی وہ حق ہے جو تیری طرف سے آیا ہے ہم تو نہیں مانیں گے' البتہ تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے یا دوسری شکل میں کوئی سخت عذاب لے آ!''

ادھر ابولہب کا یہ حال تھا کہ جب بھی آپ ﷺ کسی اجتماع میں دعوتِ دین دینے کے لیے جاتے وہ آپ ﷺ کا پیچھا کرتا' آپ کو جھٹلاتا' اُن لوگوں کو آپ کی بات ماننے سے روکتا' دوسری طرف اُس کی بیوی اُمّ جمیل لکڑیاں اور کانٹے اکٹھے کرتی اور آپ ﷺ کے راستے میں ڈال دیتی۔

اور اُس وقت تو مشکلات اپنی انتہا کو پہنچ گئیں جب آپ ﷺ کو ساتھیوں سمیت شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا' حتیٰ کہ بھوک کی سختی کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے' اور غموں میں اُس وقت اور بھی اضافہ ہو گیا جب آپ کو اپنی خدیجہ جیسی عظیم بیوی کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ خدیجہ مشکلات میں آپ ﷺ کو تسلی دیتیں اور مددگار بنتیں۔ پھر چچا ابو طالب کی جدائی بھی آن پڑی جو ہمیشہ آپ ﷺ کا سہارا بنتے اور آپ کی طرف دفاع کرتے' اور اس لیے بھی جدائی کا غم شدید تھا کہ اُن کی موت کفر پر ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کو متعدد مرتبہ قتل کرنے کی کوشش کی گئی' مجبوراً آپ کو شہر چھوڑ کر جانا پڑا۔ ادھر مدینہ منورہ آ کے بھی صبر اور قربانیوں کا سلسلہ چلتا رہا اور ایسی زندگی تھی جس میں مسلسل محنت اور مشکلات تھیں' حتیٰ کہ آپ ﷺ نے بھوک اور محتاجی کی زندگی گذار دی اور پیٹ پر پتھر باندھے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''مجھے اللہ کے راستے میں اس قدر ڈرایا گیا کہ کسی دوسرے کو نہیں ڈرایا گیا' اور مجھے اللہ کی خاطر اس قدر کی تکلیف دی گئی ہے کہ کسی دوسرے کو اس قدر تکلیف نہیں دی گئی' مجھ پر تیس دن رات ایسے بھی گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لیے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس پر کوئی جاندار گذارہ کر سکے' بس اتنا معمولی سا ہوتا تھا جو بلال کی بغل میں آ جاتا''۔[سنن ابن ماجہ ١٥١' سنن الترمذی ٢٤٧٢، البانی نے صحیح کہا ہے۔]

آپ ﷺ کی عزت پر بھی تہمت لگائی گئی، منافقوں اور جاہل بدوؤں کی طرف سے تکلیف دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے کچھ تقسیم کیا، تو ایک انصاری نے کہا کہ: ''محمد نے اس موقع پر انصاف نہیں کیا''۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: میں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ کا چہرے کا رنگ بدل گیا، اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی، پھر بھی انہوں نے صبر کیا''۔ [صحیح البخاری ٣٤٠٥]

جن جن موقعوں پر آپ ﷺ نے صبر سے کام لیا ان میں آپ کے نرینہ بچوں اور بیٹیوں کی وفات ہے۔ آپ ﷺ کے سات بچے تھے، ایک کے بعد ایک مرتا گیا، جن میں صرف ایک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچی تھیں، آپ ﷺ نے مشکلات پر کبھی کمزوری نہیں دکھائی اور نہ گھبرائے، بلکہ صبر جمیل سے کام لیا۔ جس دن آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی وفات ہوئی تو فرمایا: ''آنکھ اشک بار ہے، دل غمگین ہے، البتہ ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی رہے۔ اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے بہت غمگین ہیں''۔ [البخاری ١٢٤١]

آپ ﷺ کا صبر صرف تکلیفوں اور آزمائشوں پر ہی نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی جم کر کرتے تھے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا تھا۔ آپ عبادت اور اطاعت گذاری میں خوب ریاضت کرتے، حتیٰ کہ لمبے لمبے قیام کی وجہ سے آپ ﷺ کے قدم مبارک پھٹ جاتے۔ کثرت سے

روزے رکھتے، ذکر کرتے، اور عبادت میں کافی وقت خرچ کرتے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟''

[صحیح البخاری ۱۰۷۸]

'زہد' دنیا سے کنارہ کشی

''زہد'' کا لفظ تو صحیح طور پر اس انسان پر بولا جا سکتا ہے جس کے لیے دنیا کی فراوانی ہو اور بے رغبتی کی وجہ سے وہ اس دنیاوی متاع سے منہ موڑ لے، اور ہمارے نبی ﷺ دنیا پرستی سے سب سے زیادہ کنارہ کشی کرنے والے تھے۔ اس میں قطعاً دلچسپی نہیں رکھتے تھے، جو اشد ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو اسی پر مطمئن تھے، سخت کوش زندگی پر راضی تھے، حالانکہ دنیا سب کی سب آپ ﷺ کے سامنے رکھی ہوتی تھی، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین مخلوق تھے، اگر آپ ﷺ درخواست کرتے تو اللہ تعالیٰ دنیا کی ہر نعمت و مال آپ کو عطا فرما دیتا۔

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر کے اندر حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ آفر پیش کی گئی کہ اگر آپ پسند کریں تو زمین کے سارے خزانے آپ کے سامنے رکھ دیں، جن کی ساری چابیاں آپ کے ہاتھ میں ہوں اور یہ اس قدر مال ہوگا کہ کسی سابقہ نبی کو نہیں ملا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیں گے، اور اس کی وجہ سے جو کچھ آپ کا حصہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ بھی کم نہیں ہوگا، تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ''یہ سب کچھ میرے لیے آخرت میں محفوظ کر لیں''۔

البتہ آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی میں گذارہ تو بالکل ہی حیرت انگیز تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے پتھریلے علاقے میں چل رہا تھا' اتنے میں اُحد پہاڑ سامنے نظر آ گیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس بات سے قطعاً خوشی نہیں ہوگی کہ میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو اور تین دن کے اندر اندر میرے پاس ایک دینار بچ رہے' البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ تھوڑا بہت میں اپنے قرضے کی ادائیگی کی خاطر محفوظ کرلوں' بس میں تو اللہ کے بندوں میں اُسے دائیں' بائیں اور پیچھے ہر طرف تقسیم کردوں''۔[صحیح البخاری ٦٨٠١]

اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''مجھے دنیا سے کیا لینا دینا' میں تو دنیا میں بس ایک سوار کی طرح آیا ہوں جو کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر سائے کے لیے بیٹھا پھر وہاں سے چل دیا''۔[سنن الترمذی ٢٣٧٧، امام البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے]

خوراک و پوشاک

خوراک کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ پر مہینہ' دو مہینہ' تین مہینہ گزر جاتے تھے اور آپ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی' بس دو کالی چیزوں پر گذارا تھا' کھجور اور پانی۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوا کہ دِن بھر بھوک کی شدت سے لوٹ پوٹ ہوتے رہے اور پیٹ میں ڈالنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ عام طور پر آپ ﷺ جو کی روٹی استعمال کرتے' کہیں یہ روایت نہیں مل سکی کہ آپ ﷺ نے باریک

میدے کی روٹی استعمال کی ہو۔ آپ ﷺ کے خادم خاص بیان کرتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مسلسل دو وقت صبح شام آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت کا سالن استعمال کیا ہو' الا یہ کہ آپ کے ہاں مہمان ہوں۔

جیسے کہ گزر چکا ہے' آپ ﷺ کا لباس کا معاملہ بھی کوئی زیادہ اچھا نہیں تھا' آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ لباس کے معاملے میں کس قدر بے نیاز اور بے تکلف تھے' حالانکہ آپ چاہتے تو قیمتی لباس استعمال کر سکتے تھے۔ ایک صحابی آپ ﷺ کے لباس کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کسی معاملے میں آپ ﷺ سے بات کرنے آیا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا تہبند موٹے سوتی کپڑے کا تھا۔

حضرت ابو بردہ رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ایک اوڑھنے کا کپڑا نکالا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک موٹا تہبند' پھر فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ انہی دونوں کپڑوں میں دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلتا اور آپ پر اوڑھنے کی نجرانی چادر ہتی جس کے کنارے موٹے موٹے ہوتے۔

آپ ﷺ نے موت کے وقت کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا' نہ درہم' نہ دینار' نہ غلام اور نہ لونڈی اور نہ کوئی اور چیز سوائے سفید خچر کے اور ذاتی ہتھیار کے' اور

تھوڑی سی زمین تھی جس کو صدقہ کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو ہمارے ہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تھوڑے سے جو کے بدلے رہن رکھی تھی۔

آپ ﷺ سراپا عدل وانصاف

آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ سراپا عدل تھے' اپنے رب سے بھی معاملہ انصاف سے کرتے' اور اپنی ذات کے ساتھ بھی انصاف کرتے' اپنی بیویوں سے بھی انصاف کرتے' دوسروں کے ساتھ معاملات میں بھی انصاف کرتے' خواہ فریق ثانی قریبی رشتہ دار ہو یا پرایا' ساتھی ہو یا دوست' موافق ہو یا مخالف' چاہے کوئی متکبر دشمن ہو' اس کے ساتھ بھی ہمیشہ انصاف سے پیش آتے۔ ایسا بھی ہوا کہ کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کی' یا کسی نے آپ کی شان میں گستاخی کی' آپ ﷺ کبھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑتے' چاہے آپ مقیم ہوں یا مسافر' ہر شکل میں انصاف سے کام لیتے' آپ ﷺ اپنے ساتھیوں پر بھی اپنی ذات کو نمایاں نہ کرتے تھے' بلکہ عدل وانصاف کو پسند فرماتے' ساتھیوں ہی کی طرح مشکلات اور تکلیفیں خود بھی برداشت کرتے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر' ہر تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آیا' حضرت ابولبابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے

اونٹ میں ساتھی تھے، جب حضور اکرم ﷺ کے چلنے کی باری آئی تو دونوں نے یک زبان عرض کیا: ''ہم پیدل چلتے ہیں اور آپ سوار رہیں'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نہ تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو اور نہ ہی میں اجر سے بے نیاز ہوں''۔
[مسند احمد ۱/۴۱۱، ح ۳۹۰۱۔ حدیث حسن ہے]

حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ جب ایک دفعہ اپنے لوگوں سے مذاق کرتے اور اُن کو ہنساتے تھے، آپ ﷺ نے اُن کے پہلو پر لکڑی چبھو دی، حضرت اُسید نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے، مجھے بدلہ لینے کا موقع دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: چلو بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا: آپ تو قمیص پہنے ہوئے ہیں اور میرے اوپر قمیص نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اوپر اٹھا دیا، اور حضرت اُسید آپ سے چمٹ گئے، اور آپ کی پسلی اور پہلو کے درمیان والی جگہ پر بوسے لینے لگے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! بس یہی میری مراد تھی کہ آپ کے جسم اطہر کا بوسہ لے لوں۔ [سنن ابی داود ۵۲۲۴]

آپ ﷺ حدودِ الٰہی کو پامال کرنا برداشت نہ کرتے تھے، اور یہ وہ حدود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے مقرر فرمایا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا جا سکے، خواہ غلطی کرنے والا آپ ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہو یا عزیز ترین دوست۔ ہوا یوں کہ مخزومی قبیلے کی ایک عورت نے چوری کر لی، مختلف لوگوں نے سزا ٹالنے کے لیے شفاعت کی، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے چہیتے اور منہ بولے بیٹے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے بھی سفارش کی تو آپ نے شفاعت قبول نہیں کی، اور

وہ مشہور جملہ ادا کیا جو آج بھی قانونِ اسلام کی روح ہے۔فرمایا:''اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف اس لیے ہلاک ہوگئے کہ اگر اُن میں سے کوئی صاحب حیثیت چوری کر لیتا تو اُسے چھوڑ دیتے' اور اگر کمزور چوری کرتا تو اُس پر قانون نافذ کر دیتے' قسم بخدا اگر بالفرض فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا''۔[صحیح البخاری ٦٨٨٧]۔

آپ ﷺ کے بارے میں اہل فکر کی رائے

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اہل مغرب کے فلاسفہ اور مستشرقین (یعنی Orientalists) کی آراء سے چند اقتباسات' جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی عظمت کے قائل' آپ کی نبوت کو ماننے والے' آپ کی خوبیوں کے ثناخواں' جو دین آپ لے کر آئے تھے اُس کی حقیقت کے معترف' تعصب سے دور اور جو غلط پروپیگنڈا دشمن پھیلا رہے تھے اُس کے خلاف تھے۔

برطانوی فلاسفی برناڈ شو (George Bernard Shaw) اپنی کتاب محمد [جسے انگریزی حکومت نے جلا دیا تھا] میں لکھتا ہے:''آج کا زمانہ محمد کی لائی ہوئی فکر کا سب سے زیادہ محتاج ہے' اس نبی نے اپنے دین کو ہمیشہ عزت واحترام کی حیثیت دی ہے۔ ہر معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے یہ سب سے زیادہ کامیاب دین ہے اور ہر دور میں ضروریات پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ متعدد انگریز کھلی آنکھوں

کے ساتھ اور دلیل کو سمجھ کر اس دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ بر اعظم یورپ میں اس دین کے پھیلنے کے بہت مواقع موجود ہیں''۔

برناڈ شو مزید کہتا ہے: ''عیسائی علماء نے قرونِ وسطیٰ میں اپنی جہالت یا عصبیت کی وجہ سے دین محمد کے تاریک پہلو پیش کئے ہیں' یہ لوگ دین محمد کو عیسائیت کا دشمن بیان کرتے رہے ہیں' لیکن جب میں نے اس کے دین کا مطالعہ کیا تو میں اسے حیران کن معجزہ پایا' اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ عیسائیت کا دشمن نہیں تھا' بلکہ اسے انسانیت کا نجات دہندہ کہنا چاہیئے' میری رائے تو یہ ہے کہ اگر یہ عظیم انسان آج انسانیت کا انتظام سنبھال لے تو ہماری تمام مشکلات کو حل کر کے سلامتی وامن کا گہوارہ بنا سکتا ہے جس کے لیے انسانیت ترس رہی ہے''۔

نوبل انعام یافتہ انگریز فلاسفر توماس کارلیل (Thomas Carlyle) لکھتا ہے: ''اس زمانہ میں کسی انسان کے لیے سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ وہ کان لگا کر ایسی بات سنے کہ 'دین اسلام جھوٹ تھا اور (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) دھوکے باز اور مکار تھا'۔ ضروری ہے کہ ہم ایسی بے ہودہ اور شرم دلانے والی باتوں کے خلاف جہاد کریں' جس پیغام کو یہ رسول لے کر آیا تھا وہ آج بارہ صدیاں بعد بھی چمکتے سورج کی طرح موجود ہے' دو ارب کے قریب انسان اس کو مانتے ہیں۔ کیا کوئی انسان یہ گمان کرنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے کہ اس رسالت کو کروڑوں لوگ مانتے ہیں اور بے حد وحساب لوگ اس کو مانتے چلے آئے ہیں۔ کیا یہ سب جھوٹ اور دھوکہ دہی تھا؟''

ہندوستانی فلاسفر راما کرشنا کہتا ہے: ''جب محمد (ﷺ) تشریف لائے' تو جزیرہ عربیہ کچھ بھی نہ تھا' اور یہ لمبا چوڑا صحرائی علاقہ دنیا کے کسی شمار قطار میں نہ تھا' محمد نے اپنے عظیم روحانی کارنامے کی بدولت ایک نیا جہان پیدا کر دیا' ایک نئی زندگی بخش دی' ایک نئی تہذیب متعارف کروائی اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی' اور ایک نئی حکومت بنائی جس کا ایک کنارہ مراکش ہے تو دوسرا کنارہ براعظم ہندوستان۔ اور آپ تین براعظموں؛ ایشیا' افریقہ اور یورپ کی سوچ و عملی زندگی اثر انداز ہوئے۔

کینیڈین فلاسفر زویمر (S.M.Zweimer) کہتا ہے: ''بلاشبہ محمد (ﷺ) عظیم دینی قائد اور راہنما تھے' اُن کی ذات پر یہ بات بالکل صادق آتی ہے کہ آپ عظیم مصلح' فصیح و بلیغ خطیب' بہادر اور نڈر' عظیم فلاسفر' جو صفات مذکورہ خوبیوں کی نفی کر رہی ہوں وہ آپ کی طرف منسوب نہیں ہوسکتیں' جو قرآن آپ لے کر آئے' اور آپ کی سیرت و کردار ہمارے دعوے کی سچائی کے گواہ ہیں''۔

انگریز فلاسفر سر ولیم (Sir William Muir) کہتا ہے: ''یقیناً محمد (ﷺ) جو مسلمانوں کے نبی ہیں' اہل شہر کے بالاتفاق فیصلہ کے مطابق بچپن ہی سے 'امین' کا لقب حاصل کر گئے تھے' یہ مقام آپ کو عظیم اخلاق' حسن سلوک کی وجہ سے ملا' چاہے کوئی بھی خوبی کا مقام تصور کر لیا جائے' یقیناً محمد اس مقام

سے عالی ہی ہیں، ناواقف آپ کے مقام کو نہیں پا سکتا، اور آپ کو اسی نے پہچانا جس نے آپ کی سنہری تاریخ کا مطالعہ کیا، یہی وہ درخشاں تاریخ ہے جو آپ رسولوں اور مفکرین کے صف اول میں بنا گئے ہیں''۔

نیز کہتا ہے: ''آپ امتیازی مقام رکھتے ہیں کہ آپ کی گفتگو بہت واضح تھی، دین آسان تھا، آپ نے حیرت ناک کامیابیاں حاصل کیں، تاریخ میں کوئی ایسا مصلح نہیں گزرا جس نے بیک وقت روحوں کو زندہ کیا ہو، اخلاق کو پروان چڑھایا ہو اور اچھائی کے مقام کو بلند کیا ہو اور پھر اس قدر کم وقت میں جو وقت محمد اسلام کے نبی کو ملا تھا''۔

روسی ناول نگار اور مشہور فلاسفر تولستوئی (Leo Tolstoy Nikolayevich) کہتا ہے: ''محمد (ﷺ) کے لیے یہی بات قابل فخر ہے کہ اُس نے انتہائی نیچ اور خون کی پیاسی امت کو شیطان کی بری عادتوں کے پنجوں سے نجات دی، اور ان کے سامنے ترقی کے دروازے کھول دیئے، محمد کی لائی ہوئی شریعت زمانے کی راہنمائی کرے گی، اس لیے کہ یہ عقل وحکمت کے عین مطابق ہے۔''

آسٹریا کا فلاسفر شبرک کہتا ہے: ''انسانیت اس بات پر فخر کرتی ہے کہ محمد (ﷺ) اس کا حصہ ہے، حالانکہ آپ خالص امی تھے، اس کے باوجود کئی صدیاں پہلے ایسی شریعت دے گئے کہ اگر ہم یورپی لوگ بھی اس شریعت پر عمل کر لیں تو دنیا بھر سے زیادہ خوش قسمت قرار پائیں''۔

یومِ آخرت

ایمان کی بنیادوں اور اس کے چھ ارکان میں سے ایک رکن آخرت کے دِن پر ایمان لانا ہے۔ انسان اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہر اُس بات پر ایمان نہ لے آئے جو آخرت کے حوالے سے کتاب اللہ اور صحیح سنتِ رسول اللہ ﷺ میں بیان ہو چکا ہے۔

یومِ آخرت کے بارے میں علم حاصل کرنا' اور کثرت سے اس کا ذکر کرنا بہت اہم ہے' اس لیے کہ انسانی نفس کی اصلاح' پرہیزگاری اور دین پر استقامت کے لیے موت کا تذکرہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس دِن کی یاد' وہاں پیش آنے والی مشکلات اور مصائب سے غفلت ہی انسان میں گناہ کرنے کی جرأت و ہمت پیدا کرتی ہے اور دل سخت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بارے میں فرمایا:

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾

''اگر تم کافر ہی رہے تو اُس دِن سے کیسے بچ پاؤ گے جو بچوں کو بھی بوڑھا کر دے گا۔'' (المزّمل ١٧)

دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ، يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ

حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ (الحج ۱، ۲)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے' جس دن تم اُسے دیکھ لوگے' ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی' اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے' اور تم دیکھو گے کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے' حالانکہ در حقیقت وہ مدہوش نہ ہوں گے' لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے''۔

موت کا بیان

ہر زندہ کی اس دنیا میں آخری منزل موت ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط﴾ (ال عمران:۱۸۵)

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے''۔ نیز فرمایا:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴾ (الرحمٰن ۲۶)

''جو بھی کائنات میں ہے فنا ہو جائے گا''۔

اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزّمر ۳۰)

''آپ کو بھی مرنا ہے اور وہ بھی مر کر رہیں گے''۔

لہٰذا اس دنیا میں کسی بشر کو ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (الانبیاء:٣٤)

''ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی انسان کو ہمیشگی نہیں دی''۔

موت کے بارے میں چند باتوں کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے:

١- لوگوں کی بڑی اکثریت موت سے غافل ہے' حالانکہ یہ ایک واقعاتی حقیقت ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں' لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ کثرت سے موت کو یاد کرتا رہے' اور اُس کے لیے اس طرح تیاری رکھے' کہ مہلت ختم ہونے سے پہلے پہلے عمل صالح کے ذریعے اپنی دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے کمائی کر لے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''پانچ باتوں سے پہلے پانچ چیزوں سے فائدہ اٹھالو: موت سے پہلے زندگی سے' بیماری سے پہلے صحت سے' مصروفیت سے پہلے فرصت سے' بڑھاپے سے پہلے جوانی سے' اور فقیری سے پہلے امیری سے''۔

[مستدرك الحاكم ٣٠٦/٤، حدیث صحیح ہے'صحیح الجامع ١٠٧٧]

یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ کوئی مردہ اپنی قبر میں دنیاوی سامان میں سے کچھ بھی لے کر نہیں جاتا' بس اُس کا عمل ہی اس کا ساتھی ہوتا ہے' چنانچہ عمل صالح پر توجہ دو' عمل صالح کے ذریعے ہی سے تم مستقل سعادت حاصل کر سکتے ہو' اور اسی کے ذریعے باذن اللہ عذاب سے نجات پا سکتے ہو۔

٢- انسان کی موت کا وقت غیر معروف ہے' اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا' کوئی نہیں جانتا اُسے کب مرنا ہے' یا کس جگہ مرنا ہے' کیونکہ یہ علم

غیب کا معاملہ ہے جس کی خبر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
۳- جب موت آ جاتی ہے نہ اُسے روکا جاسکتا ہے نہ لیٹ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے فرار ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلاَ يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (الاعراف ٣٤)

''ہر امت کا ایک وقت مقررہ ہے' اور جب وہ مقررہ وقت آ جاتا ہے تو نہ ایک گھڑی اس سے لیٹ ہوسکتے ہیں اور نہ ایک گھڑی پہلے''۔

۴- مؤمن کی موت کا منظر یوں ہوتا ہے کہ ملک الموت (موت کا فرشتہ) خوبصورت شکل میں اس کے پاس آتا ہے' خوشبو عمدہ ہوتی ہے' اُس کے ساتھ رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں' جو مرنے والے کو جنت کی خوشخبری دے رہے ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس بات پر ڈٹ گئے' اُن پر اللہ کے فرشتے یہ کہتے ہوئے نازل ہوتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ مستقبل کے بارے میں فکرمند ہو اور جنت کی خبر کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے''۔(حم السجدة ٣٠)

اور کافر کی موت کا منظر یوں ہوتا ہے کہ ملک الموت ڈراؤنی شکل بنا کر

اُس کے پاس آتا ہے' اُس کا چہرہ کالا سیاہ ہوتا ہے' اُس کے ساتھ عذاب کے فرشتے ہوتے ہیں' جو عذاب کی خبر دے رہے ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ﴾ (الانعام ۹۳)

''اے کاش تم وہ منظر دیکھ لو جب کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے' اور فرشتے ہاتھ پھیلائے کہہ رہے ہوں گے اپنی جانوں کو نکالو' آج تم کو اہانت آمیز عذاب دیا جائے گا' اس لیے کہ تم اللہ کے ذمے ناحق باتیں لگاتے تھے' اور تم اُس کی آیات سے تکبر کرتے تھے''۔

اور موت کے ساتھ ہی حقیقت کھل جاتی ہے اور ہر انسان کے سامنے نتیجہ کھل کر آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ، لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ؕ اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ (المومنون ۹۹، ۱۰۰)

''حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کی موت ہو جاتی ہے تو کہتا ہے: اے رب! مجھے واپس جانے دے' شاید کہ میں پیچھے جا کر نیک عمل کروں۔ ہرگز نہیں' یہ تو بس منہ کی بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے' ان لوگوں کے پیچھے

عالم برزخ ہے جہاں وہ دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک رہیں گے“۔

جب موت آجاتی ہے تو کافر اور گناہگار آرزو کرتا ہے کہ اسے دنیا میں واپس جانے دیا جائے تاکہ وہ نیک اعمال کر سکے‘ لیکن وقت گزرنے کے بعد اب ندامت اور افسوس کسی کام کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾(الشوریٰ ٤٤)

”اور تو دیکھے گا کہ ظالم لوگ عذاب کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے!“

٥- یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ جس شخص نے موت سے پہلے ’لا الٰہ الا اللہ‘ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں آخری بات ’لا الٰہ الا اللہ‘ کہی وہ جنت میں داخل ہوگیا“۔[سنن ابی داود ٣١١٦، البانی نے صحیح کہا ہے۔]

اس لیے کہ ایسے کڑے وقت وہی شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے جو ایمان کے ساتھ مخلص ہوتا ہے‘ البتہ جو شخص مخلص نہیں ہوتا‘ وہ سکرات الموت کی سختی کی وجہ سے ایسی بات سے غافل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص قریب الموت انسان کے پاس ہو وہ اسے ’لا الٰہ الا اللہ‘ کی تلقین کرتا رہے‘ اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرتے رہو“۔ [صحیح مسلم ٩١٦]

البتہ اس بارے میں زبردستی نہیں کرنی چاہیے کہ کہیں وہ تنگ آ کر غلط بات نہ کہہ دے۔

احوالِ قبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اُس کے اہل تعلق چھوڑ کر جا رہے ہوتے ہیں تو مردہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے''۔ فرمایا: ''اُس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں' اس سے پوچھتے ہیں: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟'' مومن کا جواب ہوتا ہے: ''میں گواہی دیتا ہوتا کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لو' اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تمہارے لیے جنت میں جگہ عطا کر دی ہے''۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''وہ آدمی اپنے دو ٹھکانوں کو بیک وقت دیکھ رہا ہوتا ہے''۔ البتہ کافر یا منافق فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے: ''میں خود تو نہیں جانتا' جو کچھ لوگ کہتے تھے میں کہتا رہا''۔ اسے کہا جاتا ہے: ''نہ تو تجھے علم ہے اور نہ تو نے پیروی کی' پھر زور سے ہتھوڑا اُس کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے' جنوں اور انسانوں کے علاوہ ہر قریبی چیز اس کی چیخ کو سنتی ہے''۔ [صحیح البخاری ۱۳۷۴، صحیح مسلم ۲۸۷۰]۔ (ایک اور

روایت میں ہے کہ فرشتہ اس میت سے پوچھے گا: مَــــنْ رَبُّکَ؟ وَ مَــــا دِینُکَ؟ وَمَنْ نَبِیُّکَ؟ یعنی تیرا رب کون؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرے نبی کون ہیں؟ [ابو داود ٤٧٥٣، مسند احمد ١٨٥٣٤]۔ اضافہ از کاتب)

قبر میں جا کر روح کا دوبارہ جسم میں آنے کا معاملہ دنیا میں رہ کر عقلِ انسانی نہیں سمجھ سکتی۔ تمام مسلمان اس عقیدے پر متفق ہیں کہ اگر مومن نعمتوں کا مستحق ہو تو قبر میں اُس کو نعمتیں ملتی ہیں' اگر عذاب کا مستحق ہو تو عذاب ملتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن ٤٦)

''صبح و شام انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے' اور قیامت کے دن کہہ دیا جائے گا کہ آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کر دو''۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو''۔ [صحیح مسلم ٢٨٦٦]

عقلِ سلیم اس حقیقت کا انکار نہیں کرتی' کیونکہ انسان زندگی میں ایسے منظر دیکھ لیتا ہے جس سے یہ بات سمجھ آ سکتی ہے۔ سونے والا انسان خواب دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اُسے سخت سزا دی جا رہی ہے' وہ چیختا ہے' چلاتا ہے' اور بغل میں لیٹے انسان کو اس کی خبر نہیں ہوتی' حالانکہ زندگی اور موت کی حقیقت میں

بہت بڑا فرق ہے۔قبر میں روح اور بدن کو بیک وقت سزا مل رہی ہوتی ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''آخرت کی منزلوں میں قبر پہلی منزل ہے' اگر یہاں بچ گیا تو اگلا مرحلہ مزید آسان ہوگا' اگر یہاں نہ بچ سکا تو اگلے مراحل میں مزید مشکلات ہوں گی''۔ [الترمذی ، صحیح الجامع ١٦٨٤]۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ کثرت سے عذاب قبر سے پناہ مانگے' بالخصوص نماز سے سلام پھیرنے سے پہلے' اور کوشش کر کے گناہوں سے دور رہے' اور گناہ ہی سب سے بڑا سبب ہے عذاب قبر کا اور عذاب جہنم کا۔

اسے عذاب قبر کا نام دیا گیا ہے' اس لیے کہ لوگوں کی اکثریت کو قبروں میں دفن کیا جاتا ہے' ورنہ جو لوگ پانی میں غرق ہو جائیں' آگ میں جل جائیں' یا درندے کھا جائیں' ان سب کو برزخ میں عذاب ہوتا ہے یا نعمتیں ملتی ہیں۔

عذاب قبر کی بہت ساری شکلیں ہیں' مثلاً ہتھوڑے سے مارنا وغیرہ' یا مثلاً قبر کو اندھیرے سے بھرنا' آگ کا بستر لگانا' آگ کی طرف کھڑکی یا دروازہ کھولنا، اُس کے اعمال کا انسانی شکل میں آنا جس کی شکل انتہائی بدصورت اور بدبو انتہائی پریشان کن' جو کہ اُس کے ساتھ ہی قبر میں بسیرا کرتا ہے' اگر قبر والا کافر یا منافق ہو تو اس کا عذاب مسلسل رہتا ہے' اور اگر قبر والا مؤمن گناہ گار ہو تو گناہ کے حساب سے عذاب بھی مختلف ہوتا ہے' اور کبھی عذاب ختم ہو جاتا ہے۔

مؤمن کو قبر میں نعمتیں ہی نعمتیں ملتی ہیں، اس کی قبر کو کھلا کر دیا جاتا ہے، نور سے بھر دیا جاتا ہے، جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے جہاں سے ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آتی ہے، جنتی بستر لگا دیا جاتا ہے، اور اس کا نیک عمل خوبصورت انسان کی شکل میں اس کا ساتھی بن جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دل لگائے رکھتا ہے۔

قیامت کی نشانیاں

۱- اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو باقی رہنے کے لیے نہیں پیدا کیا ہے، بلکہ ایک دن آئے گا جب یہ ختم ہو جائے گا، بس یہی وہ دن ہے جو قیامت کا دن ہوگا، یہ ایسی حقیقت ہے جس میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''یقیناً قیامت لازماً آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں''۔ (المؤمن ۵۹)۔ نیز اللہ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ......﴾ (سبا:۳)

''جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی، کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں میرے رب کی قسم وہ ضرور آ کر رہے گی''۔

اور قیامت کا وقت بہت قریب پہنچ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ......﴾ (القمر:۱)

''اور قیامت بہت قریب آ گئی ہے''۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانبیاء ۱)

''لوگوں کے حساب کی گھڑی قریب آن پہنچی ہے اور وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں''۔

اس قریب کا مطلب انسانی پیمانے کے مطابق نہیں ہے اور جس طرح لوگ آپس میں بات کو بیان کرتے اور سمجھتے ہیں' بلکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے اور دنیا کی جتنی عمر گزر گئی ہے اُس کی نسبت سے ہے۔

قیامت کی آمد کا علم غیب کا معاملہ ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو یہ علم نہیں دیا' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ یَسْأَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا﴾ (الاحزاب ٦٣)

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں' کہہ دیجئے اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اور آپ کو کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہی کھڑی ہو۔''

حضور اکرم ﷺ نے قرب قیامت کی چند نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے' جن کی

تفصیل یوں ہے:

مسیح دجال کا ظہور: یہ لوگوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ ہوگا' اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کچھ غیر فطری کاموں پر اسے قدرت عطا کردے گا جس کی وجہ سے لوگ دھوکے کا شکار ہو جائیں گے' مثلاً وہ آسمان کو حکم دے گا اور بارش ہو جائے گی' وہ گھاس کو حکم دے گا وہ اُگ آئے گا' مردے کو زندہ کردے گا' اور اس طرح معجزہ نما کام انجام دے گا۔ آپ ﷺ نے بتایا ہے کہ وہ کانا ہوگا' وہ جنت اور جہنم جیسی چیزیں دکھائے گا' جسے وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت جہنم ہوگی' اور جسے وہ جہنم کہے گا وہی جنت ہوگی۔ زمین میں صرف چالیس دن رہے گا' ایک دن سال کے برابر ہوگا' اور ایک دن مہینے کے برابر' اور ایک دن ہفتے کے برابر' پھر باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ ساری دنیا میں گھومے پھرے گا۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کے مشرقی سفید منارے پر تشریف آوری' آپ صبح کو نزول فرمائیں گے' آکر لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھیں گے' پھر دجال کا پیچھا کریں گے اور اُس کو قتل کردیں گے۔

مغرب سے طلوع آفتاب: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا' اسے دیکھتے ہی لوگ گھبرائیں گے' اور ایمان لائیں گے'

لیکن اب ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ بھی قیامت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔

۲- وقوع قیامت: قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی، ہوگا یوں کہ قیامت کی آمد سے پہلے عمدہ ہوا چلے گی، جو اہل ایمان کی روحوں کو قبض کرلے گی (مرجائیں گے) جب اللہ تعالیٰ دنیا کو ختم کرنے اور ساری مخلوق کو مارنے کا فیصلہ فرمالیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیں گے کہ وہ صور پھونک دے، جب لوگ صور کی آواز سنیں گے تو بے ہوش کر گر جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط﴾ (الزمر:٦٨)

''اور اُس دن صور پھونکا جائے گا، اور وہ مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جن کو اللہ زندہ رکھنا چاہے گا''۔

یہ حادثہ جمعہ کے روز ہوگا۔ اس کے بعد سب کے سب فرشتے مرجائیں گے، اور صرف اللہ ذوالجلال والاکرام کی ذات مقدس باقی رہ جائے گی۔

۳- زمین انسان کے سارے جسم کو چٹ کر جائے گی، سوائے ریڑھ کی آخری ہڈی کے، البتہ انبیاء وشہداء کے جسم کو زمین نہیں کھاسکتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائیں گے، جو جسموں کو از سرِ نو اُگادے گی، جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو اٹھانا چاہیں گے تو اسرافیل کو زندہ کردیں گے، صور میں پھونکنا اسی

فرشتے کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ وہ صور میں دوسری دفعہ پھونکیں گے تو اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو زندہ کردیں گے' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح انہیں دوبارہ قبروں سے نکال دیں گے' ننگے پاؤں' ننگے جسم اور بے ختنہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾

''پھر ایک صور پھونکا جائے گا' اور یکا یک یہ اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لیے اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے''۔ (یس ٦٨)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ، خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾

''جس دن یہ اپنی قبروں سے نکل کر اسی طرح دوڑے جا رہے ہوں گے' جیسے اپنے بتوں کے استھانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں' اُن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی' ذلت اُن پر چھا رہی ہوگی' وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے''۔ (المعارج ٤٣ ، ٤٤)

اور سب سے پہلے زمین اس جگہ سے کھلے گی جہاں آپ ﷺ محوِ آرام ہیں' پھر لوگوں کو زمین محشر کی طرف لے جایا جائے گا' اور یہ بہت کھلی اور ہموار زمین ہے' البتہ کافروں کو منہ کے بل اٹھایا جائے گا۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا

گیا کہ کافر منہ کے بل کیسے چل پائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس ذات نے اسے دنیا میں دو ٹانگوں پر چلا لیا تھا کیا وہ قیامت کے روز اُسے چہرے کے بل چلانے پر قادر نہ ہوگا!'' [مسلم ۲۸۰۶]

اور اللہ کے ذکر سے منہ موڑنے والے کو اندھا اٹھایا جائے گا' سورج مخلوق کے بالکل قریب ہوگا' اپنے اپنے اعمال کے حساب سے لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے' کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا' کسی کا پسینہ کمر تک ہوگا' اور کسی کا پسینہ منہ تک ہوگا' بس ہر کوئی اپنے عمل کے حساب سے پسینہ میں ہوگا' ایسے ہولناک منظر کے باوجود کچھ ایسے خوش قسمت بھی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ سایہ فراہم کردیں گے اور اس سائے کے علاوہ اُس دن کوئی سایہ نہ ہوگا' آپ ﷺ نے فرمایا:

''سات قسم کے لوگ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ سایہ فراہم کرے گا اور اُس دن اس سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: عدل کرنے والا حکمران' وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر پروان چڑھا' وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو' وہ دو آدمی جو اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں اسی محبت پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی محبت پر جدا ہوتے ہیں' وہ آدمی جس کو کسی منصب و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اُس نے جواب دیا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ آدمی جس نے اس طرح صدقہ کیا جو دائیں ہاتھ نے خرچ کیا بائیں کو پتہ نہ چلا' اور

وہ آدمی جو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتا ہے اور اُس کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں‘‘۔ [صحیح البخاری ٦٢٩ وصحیح مسلم ١٠٣١]

یہ معاملہ صرف مردوں کے لیے نہیں ہے بلکہ عورتوں کا بھی اسی طرح حساب ہوگا‘ اگر اچھے اعمال ہیں تو اچھا بدلہ اور اگر بُرے اعمال ہیں تو بُرا بدلہ‘ جس طرح مرد کا جزاء وحساب ہوتا ہے اسی طرح عورت کا بھی جزاء وحساب ہے۔

اُس دن لوگوں کو سخت پیاس لگے گی‘ اور وہ دن بھی پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا‘ البتہ مؤمن کے لیے تو اس طرح جلدی سے گزر جائے گا جیسے فرض نماز پڑھنے کا وقت گزرا ہو‘ اور اہل ایمان نبی اکرم ﷺ کے حوض پر آئیں گے اور سیراب ہو کر پئیں گے‘ اور یہ حوض اللہ تعالیٰ کی بڑی خاص نعمت ہے‘ اللہ تعالیٰ نے صرف ہمارے نبی اکرم محمد ﷺ کے لیے مخصوص کر رکھی ہے۔ آپ ﷺ کی امت قیامت کے دن اس سے پانی پئے گی‘ جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید‘ شہد سے زیادہ میٹھا‘ اور کستوری سے زیادہ بہتر خوشبو ہوگی‘ آسمان کے ستاروں کے برابر اُس کے برتن ہوں گے‘ ایسا خوبیوں والا پانی ہوگا جس نے ایک گھونٹ پی لیا اُس کو کبھی بھی پیاس نہیں لگے گی۔ لوگ میدان حشر میں لمبا عرصہ حساب کتاب کے انتظار میں کھڑے رہیں گے‘ جب انتظار اور کھڑا رہنا لمبا ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ سورج کی گرمی بھی‘ تو اس شخصیت کو تلاش کرنے نکلیں گے جو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر سکے کہ لوگوں کا حساب شروع

کردیا جائے' وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ معذرت کریں گے' پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی معذرت کریں گے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی معذرت کردیں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی معذرت کردیں گے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی معذرت کردیں گے' پھر یہ لوگ آن جناب حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: ''ہاں یہ میرا مقام ہے!'' تو آپ ﷺ جاکر عرش الٰہی کے نیچے سجدے میں گرجائیں گے' اور اُسی وقت اللہ تعالیٰ آپ کو تسبیح وتحمید بتائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: ''اے محمد (ﷺ)! سر اٹھایئے' مانگیے عطا ہوگا' شفاعت کیجئے شفاعت قبول ہوگی''۔[صحیح البخاری ۱۹٤]

بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا' اگر نماز ٹھیک پائی گئی اور مقبول ہوگئی تو دوسرے اعمال پر غور ہوگا اور اگر نماز ہی ناقابل قبول ہوئی تو سارے اعمال مردود ہوگئے۔ اور ہر بندے سے پانچ چیزوں کا ضرور سوال ہوگا: عمر کہاں گذاری؟ جوانی کہاں گذاری؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور علم کے حساب سے عمل کتنا کیا؟ سب سے پہلے لوگوں کے باہم خون کا حساب ہوگا اور بدلہ نیکیوں اور گناہوں کے تبادلے کی صورت میں ہوگا' کسی کی نیکیاں لے کر اُس کے خلاف دعویٰ کرنے والے کو دے دی

جائیں گی اور جب نیکیوں کا خزانہ خالی ہوگا تو فریق مخالف کے گناہ اس کے پلڑے میں ڈال دیئے جائیں گے۔

پل صراط کو جہنم کے اوپر گاڑھ دیا جائے گا' اور پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا' اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے اس کے اوپر سے گزر سکیں گے' کوئی پلک جھپکتے' کوئی ہوا کی طرح' کوئی تیز گھوڑے کی طرح اور کوئی گھٹنوں کے بل چل کر گزرے گا' پل کے اوپر ٹیڑھے منہ کے کیل ہوں گے جو کافروں کو شکار کر کے جہنم کے حوالے کر رہے ہوں گے' کافر اور گناہ گار مؤمن آگ میں گر رہے ہوں گے' کافر تو مستقل آگ میں رہیں گے' البتہ گناہ گار اہل ایمان جب تک اللہ چاہے گا عذاب میں رہیں گے' بالآخر جنت کو چلے جائیں گے۔

انبیاء ورسل اور نیک لوگوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ اجازت دیں گے وہ اہل توحید گناہ گاروں کے حق میں شفاعت کریں گے' اس طرح اللہ تعالیٰ انہیں آگ سے نکال دے گا۔ جو لوگ پل صراط پار کر چکے ہوں گے انہیں جنت وجہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا' اب وہ ایک دوسرے سے قصاص وبدلہ لیں گے' وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا جس کا اپنے بھائی کے ساتھ کوئی بدلے کا معاملہ ہوگا' وہ سب ایک دوسرے سے بدلہ چکا لیں گے اور اُن کے دل پاک صاف ہو چکے ہوں گے۔

جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے، اور اہل جہنم، جہنم میں جاچکے ہوں گے، موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، اور اُسے جنت وجہنم کے درمیان میں لاکر ذبح کر دیا جائے گا، اہل جنت اور اہل جہنم دونوں اس منظر کو دیکھ رہے ہوں گے، پھر کہا جائے گا، اے جنت والو! اب یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور موت نہیں ہے، اور اے جہنم والو! اب یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور موت نہیں ہے۔ اب اگر کوئی خوشی سے مرسکتا تو اہل جنت خوشی سے مرجاتے اور اگر کوئی غم سے مرسکتا تو اہل جہنم غم سے مرجاتے۔

عذابِ جہنم کا حال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ﴾

''بچ جاؤ اُس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے''۔(البقرة ٢٤)

اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا:

''تمہاری (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! (کفار اور گنہگاروں کے عذاب کے لئے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ بھی بہت تھی۔ آپ نے فرمایا: کہ دنیا کی آگ کے مقابلے میں

جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھ کر ہے‘‘۔[صحیح البخاری ۳۲٦۵]

جہنم کے سات طبقے ہیں‘ ہر طبقہ دوسرے سے زیادہ سخت ہے‘ ہر طبقے کے لوگ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے ہوں گے‘ اور منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے‘ اور ان کا عذاب سب سے زیادہ سخت ہوگا۔ کافروں کا عذاب جہنم میں ہمیشہ رہے گا اس میں وقفہ نہیں ہوگا‘ جب وہ جل جائیں گے تو اُن کی چمڑی بدل دی جائے گی‘ تاکہ زیادہ عذاب کا مزہ چکھیں‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ (النساء:٥٦)

’’جب اُن کی چمڑی جل کر راکھ ہو جائے گی‘ تو ہم اُن کی چمڑی بدل دیں گے تاکہ وہ مسلسل عذاب کا مزہ چکھتے رہیں‘‘۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِىْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾

’’اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے‘ نہ تو اُن کا فیصلہ ہوگا کہ مر سکیں اور نہ اُن کا عذاب کم ہوگا‘ اور ہر پکے کافر کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں‘‘۔[فاطر ۳٦]۔

ان لوگوں کو جکڑ کر رکھا جائے گا' ان کی گردنوں میں طوق ڈالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ◻ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ﴾ (ابراھیم ۴۹، ۵۰)

''اور تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اُس دن زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ اُن کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ اُن کے چہروں کو ڈھانپ رہی ہوگی''۔

اور جہنم والوں کا کھانا زقوم (تھوہر) کے درخت سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ◻ طَعَامُ الْأَثِيمِ ◻ كَالْمُهْلِ ۛ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ◻ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ◻﴾ (الدخان ۴۳-۴۸)

''بے شک زقوم (تھوہر) کا درخت' گناہ گار کا کھانا ہے' جو مثل تلچھٹ کے ہے' پیٹ میں کھولتا رہتا ہے' جیسے کہ تیز گرم پانی کھولتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے جہنم کے عذاب کی شدت بیان کرتے ہوئے اور جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''قیامت کے روز ایک جہنمی کو لایا جائے گا' جو کہ دنیا میں ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال تھا' اور اُسے جہنم میں صرف ایک غوطہ دیا جائے گا'

پھر پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا کبھی کوئی اچھائی دیکھی، یا کبھی کوئی نعمت ملی؟ وہ کہے گا: اے اللہ تیری ذات کی قسم! میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور ایک جنتی کو لایا جائے گا، جس نے دنیا میں بہت سختیوں والی زندگی گذاری تھی، اسے جنت میں ایک پھیرا دیا جائے گا، اس سے بھی پوچھا جائے گا: اے آدم زاد! کیا کبھی کوئی تکلیف دیکھی؟ یا کبھی کوئی پریشانی دیکھی؟ وہ کہے گا: قسم بخدا، ایسا کبھی نہیں ہوا، نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی اور نہ پریشانی دیکھی''۔[صحیح مسلم ۲۸۰۷]

جہنم کا ایک غوطہ دنیا میں ہر طرح کی نعمت پانے والے کافر کو سب کچھ بھلا دیتا ہے۔ اور جنت کا ایک پھیرا دنیا میں ہر طرح کی تکلیف و پریشانی کو پانے والے مومن کو سب کچھ بھلا دیتا ہے۔

حالِ جنت

جنت نام ہے اس گھر کا جو ہمیشہ رہے گا اور مقام عزت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے تیار کیا ہے، اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدة ۱۷)

’’کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں یہ سب اُس کا بدلہ ہے‘‘۔

جنت کے بھی بہت سارے درجات ہیں جو اہل ایمان کو ان کے اعمال کے اعتبار سے ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾

’’اللہ تعالیٰ درجات بلند کرتا ہے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا‘‘۔ (المجادلة: ١١)

اہل جنت جو چاہیں گے کھائیں گے پئیں گے، اس میں ایسے دریا ہیں جن کا پانی بدلتا نہیں، اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ نہیں بدلا، اور صاف و شفاف شہد کی نہریں ہیں اور ایسی شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں۔ اہل جنت کی شراب، دنیا کی شراب سے مختلف ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ، بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ، لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴾ (الصّافّات ٤٥-٤٧)

’’جاری شراب کے جام کا ان پر دور چل رہا ہوگا، جو سفید شفاف اور پینے میں لذیذ ہوگی، نہ اس سے دردسر ہو اور نہ اس کے پینے سے بہکیں‘‘۔

اہل جنت کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہوگا، جن کے بارے

میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''اگر جنت کی ایک خاتون زمین پر جھانک کر دیکھ لے تو زمین و آسمان کے درمیان نور بھر دے' اور خوشبو سے بھر دے''۔[البخاری ۲۶۴۳]

اور اہل جنت کے لیے سب سے عظیم نعمت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اَقدس کا دیدار ہوگا۔ اہل جنت کو نہ پیشاب پاخانہ کی حاجت ہوگی' نہ بلغم آئے گا' نہ تھوکیں گے' ان کی کنگھیاں سونے کی بنی ہوں گی' ان کا پسینہ کستوری جیسا ہوگا۔ اہل جنت کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی' نہ ختم ہوں گی اور نہ کم۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو جنت میں داخل ہوگیا وہ نعمتوں میں ہوگا' محرومِ نعمت نہ ہوگا' نہ کپڑے پرانے ہوں گے' اور نہ جوانی ڈھلے گی''۔[صحیح مسلم ۲۸۳۶]

جس شخص کا جنت میں حصہ کم سے کم ہوگا وہ مؤمن ہوگا جو سب سے آخر میں جہنم سے نکل کر جنت میں جائے گا اسے بھی اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی۔

اللہ ہم سب کو جنت میں لے جانے والے کام کرنے کی توفیق دے اور اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمائے۔ اور جہنم میں لے جانے کاموں سے دور رکھے اور جہنم کے عذاب سے پناہ عطا فرمائے۔

فہرست مضامین

دینی تعلیمات

دینی تعلیمات	**3**
اصول عقیدہ	**6**
انواع توحید	6
توحید ربوبیت	7
توحید الوہیت	8
توحید اسماء وصفات	10
کلمہ توحید کا معنی	12
کلمہ توحید کے ارکان	13
کلمہ توحید کی فضیلت	14
کلمہ توحید کی شروط	15
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی	23
ارکان ایمان	25
اللہ تعالی پر ایمان	26
فرشتوں پر ایمان	33
کتابوں پر ایمان	34
رسولوں پر ایمان	36
آخرت پر ایمان	37
قضاء وقدر پر ایمان	38
شرک اور اس کے اقسام	40
ہدایت یافتہ جماعت کے اعتقادات کا خلاصہ	43
مسائل طہارت	**51**
طہارت ونجاست	51
اقسام نجاست	52
احکام نجاست	53
قضائے حاجت	53
وضو	55
وضو کا طریقہ	56
موزوں پر مسح کرنا	58
وضو توڑنے والے کام	60
غسل کرنا	60
جنبی آدمی پر حرام کام	61
تیمم اور اس کا طریقہ	62
حیض ونفاس	63
مسائل نماز	**65**
نماز کی پابندی کے فضائل	66

ضروری ہدایات برائے نماز	67
اوقات نماز	69
جہاں نماز ادا کرنا صحیح نہیں	70
نماز کا طریقہ	71
بعد از نماز کے اذکار	77
مسبوق کی نماز کا طریقہ	79
نماز کو باطل کرنے والے کام	80
واجبات نماز	80
ارکان نماز	81
نماز میں بھول چوک	82
سنن موکدہ	83
نماز وتر	84
فجر کی دو رکعات	86
چاشت کی نماز	87
نماز کے لئے ممنوعہ اوقات	88
مسائل زکاۃ	**90**
حکم زکاۃ	90
سونے، چاندی کی زکاۃ	91
سامان تجارت کی زکاۃ	92
شیئرز کی زکاۃ	94
زمین کی پیداوار پر زکاۃ	94
جانوروں کی زکاۃ	95
اونٹوں کی زکاۃ	96
گائے کی زکاۃ	97
بھیڑ بکری کی زکاۃ	97
زکاۃ لینے کے حقدار	98
ضروری باتیں	101
مسائل صیام	**102**
فضائل رمضان	103
رمضان کی آمد کا ثبوت	104
روزہ چھوڑنے کا حقدار کون؟	105
روزہ توڑنے والے کام	105
جن کاموں سے روزہ نہیں ٹوٹتا	108
وضاحتیں	109
روزے کی سنتیں	110
نماز تراویح	112
نفل روزے	113
ان دنوں روزہ رکھنا حرام!	114
مسائل حج	**115**
حج کا حکم اور فضیلت	115
شرائط حج	116
حج کے آداب	116
احرام اور اس کے مسنون کام	117
حج کے طریقے	119

طریقہ احرام	120
ممنوعات احرام	121
طواف کرنے کا طریقہ	123
صفاو مروہ کے درمیان سعی	126
۸ ذی الحجہ	127
۹ ذی الحجہ	128
مزدلفہ، ۱۰ ذی الحجہ کے کام	129
۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کے کام	131
ارکان حج، واجبات حج	133
مسجد نبوی کی زیارت	134
احکام غذاء	**135**
احکام ذبح	139
شرائط ذبح	140
ذبح کے آداب	141
شکار کرنا	142
مسائل لباس	**144**
آداب لباس، مسنون کام	148
مسائل نکاح	**152**
شروط النکاح	152
حقوق نکاح	154
نکاح کی سنتیں اور آداب	156
بیوی کی خوبیاں	157
وہ عورتیں جن سے شادی کرنا حرام ہے	157
طلاق	162
طلاق کی بناپر... مسائل	163
خلع	165
نکاح کو باقی یا ... کا اختیار	165
غیر مسلم سے نکاح	167
اہل کتاب کی عورت سے نکاح کے نقصانات	168
مسائل خواتین	**170**
عورت کا اسلام میں مقام	170
خواتین کے حقوق	174
شوہر پر بیوی کے حقوق	178
حجاب (پردہ)	180
مسائل حیض و نفاس	186
احکام حیض	188
استحاضہ (بیماری) کے احکام	191
احکام نفاس	194
حیض و حمل کو روکنا	195
سیرت النبی ﷺ	**196**
بعثت سے پہلے حالتِ عرب	196

دو ذبیحوں کی اولاد	197
ہاتھیوں کا واقعہ	199
آپ ﷺ کی پرورش	200
شق صدر کا واقعہ	202
والدہ اور دادا کی وفات	203
تجارت اور شادی	204
نبوت	205
علانیہ دعوت	208
ہجرت حبشہ	211
معاشرتی بائیکاٹ	213
غموں کا سال	214
سفر طائف	215
اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا	216
اسراء و معراج	217
دعوت کا نیا ٹھکانہ	220
آمد مدینہ	224
غزوۂ بدر	225
غزوۂ اُحد	227
غزوۂ خندق	227
فتح مکہ	228
وفود کی آمد اور بادشاہوں کے نام خطوط	229
رحلت آخرت	231
آپ ﷺ کا حلیہ مبارک	232
آپ ﷺ کے اخلاق	232
معجزات	234
سیرت النبی ﷺ سے حاصل شدہ دروس	237
خوش طبعی	237
بچوں سے سلوک	239
اہل خانہ سے برتاؤ	240
رحمتوں کی بارش	241
مثالِ صبر	242
'زہد' دنیا سے کنارہ کشی	247
خوراک و پوشاک	248
آپ ﷺ کا عدل و انصاف	250
آپ ﷺ کے بارے میں اہل فکر کی رائے	252
یوم آخرت	**256**
موت کا بیان	257
احوال قبر	262
قیامت کی نشانیاں	265
وقوع قیامت	268
عذاب جہنم	274